صاحبِ لولاکؐ

طارق اسمٰعیل ساگر

صاحبِ لولاک

مصنف:

طارق اسمٰعیل ساگر

العارفین پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور-پاکستان
ہیڈ آفس: دربار عالیہ حضرت سخی سلطان باھوؒ ضلع جھنگ (پنجاب) پاکستان
فون نمبر: 0092-47-5320594, 5320694
پوسٹل ایڈریس: پی. او. باکس نمبر 11، جی. پی. او. لاہور
+92 42 37509009, alarifeenpublication@hotmail.com
www.alfaqr.net

Marfat.com

All Copy Rights reserved with
© AL-ARIFEEN PUBLICATIONS
Lahore - Pakistan

نام کتاب	صاحب لولاک
مصنف	طارق اسماعیل ساگر
بار اوّل	2004ء
ایڈیشن	چہارم
اشاعت	اکتوبر 2014ء

ISBN 978-969-9290-02-2

باہتمام

العارفین پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور۔ پاکستان

بیرون دربار عالیہ حضرت سخی سلطان باھوؒ ضلع جھنگ (پنجاب) پاکستان

فون نمبر: 0092-47-5320594, 5320694

پی او بکس نمبر 11 جی پی او لاہور۔ فون اینڈ فیکس: +92 42 37509009

ویب سائٹ: www.alfaqr.net ای میل alarifeenpublication@hotmail.com

Marfat.com

انتساب

اس کاوش کو ہم
نہایت خلوص اور انکساری کے ساتھ

سلطان العارفین
حضرت سخی سلطان باھو صاحب قدس سرہٗ

کے نام
منسوب کرتے ہیں

مقام ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں ہے جو صاحب لولاک نہیں ہے

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

All Copy Rights [illegible]
© AL-ARIFEEN PUBLICATIONS
Lahore - Pakistan

نام کتاب	صاحب لولاک
مصنف	طارق اسماعیل ساگر
اشاعت اول	2004ء
ایڈیشن	چہارم
اشاعت	اکتوبر 2014ء

ISBN 978-969-9290-02-2
[illegible]
0092-47-5320594 5320694
+92 47 7509009 [illegible]
[illegible]

Marfat.com

انتساب

اس کاوش کو ہم

نہایت خلوص اور انکساری کے ساتھ

سلطان العارفین

حضرت سخی سلطان باھو صاحب قدس سرہٗ

کے نام

منسوب کرتے ہیں

Marfat.com

فہرست

حروف ناشر	05
پیش لفظ	07
صاحب لولاک	15
شہبار عارفاں سلطان الاولیاء سلطان سید محمد بہادر علی شاہ	41
تعلیمات باطنی کا احیاء	51
سلطان الفقر ششم کی گھوڑوں سے محبت	77
معرفت الٰہی کیسے ممکن ہے؟	91
طریقت	113
اسلام اور تصوف	139
طریق تبلیغ	169
مرشد کیوں؟ اور کیسا ہونا چاہیے؟	187
اسم اللہ ذات کیا ہے؟	233
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا؟	249
محبت یار آخر شد	261

Marfat.com

حروفِ ناشر

"صاحب لولاک" جس مردِ خود آگاہ پہ لکھی گئی ہے اُن کے شانِ تصرُّف کا اَندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خالصتاً ایک پروفیشنل صحافی و ادیب جس نے قبل ازیں صرف صحافت اور ناول نگاری کی اس کی کایا یک لخت کیسے پلٹی کہ وہ معرفت وتصوُّف کے بحرِ عرفان کا غوّاصِ باکمال بھی بن گیا؟ اِس جذبہ اور عنصر کو اَلفاظ سے بیان کرنا ممکن تو نہیں مگر میں مؤلف کی قلم کے چند اَلفاظ یہاں لکھنا چاہوں گا" اِنسانی سائیکی میں بعض ایسے لمحات آتے ہیں جن کی کوئی توجیہہ بیان نہیں کی جا سکتی اور یہ کتاب بھی ایک ایسے ہی لمحے کی "عنائیت" ہے"۔

میں سمجھتا ہوں کہ اُس لمحۂ خاص کی یہ عنایت جہاں حضور سلطان الفقر کی حیات و تعلیمات پہ تحقیق کرنے والوں کیلئے قُطبی سِتارے کی حیثیت رکھتی ہے وہاں تصوُّف، تحریک اور دیگر کئی اہم موضوعات کا احاطہ بھی کرتی ہے یہ صاحب لولاک کا پانچواں ایڈیشن ہے جو کئی اَہم اِصلاحات وترامیم کیساتھ قارئین کے پیشِ خدمت ہے مؤلف وادارہ نے اپنے تائیں پوری کوشش کی ہے کہ کہیں پہ کوئی غلطی نہ رہ جائے مگر پھر بھی کہیں پہ کوئی کوتاہی موجود ہو تو

Marfat.com

قارئین و محققین سے اِلتماس ہے کہ اُس سے ادارہ کو مُطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اِصلاح کر دی جائے۔

صاحبزادہ سلطان احمد علی
چیئرمین العارفین گروپ آف پبلی کیشنز
دربار حضرت سلطان باہو
اکتوبر 2012ء

Marfat.com

پیش لفظ

جس عظیم المرتبت ہستی پر میں یہ کتاب لکھنے جا رہا ہوں یہ وَضاحت آغاز ہی میں کر دوں کہ میں اُن سے بیعت نہیں ہوں نہ ہی میرا "اِصلاحی جماعت" یا "تنظیم العارفین" سے کوئی تعلق ہے کیونکہ تعلق کے حوالے سے لکھی گئی کتابوں میں عقیدت تعصّب کی حد تک نمایاں ہوتی ہے۔ سچائی کہیں دُور پیچھے رہ جاتی ہے اور مرید اپنے مرشد کے عشق میں اتنا آگے نکل جاتا ہے کہ وہاں "من وتو" کا تصور ہی مِٹ جاتا ہے۔ کسی بھی عقیدت مند مُرید سے ایسی کتاب کی توَقّع کی جا سکتی ہے جس میں وہ اپنے پیر و مرشد کی شان کو مُبالغے کی حد تک بڑھا چڑھا کر پیش کرے لیکن مجھ جیسے ایک عام سے ناول نگار، صحافی اور ڈرامہ نگار سے ایسی کتاب کی توقّع ،ممکن ہے میرے قارئین کو نہ رہی ہو......

اِنسانی سائیکی میں بعض ایسے لمحات آتے ہیں جن کی کوئی توجیہہ بیان نہیں کی جا سکتی اور یہ کتاب بھی ایک ایسے ہی لمحے کی "عنایت" ہے۔

اپریل 2002ء میں میرے عزیز رانا تجمّل حُسنین مجھے اپنے مرشد سے ملانے گڑھ مہاراجہ (جھنگ) لے گئے۔ میں چونکہ ایک دُنیادار آدمی ہوں جسے زاہد، متقی یا صوفی ہونے کا ہرگز دعویٰ نہیں لیکن تجسّس ضرور رہتا ہوں۔ خواہش رہتی ہے کہ اللہ والوں سے اگر صُحبت کا موقع میسّر

Marfat.com

آ ئے تو اُسے حاصلِ حیات سمجھنا چاہئے۔ گو کہ اس سلسلے میں میرے تجربات کچھ زیادہ خوش آئند نہیں رہے اور عموماً نتیجہ توقعات کے برعکس ہی برآمد ہوتا آیا ہے اور بڑے بڑے "باخبر" اور "باصفا" مشائخ سے ملاقات کے بعد اُن کی بے خبری اور دُنیاداری پر حیرت بھی ہوتی تھی شرم بھی آتی تھی اور بقول اقبال

"ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن"

کا معاملہ درپیش رہتا تھا۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ میں بالکل خالی الذ ہن ہو کر رانا تجمل کے ساتھ گیا تھا اور میرا خیال یہی تھا کہ وہاں بھی کوئی خلاف توقع بات شاید دیکھنے کو نہ ملے۔ رانا تجمل حسین خیر سے ایم پی اے ہیں اور اپنے دورِ طالب علمی ہی سے میری کتابوں کے حوالے سے مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اِن کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی ہے کہ میرے لئے کچھ کر گزریں اور یہ ملاقات بھی شاید اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ میرے لئے حیرانگی کی بات یہ تھی کہ رانا تجمل سے میرے تعلقات دس بارہ سال پرانے ہیں لیکن میں اِنہیں کوئی "مذہبی نوجوان" نہیں سمجھتا تھا۔ نظریۂ پاکستان اور پاکستان کے اِسلامی تشخص سے اِن کی وابستگی بہت شدید بلکہ جذباتی حد تک تھی۔ یہ میرے گمان میں نہیں آسکتا تھا کہ وہ کسی پیر کے بیعت ہو جائیں گے کیونکہ زندگی کے کئی روپ بہروپ اِنہوں نے دیکھ رکھے تھے بہر حال یہ تجسس ضرور تھا کہ ایسا کون مرد قلندر ہے جس نے رانا تجمل کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔

ہم دربار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ پہنچے تو وہاں کوئی سالانہ اجتماع چل رہا تھا۔ اِس اجتماع میں شرکت کرنے والے عام لوگ تھے۔ عام لوگوں سے میری مراد ہے سیدھے سادھے پاکستانی۔ اُن میں سے کوئی ایسا عالم فاضل یا چالاک ہوشیار دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جیسے لوگ عموماً ان محفلوں کی شان بڑھانے کے لئے یہاں مُوجود ہوتے ہیں۔ تھوڑی دیر آرام کے بعد رانا صاحب مجھے اپنے مُرشد سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے جہاں پہلے ہی سے

Marfat.com

کچھ لوگ موجود تھے اور سائیں سُلطان مُحمّد اَصغَر علی رحمۃ اللہ علیہ سفید بُراق کرتے اور دھوتی میں ایک پلنگ پر سرہانے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔

رانا صاحب نے میرا تعارُف کروایا تو خلافِ توقُّع آپ اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور بڑی گرم جوشی سے مُعانقہ فرمایا۔ یہ بالکل خلافِ توقُّع بات تھی...... میں یہی سمجھ رہا تھا کہ بڑے بڑے پیرانِ کرام کی طرح سائیں سُلطان مُحمّد اَصغَر علی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنا ہاتھ آگے کریں گے جسے میں بوسہ دے کر اظہارِ عقیدت کروں گا جس کے بعد وہ نخوت بھرے لہجے میں مجھ سے دو چار باتیں کریں گے اور چھٹی ہو جائے گی۔ لیکن...... یہاں پہلی ملاقات نے ہی مجھے چاروں شانے چت کر دیا۔ میں اُن کے حُسنِ سلوک پر حیرت زدہ اس لئے تھا کہ سائیں سُلطان مُحمّد اَصغَر علی رحمۃ اللہ علیہ کو مجھ سے کچھ سروکار نہیں تھا۔ میں اُن کے حلقۂ اَحباب یا حلقۂ اِرادت میں بھی شامل نہیں تھا نہ ہی میری شناخت کسی دینداری، دُنیاداری یا خانقاہی حوالے سے تھی۔ سَحر زدہ سا ہو کر میں اُن کے حکم پر قریب کرسی پر بیٹھ گیا اور سُلطان مُحمّد اَصغَر علی رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے باتیں کرنے لگے......

اُن سے نظریں ملاتے ہی مجھے جس بات کی سب سے پہلے اور فوراً سمجھ آ گئی وہ یہ تھی کہ رانا تجمل حُسین اور اِن جیسے دوسرے ہزاروں لوگ آخر اِس مردِ قلندر سے اِتنا والہانہ عشق کیوں کرتے ہیں؟ آخر وہ کون سا رِشتہ ہے جس نے اِن لوگوں کو سائیں سُلطان مُحمّد اَصغَر علی رحمۃ اللہ علیہ سے باندھ رَکھا ہے۔ میں اُن کی شخصیت کے سَحر تلے اِتنا دَب چکا تھا کہ سوائے اُن جوابات کے جو وہ مجھ سے سوال کر کے دَریافت فرما رہے تھے، مجھے کچھ اور بات کہنے کا یارا نہیں تھا۔ دِل چاہتا تھا کہ کچھ اَضافی باتیں کروں۔ اُن سوالات کے جوابات دَریافت کروں جو میرے دِل و دِماغ میں ہلچل مچاتے آئے تھے لیکن جُراَتِ اِظہار کہاں سے لاؤں؟ اَبھی اِسی کشمکش میں گرفتار ہی تھا کہ وہاں ایک مولانا صاحب تشریف لے آئے۔ جو شاید سائیں سُلطان مُحمّد اَصغَر علی رحمۃ اللہ علیہ کے پُرانے اِرادت مند تھے۔ اُن کے کسی اِستفسار کے جواب میں آپ نے "اسم اللہ ذات" کا فلسفہ بیان کیا۔

Marfat.com

میری نالائقی جانئے یا کچھ اور، میں صحیح عرض کر رہا ہوں کہ مجھے کچھ خبر نہیں تھی کہ یہ سوال کیا ہے اور اِس کا پسِ منظر کیا ہے؟ لیکن حیرت انگیز طور پر بمشکل پانچ چھ منٹ تک اُن کی باتیں سن کر مجھ پر "اِسمِ ذات" کا اَسرار منکشف ہو گیا۔ (اس کی تفصیل میں آگے بیان کروں گا) اِس مرحلے پر مجھے رانا تجمل کی کہی وہ بات یاد آ گئی جو انہوں نے سفر کے آغاز ہی میں کہی تھی کہ ساگر صاحب! ہمارے مُرشد کے جتنے مُریدِین آج دِینی لحاظ سے عِلم کے بڑے بڑے مَناصِب پر فائز ہیں اُن میں زیادہ تعداد قریباً ناخواندہ اور دُنیادار قِسم کے لوگوں کی ہے۔

وہ کیسے؟ میں نے سوال کیا۔ "کیونکہ ہمارے مرشد ہماری تربیت "نگاہ" سے کرتے ہیں جو اِنہی کا منصب ہے۔" رانا صاحب نے جواب دیا۔ اور...... مجھے علامہ اقبال کی یہ بات سچ دکھائی دی کہ واقعی نگاہِ مردِ مومن تقدیر کو بدل دیتی ہے۔ یہاں وہ لوگ موجود تھے جِن کی تقدیر ایک نِگاہ سے بدل گئی۔ شاید یہی وہ فیضانِ نظر تھا جس کے متعلق علاّمہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کِس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

واقعی فیضانِ نظر کے تربیت یافتہ دُنیا سے نِرالے ہوتے ہیں جس کے مَظاہر مجھے مریدین میں دیکھنے کو مسلسل مِل رہے ہیں۔ یہاں میں نے ایسے درجنوں چوروں، ڈاکوؤں، بدمعاشوں اور دہشتگردوں کو دیکھا جو اُس "فیضانِ نظر" کے تربیت یافتہ تھے اور جب وہ اَپنے ماضی کے حوالے سے مجھے اپنی سابقہ زندگی کے واقعات سُنا رہے تھے تو مجھے یقین نہیں آ رہا تھا لیکن مجھے علم تھا کہ ماضی میں چور قُطب بنتے رہے ہیں اور اِس کے پیچھے کوئی شُعبدہ بازی، کوئی کرامت نہیں بلکہ صرف اور صرف وہ "نگاہِ مردِ مومن" ہوتی ہے جو آنکھوں کے راستے قلوب میں اُتر کر دِلوں کو صاف کرتی ہے۔ اُن پر جمے مَیل کو دھو ڈالتی ہے اور پلک جھپکنے میں کسی بھی "سیاہ کار" کو "روشن ضمیر" بنا دیتی ہے۔ اِس ملاقات کے بعد مجھے صرف ایک مرتبہ اور سلطان محمد اَصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا موقع ملا لیکن دُوسری مرتبہ صرف مُصافحہ ہی ہو سکا اور مُہلت

Marfat.com

نصیب نہ ہوئی۔ اِس کے بعد آپ اِس دارِ فانی کو خیر باد کہہ کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آپ نے اپنی نگاہِ فیض کے ہزاروں مریدین کو اِصلاحی جماعت کی شکل میں چھوڑا ہے جو تزکیۂ نفس اور اسمِ ذات کی برکات سے مالا مال ہو کر دُنیا کے کونے کونے میں اللہ کی وَحدانیت کا سبق پڑھا رہے ہیں۔ بالکل اُسی اَنداز میں جیسے برِصغیر میں آنے والے صُوفیائے کرام اور اولیائے عُظام نے راہ گم کردہ اِنسانیت کو یہ سبق پڑھا کر اُنہیں تحت الثریٰ کی گہرائیوں سے نکالا اور اِنسانیت کے اُن اعلیٰ مدارج پر فائز کر دیا جو کسی بھی مومن کا حاصلِ زِندگی اور مطمعٔ حیات ہوتا ہے۔

قارئین کرام! یہ دو مُلا قاتوں کا نقش ہے۔ ایک سایہ کار کا اظہارِ عجز و انکسار ہے۔ مجھے شِدّت سے اَپنی جہالت، کم علمی اور نالائقی کا اِحساس ہے اور میں خُود کو قطعی اِس لائق نہیں سمجھتا کہ سُلطان مُحمّد اَصغَر علی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات پر قلم اُٹھاؤں...... لیکن یہ ایک اَدِیب کا اِظہارِ محبت بھی ہے کہ سوا اِس کے اور کوئی ذریعۂ اِظہار میرے پاس تھا ہی نہیں!

گر قبُول اُفتد، زہے عزّ و شرف

بندہ ناچیز

طارق اسماعیل ساگر

اپریل 2004

لاہور

Marfat.com

شکریہ

اس کتاب کی تیاری کے لیے میں نے بطور خاص حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب کے جانشین حضرت سلطان محمد علی صاحب، صاحبزادہ سلطان محمد معظم علی صاحبزادہ سلطان احمد علی، صاحبزادہ سلطان بہادر عزیز، لالہ نذر حسین، ملک کاظم حسین، سید امیر خان نیازی، قاری غلام رسول، قاری نصر اللہ اور سب سے بڑھ کر رانا تجمل حسین اور اُن درجنوں مریدین اور خلفاء کا شکریہ ادا کرتا ہے جن کی گفتگو سے میں نے استفادہ کیا اور راہنمائی حاصل کی۔ اگر کسی صاحب کا نام میں بھول گیا ہوں تو اس پر پیشگی معذرت قبول فرمایئے۔

احسان کیش
طارق اسماعیل ساگر

فرمان حضرت سلطان باہوؒ

مرشد کامل وہ ہے جو طالب کے ہر حال، ہر قول، ہر فعل حالت معرفت و قرب وصال اور ہر حالتِ خطرات و دلیل و وہم خیال سے باخبر رہے۔ مرشد کو اس قدر ہوشیار ہونا چاہیے کہ وہ ہر

Marfat.com

وقت طالب کی گردن پر سوار رہے اور اس کی ہر بات اور ہر دم کی نگہبانی کرتا رہے۔ مرشد اس قدر باطن آباد ہو کہ طالب اسے حاضرات اسم اللہ ذات کی مدد سے ظاہر و باطن میں ہر وقت حاضر و ناظر سمجھے اور اس سے کامل اعتقاد رکھے۔ ہر عام و خاص مرشدی کا اہل نہیں ہوتا مرشد تو پارس پتھر کی مثل ہوتا ہے جسے چھو کر لوہا سونا بن جاتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں صفحہ نمبر 173)

Marfat.com

صاحبِ لولاک

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبیلہ اعوان خانوادہ حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب نویں پشت پر حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ سلطان العارفین کا مرتبہ فقر و ولایت، عظمت و شان گمان سے بالا ہے آپ خود اپنی تعلیمات میں فرماتے ہیں مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت فرمایا اور میرے درجات میں قیامت تک ترقی ہوتی رہے گی یعنی کرم و کمال وفیض جاری رہے گا۔

اعوان تاریخی روایات اور شجرہ نسب کے مطابق علوی ہاشمی اور سادات کے نسبتی ہیں یعنی آپ کا شجرہ نسب منبع ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔ سلطان حامد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصنف ''مناقب سلطانی'' میں رقمطراز ہیں کہ اعوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسل پاک سے ہیں۔ جب سادات عظام نے مختلف مصیبتوں اور پریشانیوں کی وجہ سے وطن چھوڑا اور ایران اور ترکمانستان کے مختلف حصوں میں بود و باش اختیار کی۔ قبیلہ اعوان چونکہ سادات کرام کا قریبی اور نسبتی تھا اس لئے اس مصیبت اور کٹھن دور میں سادات کے رفیق و معاون بنے اس وجہ سے اس کی نسبت اعوان میں تبدیل ہوگئی۔ عربی میں مدد کو ''عون'' کہتے ہیں یعنی سادات بنی فاطمہ کی مدد کرنے والے، علویت اور ہاشمیت کا لقب بدل کر اعوان بن گئے۔

Marfat.com

قبیلہ اعوان کے خاندان کوہ نمکرو، وادی سون سکیسر، کوہ چپاؤ، کون کھون، کالا باغ کے علاقوں میں آباد ہو گئے۔ حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد وادی سون سکیسر میں آباد ہوئے۔ جہاں وہ اعلیٰ روایات کے ساتھ آج بھی آباد ہیں۔ حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی شورکوٹ کے قلعہ دار بنے اور یہاں آباد ہو گئے۔ یہاں بھی اس خاندان نے مذہبی و روحانی خدمات اور اعلیٰ روایات کی مثالیں قائم کیں۔ آپ کے والد گرامی اور مرشد کامل حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا میں آمد سے متعلق پہلے ہی سے پیشین گوئیاں کی جا رہی تھیں۔ بیسویں صدی کے معروف ولی کامل، حامل خزانہ فقر و اسرار الٰہی حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ 1911ء میں پیدا ہوئے۔ آپ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک سے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کی حکمت بھی کتنی عجیب ہے کہ آپ ہی اپنی قدرت کا اظہار کرتا ہے۔ کائنات کی تخلیق کرتا ہے اور آخر میں جسدِ آدم تیار کر کے اس میں اپنی نوری حقیقت پھونک دیتا ہے پھر فرماتا ہے: اے فرشتو اب تم اس کو سجدہ کرو۔ اس حقیقت سے انکار پر شیطان کے گلے میں لعنت کا طوق پڑتا ہے پھر وہی شیطان آدم و اولاد آدم کا دشمن ہو کر اسے گمراہ کرنے کا مشن سنبھالتا ہے اور خدا سے قیامت تک رہنے کی مہلت طلب کرتا ہے ادھر اللہ پاک اپنے بندوں کو شیطان کے فتنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے انبیاء کا ایک طویل ترین سلسلہ شروع کرتا ہے جو اس کے بندوں کو راہِ ہدایت، صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور شیطان کے مکر و فریب سے مطلع کرتے ہیں۔ انبیاء و رسل کی صورت میں ہدایت کا طویل ترین سلسلہ بالآخر ختم ہوتا ہے اور ختمی مرتبت حضرت محمد ﷺ اعلان فرماتے ہیں کہ "میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔" حالانکہ ابھی قیامت کو بہت دیر ہے اور شیطان نے تو قیامت تک کی قسم اٹھائی ہے اس فکر کو لے کر ایک مرتبہ صحابہ کرام حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ آپ کے بعد کیا ہوگا؟" تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے میرے صحابہ! میری امت کے علماء (علمائے کامل یعنی اولیاء اللہ) بنی

Marfat.com

اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہوں گے جس طرح ان میں ہر دور میں نبی مبعوث ہوتے رہے ہیں۔اسی طرح میرے بعد ولایت کا سلسلہ شروع ہوگا اور یہی اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندے لوگوں کے لئے ہدایت اور فیضان کے محور ثابت ہوں گے'' اور منشاء الٰہی بھی یہی ہے اور اللہ پاک ہمیں یہی حکم دیتا ہے کہ ''اطاعت کرو اللہ پاک اور رسول اللہ ﷺ کی اور اطاعت کرو جو تم میں صاحب امر ہو اس کی۔'' صاحب امر سے مراد ایسا بندۂ خدا ہے جو بزرگ و برگزیدہ اور ذات حق کا رازداں، حامل خزانہ فقر ہو اور وہ اعلیٰ ترین اخلاق سے متخلق اور اوصاف سے متصف ہو اور وہی بنی نوع انسان کے لئے اللہ کی رحمت کا باعث ہوتا ہے۔

جب اس بات کو لے کر ہم ماضی و حال کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں ہر جگہ وارثین انبیاء اولیائے کاملین ہی ملتے ہیں یعنی سرزمین پاک و ہند ہو یا افغان و ایران، مغرب ہو یا مشرق، شمال ہو یا جنوب، ہر خطے ہر علاقہ میں یہ اللہ کے نور کی کرنوں کی صورت میں موجود ہیں۔ کہیں غوث اعظم، کہیں شیخ سعدی اور کہیں شیخ جنید بغدادی، حسن بصری و رابعہ بصری اور کہیں نظام الدین اولیاء، معین الدین چشتی اجمیری اور کہیں داتا گنج بخش، مہر علی شاہ، بہاؤ الدین زکریا اور کہیں فخر اہل کائنات سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم انہی حقیقتوں کے ساتھ منور اور جگمگاتے نظر آتے ہیں یہی وہ گلستان حرم اور گلشن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوبصورت پھول ہیں جس سے زمین پر برکت اور رحمت ہے اور انہی کے متعلق حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبت کا اظہار اس طرح فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ مبارک مشرق کی طرف تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف سینہ مبارک کر کے لمبی سانس لی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''ہند سے مجھے اپنی خوشبو آ رہی ہے'' اور مزید اس کی وضاحت یوں فرمائی: ''اے میرے صحابہ ایک آخری دور ایسا آئے گا جب لوگ دنیا و مادہ پرستی کی طرف مائل ہوں گے۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کے دلوں میں خدا کا عشق ہوگا اور وہ دنیا و اہل دنیا سے بیزار ہو کر

Marfat.com

اپنا رخ اللہ پاک کی طرف کرلیں گے میری یہی آرزو ہے کہ میں ان سے ملاقات کروں۔''

ان گلستان حرم کے پھولوں میں سلطان العارفین برہان الواصلین سلطان الفقر حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا نام بہت نمایاں ہے۔ یہی وہ نسبت اعوان اور علوی ہے جو گلشن محمدی کی بہار و رونق بھی ہے اور پاس دار و محافظ بھی۔ 1631ء میں حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اس نسبت پاک کا مہتاب بن کر طلوع ہوئے۔ گلشنِ سعید کی یہ کلی خلقت خدا کے دلوں کو مسحور کرنے کے لئے مہکی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ دل گرفتہ، بے راہرو اور بے آسرا لوگوں کے لئے دلربا رہنما بن کر آئے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ازلی نصیب کے لئے مرشد کامل کی تلاش شروع کی۔ جوں جوں آپ کی عمر بڑھتی گئی آپ کی پریشانی بھی اتنی ہی بڑھتی گئی کیونکہ مرشد کامل ملتا نظر نہ آتا تھا۔ اسی پریشانی کے عالم میں آپ ہر لحہ سفر پر رہے اور روئے زمین کا چپہ چپہ چھان مارا۔ جب بات نہ بنی تو آپ مغموم صورت لئے پگڈنڈیوں میں پھرنے لگے۔ ایک دن آپ شہر سے دور جنگل میں چلے گئے وہاں آپ پر مہربانی ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''میں پریشان کھڑا ہوں دیکھتا ہوں ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے وہ مجھے کہتا ہے میں علی ابن ابی طالب ہوں آؤ میرے ساتھ۔'' پھر میں ان کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہوں اور آپ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں لے جاتے ہیں اور وہاں عرض کرتے ہیں: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا بیٹا باہو رحمۃ اللہ علیہ ہے اس پر مہربانی فرمائیں۔'' تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے ہاتھ پر بیعت فرماتے ہیں اور حکم فرماتے ہیں کہ ''اے فرزند باہو رحمۃ اللہ علیہ تم آخری زمانہ میں ہدایت کے مجتبیٰ ہو۔'' (رسالہ روحی)

یعنی آخری زمانہ میں تم ایک چراغ کے مثل ہو گے اور تم سے بندگان خدا ہدایت کا نور حاصل کریں گے۔

سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم (علم لدنی) سے ایک سو چالیس کتب لکھیں اور فیضان حق کی تقسیم اور عنایت فقر کا اعلان کیا۔

Marfat.com

ہر کہ طالب حق بود من حاضرم
ز ابتداء تا انتہا یک دم برم
طالب بیا، طالب بیا، طالب بیا
تا رسانم روز اول با خدا

''یعنی جو طالب حق، طالب مولیٰ ہے وہ میری طرف آئے ہیں تیار بیٹھا ہوں ازل سے ابد تک ایک لمحے میں دکھاؤں گا۔ اے طالب حق آ جا، اے طالب حق آ جا، اے طالب حق آ جا میں پہلے دن تمہیں واصل خدا کر دوں گا۔''

یہ اعلان سن کر کئی لوگ آپ کے پاس آئے ان کی طلب خام ثابت ہوئی یعنی تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ طالب دنیا ثابت ہوئے۔ اس حوالہ سے آپ نے اپنی عمر کے تیس سال مرشد کامل کی تلاش میں گزارے اور پھر تیس سال طالب مولیٰ کی تلاش میں، پھر 1691ء میں وصال فرمایا۔ لیکن آپ ایک آنے والے وقت کی طرف اشارہ فرما گئے۔ ''ایک دور آئے گا جس میں میری اولاد سے میرے فیض کا چشمہ پھوٹے گا جو روئے زمین کے لوگوں کو سیراب کرے گا۔'' یعنی تعلیم معرفت اس قدر سستی ہوگی کہ ایک عام آدمی بھی مستفیض ہو سکے گا۔ اس حوالہ سے آپ اپنے عارفانہ کلام میں اس طرح فرماتے ہیں:

چڑھ چناں تے کر رشنائی تیرا ذکر کریندے تارے ھو
تیرے جیہے چن کئی سے چڑھدے پر اساںوں سجناں باجھ ہنیرا ھو
جتھے چن اساڈا چڑھدا اتھے قدر نہیں کجھ تیرا ھو
جس دے کارن اساں جنم گوایا باھو اوہ یار ملے اک پھیرا ھو

اور اپنی تعلیم کے متعلق فرماتے ہیں۔

جنہیں دل عشق خرید نہ کیتا سو دل بخت نہ بختی ھو
استاد ازل نے سبق پڑھایا جتھہ دِس دل تختی ھو

Marfat.com

یعنی آپ اپنی اولاد پاک میں سے اپنے محبوب وارث فقر سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں اے چاند تو بلند ہو کر روشنی پھیلا دے اور تیرے طالب تیرا دیا ہوا ذکر کریں گے اور جہاں تیرا مقام ہے وہاں کسی اور کی کیا مجال وارث فقر ہستی کی آمد کی بشارت دینے کے بعد سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے حیات ابدی کا سفر شروع کیا۔ لیکن ان سے ملنے کا اشتیاق ظاہر فرمایا اور پھر ان کے طرز تعلیم کی بھی وضاحت فرماتے ہیں کہ وہ ایسا استاد کامل اور مرشد کمل ہوگا کہ جس نے بھی اس کے ساتھ دلبری کا سودا نہ کیا وہ بد بخت ہے کیونکہ وہ میرے طریقہ پر دل کی تختی ہاتھ میں دے کر اسم اعظم پڑھائے گا اور سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس چاند کے ذریعے روئے زمین تک پھیلنے والے اپنے فیض، روشنی اور ہدایت کا نقشہ اس طرح بنایا:

چڑھ چناں تے کر روشنائی تیرا ذکر کریندے تارے ھُو
گلیاں دے وچ پھرن نمانے لعلاں دے ونجارے ھُو

ترجمہ: آپ فرماتے ہیں کہ اس کا دیا ہوا ذکر تارے کریں گے پھر وہی منور تارے (طالب مولیٰ) مسکین بن کر جماعت کی صورت میں لعل کا بیوپار کریں گے یعنی توکل الٰہی پر چلیں گے اور گلی گلی قریہ قریہ جا کر اعلان کریں گے کہ کوئی ہے اسم ذات کا لعل خریدنے والا تو یوں تعلیم معرفت کا کھلا اعلان ہوگا۔ ان کا مقصود عمل صرف رضائے الٰہی ہوگا۔

جب ہم حضرت سلطان باھُو کے اس فیضان کو اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کی صورت میں دنیا میں پھلتا، پھیلتا اور پھوٹتا دیکھتے ہیں تو ہمیں اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ یقیناً یہی وہ لمحات ہیں جن کے متعلق حضرت سلطان باھُو نے بشارت فرمائی۔ آج اس مادہ پرستی کے عروج کے دور میں جس وسیع تعداد اور جس جدت کے ساتھ اسم اللہ ذات کا فیض جاری و ساری ہے تو اس کی گویاں ہمیں وہاں جاتی دکھائی دیتی ہیں جہاں ہم سینہ بہ سینہ روایات کے مطابق یہ سنتے ہیں کہ حضرت سلطان محمد عبدالعزیز کا انتخاب کب اور کیسے ہوا۔ تو اس ضمن میں ایک واقعہ یہ ہے کہ شورکوٹ ضلع جھنگ کے نواح میں موضع حشو والی کے سید فتح محمد شاہ کاظمی اپنے فرزند "سید محمد

Marfat.com

بہادر علی شاہ'' کو ملتان کے ایک عالم دین عبید اللہ شاہ کے مدرسہ میں لے کر جا رہے تھے اُنہوں نے بیٹے کو لیکر جاتے ہوئے اِرادہ کیا کہ حضرت سُلطان باھُو کے آستانہ پہ حاضری دیتے ہوئے جائیں گے تو اُنہوں نے دربارِ عالیہ پہ حاضری دی اور پھر آگے ملتان کی طرف روانہ ہو گئے۔

اُن کے بیٹے کو مدرسہ میں داخل ہوئے ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ ایک روز اُنہیں یہ پیغام ملا کہ آپ کا بیٹا سب کچھ پڑھ گیا ہے اِس لئے اِس کو لے جایئے۔ یہ سُن کر اک مرتبہ تو شاہ صاحب پریشان ہوئے کہ کہیں اُن کے بیٹے سے کوئی غلطی تو نہیں سَرزد ہو گئی جس کی وجہ سے بیٹے کو وہاں سے واپس بھیجا جا رہا ہے۔ جب وہ وہاں پہ پہنچے اور عبید اللہ شاہ صاحب سے ماجرا دریافت کیا تو اُنہوں نے بتایا کہ آپ جب اِنہیں چھوڑ کر گئے تو میں نے قرآن پاک کا پہلا سبق اِن کو پڑھانا چاہا تو اِنہوں نے اگلا سبق بھی سنا دیا اور پھر مجھے معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم تو انہیں مکمل آتا ہے لہٰذا میں نے درسِ نظامی کے اسباق جب شُروع کروائے تو وہ بھی انہیں آتے تھے۔ پھر میں نے اِن سے فقہ، حدیث اور تفسیر کے متعلق بات کی تو اُن پہ بھی یہ عبور رکھتے تھے۔ جو پڑھانے کیلئے آپ اِن کو میرے ہاں لائے ہیں وہ تو یہ پہلے ہی سے جانتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ اتنی زیادہ کم عمری میں یہ تمام علوم کے ماہر کیسے بن گئے؟۔ تو ''سید محمد بہادر شاہ'' کے والد نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ نے بظاہر تو کچھ نہیں پڑھا پھر یہ سب کچھ کہاں سے حاصل کیا؟۔ تو ''سید محمد بہادر شاہ'' نے بتایا کہ گھر سے چلتے ہوئے جب حضرت سلطان باھُو کے مزار پہ حاضری دی مجھے یہ سارا فیض وہیں سے عطا ہوا۔ حضرت سُلطان باھُو نے فرمایا کہ آپ کے خون اور آپ کے قلب میں آپ کے نانا سید الانبیأ محمد الرسول اللہ ﷺ کی پاکیزگی اور آپ کے جمال کا عکس ہے اِس لئے میں یہ خزانہ فقر امانت بطور آپ کے حوالے کر رہا ہوں۔ جسے آپ نے میری اولاد میں واپس لوٹانا ہے۔

اس خزانہ فقر کے متعلق حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'' فقر مجھ سے ہے اور مجھے اس پر فخر حاصل ہے۔'' حامل خزانہ فقر اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے پھر اپنے اس محبوب کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ'' جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں

Marfat.com

جس سے وہ پکڑتا ہے اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے۔ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے......" (حدیث قدسی)

اس کیفیت کو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان فرمایا:

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کشا و کارساز

یہی وہ مقدس ہستی ہیں جن سے یہ فقرِ سلطانی' رازِ حقانی' امانتِ خاص حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز میں منتقل ہوئی۔

سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے درجۂ کمال کے متعلق دوسری روایت میں اس طرح وضاحت ملتی ہے کہ سلطان غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کے بھائی تھے اپنے سفر میں ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقہ کڑی خیسور گئے اس علاقہ میں ایک جگہ پڑاؤ ڈال کر آپ نے نماز پڑھی تو آپ کے قلب کو اس جگہ راحت محسوس ہوئی۔ اہل علاقہ سے دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف لا چکے ہیں جن کی تصدیق صحابہ کرام کی موجود قبریں کرتی ہیں۔ ان معلومات کے بعد سلطان غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک مسجد بنانے کا ارادہ فرمایا بلکہ اگلے دن اس مسجد پاک کا کام شروع کرا دیا اور مغرب کے وقت کے بعد کچھ فاصلے پر ایک مرید کے ڈیرے پر تشریف لے گئے اگلے دن صبح جب آپ مسجد کا اگلا کام کرنے کے لئے آئے تو دیکھا کہ اٹھی ہوئی دیواریں گری پڑی ہیں۔ پھر آپ نے نئے سرے سے کام دوبارہ شروع کروا دیا۔ اگلے دن بھی یہی حال دکھائی دیا۔ تیسری مرتبہ بھی یہی معاملہ ہوا۔ یہ ماجرا دیکھ کر آپ کو پریشانی کے ساتھ ساتھ بڑا غصہ آیا اور فرمایا کہ یہ شیطانی حرکت کسی جن کی ہوگی اور جنات کے سردار کو حاضر کیا اور پوچھا کہ "تم میں سے یہ کس نے شیطانی حرکت کی ہے۔"

جنات کے سردار نے بڑے ادب کے ساتھ جواب دیا: "جناب ہماری کہاں مجال کہ

Marfat.com

آپ کے کام میں ہم مداخلت کریں۔'' آپ اس کیفیت میں سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کی: ''حضور ہم سے کیا گناہ ہو گیا ہے جو ہمارے ساتھ یہ معاملات پیش آ رہے ہیں۔'' اس پر خواب میں سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''تمہارے بھائی کی اولاد سے ایک فرزند ہو گا جو خود آ کر اس مسجد کی تعمیر کروائے گا اور اس کے چہرے مبارک پر فلاں نشانی ہو گی۔'' (ایک خاص نشانی بیان فرمائی) یہ حکم سن کر سلطان غلام نبی صاحب نے ایک تعویذ لکھا اور کڑی خیسور میں رہائش پذیر خلیفہ کے حوالے کیا اور ان کو خاص نشانی بتا کر ہدایت کی کہ اس تعویذ کو اس شخص کے حوالے کر دیا جائے جو اس نشانی کا حامل ہو۔ وہ تعویذ تین پشتوں کے بعد لالہ احمد خان (جن کی اولاد آج بھی موجود ہے) تک پہنچا اور وہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور آپ کو دیکھتے ہی وہ تعویذ آپ کے حوالے کر دیا۔ آپ نے اس جگہ پر مسجد تعمیر کروائی جو آج بھی موجود ہے۔

آپ کے والد گرامی حضرت سلطان فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نرینہ نہیں تھی اور آپ ایک سادہ مزاج اور صوفی منش انسان تھے۔ ایک دن حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پاک کا خلیفہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مہمان ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ نفس نفیس اس کی خاطر مدارت کی۔ خلیفہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو خود کام کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ کیا آپ رحمتہ اللہ علیہ کا کوئی بیٹا نہیں ہے جو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس عمر میں خود تمام کام کر رہے ہیں؟ آپ رحمتہ اللہ نے نفی میں جواب دیا۔ اس خلیفہ نے واپس دربار پاک پر جا کر حضور سلطان العارفین کے ہاں عرض گزاری کہ آپ مہربانی فرمائیں کہ اللہ پاک سلطان فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اولاد نرینہ عطا فرمائے اور بعد میں خلیفہ کو خواب میں بشارت دی گئی کہ سلطان فتح محمد صاحب کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ایک فقیر اور دوسرا امیر ہو گا۔ اس دعا کی برکت سے ادھیڑ عمری میں سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دو بیٹے سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔

Marfat.com

سلطان محمد بہادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دربار عالیہ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ پر اکثر مقیم رہتے تھے اس لئے آپ اکثر وقت دربار پاک پر حاضر رہتے۔ پھر وہ بابرکت گھڑی آ پہنچی جس کا صدیوں سے انتظار تھا اور اس شخصیت نے ولادت پائی جو خزانہ فقر کی وارث تھی۔ جس سے فیض سلطانی سمندر کی لہروں کی طرح روئے زمین پر پھیلنا تھا۔ جس دن سے ولادت باسعادت ہوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آنکھیں بند رکھیں اس طرح سات دن گزر گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم سلطان فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم پریشانی میں سلطان محمد بہادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور عرض کی: ''میرا بیٹا آنکھیں نہیں کھولتا آپ مہربانی فرمائیں کوئی دم وغیرہ کریں۔'' آپ کی درخواست پر سلطان محمد بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ساتھ چل پڑے۔ جونہی سلطان محمد بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی گود میں لیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اس طرح گویا آپ کی پہلی نظر اپنے مرشد پر پڑی۔ اسی طرح ایک اور واقعہ جو سلطان الفقر حضرت سلطان اصغر علی صاحب اکثر بیان کرتے تھے جو کہ آپ کی خدمت میں رہنے والے خلفاً سے معلوم ہوا کہ ایامِ بچپن ہی سے حضرت حبیب سلطان (جو بعد میں دربار حضرت سلطان باھُو کے سجادہ نشین ہوئے) اور حضرت سلطان عبدالعزیز کے درمیان دوستی محبت کا قریبی سلسلہ تھا۔ صاحب اسرار بزرگوں کے درمیان انتقالِ امانت پہ بات ہوتی رہتی تھی جو کہ حضرت حبیب سلطان نے بھی سُن رکھی تھی (خانوادۂ حضرت سلطان باھُو کی ایک جلالی شخصیت نے حضور پیر بہادر شاہ صاحب سے یہ تقاضا بھی کیا تھا کہ اولادِ حضرت سلطان باھُو میں چونکہ خلفاً کو فرق کرنے کی اجازت نہیں لہٰذا آپ وہ امانت مجھے اولادِ باھُو ہونے کے ناطے دے دیں جس پہ حضور پیر صاحب نے مسکرا کر معذوری ظاہر کر دی) ایک دن کھیلتے کھیلتے حضرت حبیب سلطان اور حضرت سلطان عبدالعزیز وہاں سے گزرے جہاں دربار شریف کے درویش اور فقراء بیٹھے تھے حضرت حبیب سلطان نے حضور پیر صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا آپ اس بچے کو جانتے ہیں جو

Marfat.com

اِس وقت میرے ساتھ کھیل رہے ہیں حضور پیر صاحب کہا کہ جناب آپ ہی تعارف کروا دیں کہ یہ کون ہیں تو حبیب سلطان صاحب نے کہا کہ یہ وہ ہیں جن کو آپ نے امانت منتقل کرنی ہے۔ جس پہ حضور پیر صاحب نے جوشِ نظر کے ساتھ حضرت سلطان عبدالعزیز کی طرف دیکھا اور تا دیر نہ نظر اُدھر سے جھپکی گئی نہ اِدھر سے۔ حضرت سُلطان اصغر علی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والدِ گرامی سے یہ بارہا مرتبہ سُنا کہ انتقالِ فقر تو نظروں کے اُس تکرار میں ہی ہو گیا تھا باقی تو بعد میں بیعت اور خلافت کے نام پہ حجتیں ہی تمام ہوتی رہیں۔

سلطان غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو معروف بزرگ اور ولی کامل تھے اور رشتہ میں سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اور کافی تعداد میں مریدین انگہ شریف (خوشاب وادیٔ سون) میں آباد تھے۔ حضرت سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدین اکثر وادی انگہ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مریدین آپ سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مریدین محبت اور عقیدت سے آپ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف آٹھ سال تھی۔ یہ آپ کی زندگی کا پہلا سفر تھا۔ تمام راستہ میں آپ کے والد گرامی کے مرید میاں احمد فقیر نے آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھائے رکھا۔ بچپن اور کم سنی میں بھی فیض کا یہ عالم تھا کہ جو بھی آپ سے ملتا آپ کی صورت، گفتار کردار اور اخلاق و عادات سے بہت متاثر ہوتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن عام لوگوں سے بہت مختلف تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کم گو، سنجیدہ مزاج اور متین شخصیت کے مالک تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کوئی ظاہری تعلیم حاصل نہیں کی۔ اس کے علاوہ آپ کو جب بھی کسی مرشد کی بیعت کے بارے میں عرض کیا جاتا تو آپ خاموشی اختیار فرما لیا کرتے تھے۔ آپ کی خواہش تھی کہ مجھے حضرت سُلطان باھُو بذاتِ خُود روحانی بیعت فرمائیں یا غوث الاعظم سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کی اولاد میں کسی سے بیعت ہو۔

ایک دفعہ سلطان محمد نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دربار حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ

Marfat.com

صوفی غلام رسول کے گھر) تشریف لے گئے ہیں۔ تلمبہ بھی ۲۳ گز سے تقریباً 30 کلومیٹر دور ہے۔ ۲۳ گز میں مریدین نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ یہاں آرام فرمائیں لیکن مرشد کے عشق میں آپ اس قدر بے چین تھے کہ ایک لمحہ آرام نہ کیا۔ مریدین نے جب رہائش کے لئے مجبور کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ رفعہ حاجت کے بہانہ سے باہر تشریف لے گئے اور لوٹا وہیں چھوڑ کر او جھل ہو گئے اور تلمبہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ سخت اور نئے جوتوں کی وجہ سے آپ کے پاؤں پر چھالے (آبلے) پڑ گئے اور ان سے خون رسنا شروع ہو گیا۔ لیکن کوئی بھی تکلیف اور رکاوٹ آپ کو اس عشق کے سفر سے روکنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ ادھر حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کشف سے پتہ چل گیا کہ میرا عاشق جو اصل میں محبوب ہے تقریباً 90 کلومیٹر سفر طے کر کے زخمی پاؤں ہر رکاوٹ کو توڑتا ہوا آ رہا ہے۔ حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بستر لگوایا اور زخموں کے علاج کے لئے مرہم تیار کروایا۔ حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود قینچی سے آبلے کاٹ کر ان پر مرہم لگایا اور آرام کرنے کا حکم دیا اور مرشد کی طرف سے یہ حکم بھی ملا کہ آئندہ جب بھی ان سے ملنے آنا ہو گھوڑے پر سوار ہو کر آنا (کیونکہ آپ بیعت کے بعد مرشد کو جب بھی ملنے جاتے تو گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے تھے اور پیدل ہی جاتے تھے) آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مرشد کی محبت اور غلامی ہی سے سکون حاصل ہوتا تھا اور کوشش کرتے کہ مرشد کا ہر کام وہ خود کریں۔ حضور پیر صاحب کے گھوڑوں کا بھوسہ بڑی چھلنی سے رگڑ کر چھانا جاتا تھا۔ جب رات کو سب لوگ سو جاتے تو آپ اٹھ کر رات کو بھوسہ چھان کر رکھ دیتے۔ یہ مشہور ہو گیا کہ حضور پیر صاحب کے گھوڑوں کا بھوسہ فرشتے چھان کر جاتے ہیں۔ ایک رات حضور پیر صاحب نے کسی مرید کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ رات کو نگرانی کرے اور دیکھے کہ یہ کام کون کرتا ہے۔ رات کو مرید نے دیکھا کہ یہ کام حضرت سلطان عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کرتے ہیں تو آپ نے اس مرید کی منت کی کہ حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نہ بتایا جائے۔ صبح جب حضور پیر صاحب نے مرید سے رات کے واقعہ

Marfat.com

کے بارے میں دریافت کیا تو مرید نے بتایا کہ یہ کام ساری رات سلطان عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کام کرنے سے منع کر دیا۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے عشق میں فنا ہوئے اور مقام حقیقت تک پہنچے تو بے ساختہ آپ کی زبان مبارک پر یہ کلام آ گیا:

اج ملے سوہنا پیر میتوں اکھیں ویکھن کارن بے قرار ہویاں
سوہنا پیر ویکھن تاں قرار پاؤن اے تاں ہر دم وچ انتظار ہویاں
سلطان بہادر شاہ دی صورت ویکھن کارن ہر وقت طرف دربار ہویاں
سلطان عزیز دا یار سلطان بہادر شاہ ہویا اکھیں اس جہان توں بیزار ہویاں

ترجمہ: میری آنکھیں راہ تک رہی ہیں اور صورت محبوب دیکھنے کے لئے بے قرار ہیں چونکہ سلطان محمد بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق دربار شریف سے ہے اس لئے میری آنکھیں بھی دربار شریف کی طرف لگ چکی ہیں اور سلطان سید محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہی میرا یار اور میرا محبوب ہے۔ اس محبوب کو میری آنکھوں نے اپنے اندر اس قدر بسا لیا ہے کہ اب وہ دنیا و جہان کی کوئی چیز بھی دیکھنے کے لئے تیار نہیں یعنی میری آنکھوں نے دنیا سے بیزاری اختیار کر لی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کامل حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طرز تلقین اور فیض خاص ذکر سلطانی اسم اللہ ذات کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

آؤ سہیلیو میر یونی جیں ویکھنا نور اللہ والا
ایہو اسم مبارک چا لکھ سینے میرے پیر بہادر شاہ والا
اللہ یا ہو جسم اسدا ایہو نور ہے خاص بارگاہ والا
سلطان عزیز نہیں شک، بیشک جانے اس توں نور ظہور کبریا والا

ترجمہ: جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے نور کی ایک جھلک دیکھنی ہو وہ آ جائے اور دیکھ لے کہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اپنی دنیائے کائنات کے تمام حسن کو اکٹھا کر کے میرے محبوب میں رکھ دیا ہے۔ آپ مزید اس کی وضاحت فرماتے ہیں کہ اس کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے تمہیں میرے مرشد کا عطا کردہ تصور اسم ذات (اللہ) اپنے سینے میں لکھنا ہوگا پھر اس تصور اسم ذات سے تمہارے جسم میں یعنی دل کے آئینہ میں ایک نور پیدا ہوگا چونکہ یہ نور اسم ذات سے تمہارے جسم میں یعنی دل کے آئینہ میں ایک نور پیدا ہوگا چونکہ یہ نور اسم ذات سے پیدا ہوا ہے اس لئے یہ خاص بار الٰہی کا نور ہے پھر اپنے آپ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں لیکن اس نور کی حقیقت کو وہی تسلیم کرے گا جس پر یہ ظہور ہوا ہوگا۔

خاندان کے بزرگ اور رشتہ دار جب بھی شادی کے لئے آپ کو مجبور کرتے آپ ہمیشہ خاموشی اختیار فرماتے۔ آخر خاندان کے تمام بزرگ حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کی شادی کے لئے عرض کیا۔ آپ نے بھی خاموشی اختیار فرمائی۔ رات کو حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان محمد عبدالعزیز صاحب کو شادی کا حکم دیا۔ اس حکم کی تعمیل میں 1933ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ انگہ شریف (خوشاب وادیٔ سون) میں نکاح فرمایا۔

1934ء میں آپ کے مرشد حضرت پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے اور آپ سمندری سے موجود ڈیرہ جہاں آپ کا مزار مبارک ہے منتقل ہو گئے اور اس کو آپ نے ''ہجرت'' کا نام دیا۔ یہاں آ کر آپ نے پکے مکانات کی بجائے ''چھپر'' جھونپڑے بنا کر رہائش اختیار کر لی۔ کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ اپنے بہترین گھروں کو چھوڑ کر ''چھپڑوں'' میں رہائش اختیار کرنا عجیب ہے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ فقیروں کے لئے مکان ضروری نہیں ہے۔

پابندیٔ وقت کا یہ عالم تھا کہ ایک لمحہ کی کمی بیشی بھی طبیعت پر گراں گزرتی تھی۔ آپ کا معمول تھا کہ صبح تین بجے اٹھ کر چائے پیتے اور وظائف پڑھتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی اور نماز فجر کے بعد ایک گھنٹہ کے لئے تصور اسم اللہ ذات میں مشغول رہتے۔ اس کے بعد ملاقات اور طالبین سے تلقین و ارشاد میں مصروف رہتے۔ 10:30 بجے آپ کھانا کھا کر سو جاتے اور ظہر کے وقت اٹھ

Marfat.com

کر آپ نماز باجماعت ادا کرتے۔ اس کے بعد پھر ایک گھنٹہ اسم اللہ ذات کا وظیفہ پڑھتے۔ اس کے علاوہ صبح اور شام کی طویل سیر بھی آپ کا معمول رہا ہے۔ آپ کا معمول تھا کہ سردیوں میں پانی کا مٹکا باہر رکھوا دیتے اور خوب ٹھنڈا پانی پیتے اور چائے بھی تیز اور گرم استعمال کرتے تھے۔ آپ کا کھانا کسی وجہ سے لیٹ ہو جاتا تو کھانا چھوڑ دیا کرتے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ کھانا کھا چکے ہیں۔ وقت کی اس قدر پابندی اور نماز قضا نہ ہونے دینا ایک بہت بڑی کرامت سے کم نہیں۔

ایک دفعہ آپ اسم اللہ ذات کے بارے میں اپنے مریدوں کو سمجھا رہے تھے کہ اسم اللہ ذات تمام قوتوں اور فیض و برکت کا منبع ہے اور اسم اللہ ذات کا تصور تیر قضا ہے اس درس کے دوران پاس سے گزرنے والے ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ کچھ کر کے دکھائیں۔ تو آپ نے پاس سے ایک ٹھیکری اٹھائی اور اس پر "اَللّٰہ" لکھ کر اس کو فضا میں پرواز کرنے والی چیل کی طرف اچھال دیا اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ چیل زمین پر آ گری اور پھڑکنے لگی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: یہ اس کی ادنیٰ سی مثال ہے۔ آپ کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے اور آپ ان کو ان کی طلب کے مطابق فیض عطا کرتے۔ اسم اللہ ذات کی تلقین کرتے مگر آپ کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپ اسم اللہ ذات ہر کسی کو عطا نہیں کرتے تھے بلکہ یہ خاص طالبین کو عطا فرماتے تھے۔

آپ کا انداز تبلیغ و تلقین بھی منفرد تھا۔ آپ جس کو بھی کوئی بات سمجھانا چاہتے۔ اس حکمت سے سمجھاتے کہ وہ سمجھ بھی لیتا اور مشکور بھی رہتا۔ یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی تھی۔

بیعت کے بعد کا واقعہ ہے کہ آپ ابھی پیر صاحب سلطان سید محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے فارسی کتب اور سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی کتب پڑھ رہے تھے کہ ایک مسئلہ آپ کے ہاں پہنچا۔ وہ اس طرح کہ ان دنوں دربار سلطان العارفین کے سجادہ نشین صاحبزادہ امیر سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان العارفین کی کتاب ''عین الفقر'' کے ترجمہ کے لئے مولوی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا۔ مولوی صاحب کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے جب اس فقرہ تک پہنچے: ''مرشد ابتدائی مقام پر ہو اور طالب انتہا پر تو وہ مرشد اپنے طالب کو اعلیٰ مقام تک لے جاتا ہے۔''

Marfat.com

یہ فقرہ پڑھ کر مولوی صاحب بہت پریشان ہوئے کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ انہوں نے اس فقرہ کو حضرت امیر سلطان کے سامنے پیش کر کے پوچھا کہ کیا یہ صحیح ہے۔ اگر یہ کتابت کی غلطی ہے تو اسے کاٹ دیتے ہیں۔ یہ فقرہ پڑھ کر حضرت امیر سلطان صاحب نے خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر مولوی صاحب کو سلطان محمد بہادر علی شاہ کی طرف بھیج دیا۔ جب مولوی صاحب نے حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ کر مسئلہ پیش کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس فقرہ کا مطلب بتائیے تو سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھ کر جواب دیا کہ مرشد کی ابتداء اور طالب کی انتہا سے مراد یہ ہے کہ مرشد ابتداء یعنی مقام ازل پر ہوتا ہے جہاں صرف وحدت ہی ہوتی ہے۔ اس وحدت ہی سے تمام کثرت پیدا ہوتی ہے اور موجودہ جہان اس وحدت سے کثرت کی آخری صورت اور انتہائی منزل ہے۔ یعنی مرشد عارف باللہ فنا فی اللہ ہوتا ہے اور طالب عارف دنیا نفس کا ساتھی ہوتا ہے۔ اب یہ مرشد کا کمال ہی ہے جو اپنے اس طالب کو مقام دنیا جو آخری مقام ''اسفل السافلین'' ہے سے نکال کر اعلیٰ مقام معرفت الٰہی تک لے جائے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت اور صورت مبارکہ اس قدر جامع اور دلکش تھی جو کوئی آپ کو دیکھتا اور زیارت کرتا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی میں آ جاتا تھا۔ آپ کا درمیانہ قد قدرے بڑھا ہوا تھا رنگ گندمی، سفیدی مائل، جسم معتدل، ہونٹ پتلے، ابرو پتلے اور خوبصورت آنکھیں روشن اور بارعب، آواز رسیلی دل موہ لینے والی جو ہر کسی کو بھلی معلوم ہوتی تھی۔ آپ کا لباس سفید کرتا، تہہ بند، عمامہ اور سفید ٹوپی رہا۔ خوش اخلاق اور نرم طبع تھے۔ گردن جھکا کر شاہانہ چال چلا کرتے۔ آپ کے منور چہرۂ مبارک کو کوئی ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھ سکتا اور نہ کسی کو بات کرنے کی جرأت ہوتی یعنی بات حلق میں اٹک جاتی۔ حتیٰ کہ آپ خود پوچھ لیتے ہیں۔ آپ اس قدر رقیق القلب اور نرم خو تھے کہ آپ سے کسی کی تکلیف نہیں دیکھی جاتی تھی۔ آپ کے پاس جو بھی کوئی مانگنے والا حاجت مند آ جاتا اسے خالی نہ لوٹاتے بلکہ ہر حال میں اسے خوش کرنے کی پوری کوشش کرتے اور اگر پاس

Marfat.com

کچھ نہیں ہوتا تو گھر سے کپڑے وغیرہ لا کر اسے دے دیتے۔ بلکہ کئی دفعہ اپنے غلاموں اور حاجت مندوں کو خود کھانا کھلاتے اور انہیں خوش کرنے کے لئے ہلکا سا مزاح بھی کرتے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر سفر میں رہتے تھے اور خاص طور پر گرمیوں میں کوئٹہ کی طرف جانا آپ کا معمول تھا۔ جوانی میں آپ نے اپنے چچا زاد حضرت سلطان محمد نواز کے ہمراہ دِلّی سے کابل تک کا سفر بھی فرمایا۔

ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کھوہار (ضلع جہلم) تشریف لے گئے وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے عرض کیا کہ حضور میرا ایک بیٹا غلام محمد ہے۔ جو اس وقت افریقہ میں مقیم ہے۔ میں نے اسے بارہا کہا کہ تو کسی مرشد کے ہاتھ پر بیعت ہو جا مگر وہ ماننے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے یہاں پاکستان میں آ کر بیعت نہیں ہونا اگر کوئی مرشد کامل ہے تو وہ مجھے پاکستان سے ہی افریقہ میں بیعت کر لے۔ میں اسے ہی اپنا مرشد تسلیم کروں گا۔ یہ بات سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفہ غلام یٰسین صاحب کو وضو کرنے کا حکم دیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس خلیفہ کو بیعت کیا اور اسم اللہ ذات کی تلقین فرمائی اور اپنے مرید سے فرمایا: مبارک ہو ہم نے تمہارے بیٹے غلام محمد کو بیعت کر لیا ہے۔ پھر یہ وقت اور دن اپنے دوسرے خلیفہ ولایت شاہ کو حکم دے کر لکھوایا۔ کئی دن بعد غلام محمد صاحب کا افریقہ سے خط آیا جس میں اس نے دن، وقت اور اپنے مرشد کی صورت میں علامات لکھیں اور لکھا کہ ''میں پریشان بیٹھا تھا کہ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ آج نماز پڑھوں۔ پھر نماز کے لئے وضو کر کے مسجد گیا نماز سے جب فارغ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ نورانی صورت میں ایک بزرگ ہے جو میرے قریب آ کر بیٹھ گئے ہیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بیعت کرتے ہیں اور اسم اللہ ذات کے متعلق تلقین کر کے چلے جاتے ہیں۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ ایسی صورت میں نے پہلے کہیں نہیں دیکھی۔'' جب کچھ عرصہ بعد غلام محمد صاحب پاکستان آئے تو اسے اس کے والدین آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملوانے کے لئے دربار شریف لائے۔ لیکن پہلے وہ جان بوجھ کر غلام محمد کو دوسرے صاحبزادوں کے پاس لے جاتے رہے جنہیں

Marfat.com

دیکھ کر وہ کہتا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔ پھر آخر میں سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لایا گیا جونہی اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صورت مبارک کو دیکھا تو پکار اٹھا کہ یہی وہ بزرگ ہیں جو مجھے بیعت فرما چکے ہیں۔

ایک دفعہ آپ اپنے مرشد سلطان سید محمد بہادر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر موجود تھے اسی مرید غلام محمد نے عرض کیا: حضور میں اپیل کرتا ہوں کہ افریقہ میں تبلیغ اسلام کی بہت ضرورت ہے یا تو خود تشریف لے چلیں یا اپنے کسی خلیفہ کو مقرر فرمائیں۔ اس اپیل پر آپ خاموش رہے۔ پھر فرمایا: کل آپ کو ایک خلیفہ دیں گے۔ اب خلفاء سوچنے لگے کہ کل کس کی ڈیوٹی افریقہ میں لگے گی۔ صبح جب آپ نماز فجر کے بعد وظیفہ سے فارغ ہوئے تو غلام محمد کو مزار پاک کے اندر بلا لیا اور انہیں مزار پاک پر ہی بیعت کر کے خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تین آدمیوں کو اپنی خلافت سے نوازا۔ تحصیل دینہ کے پیر سید ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور جنڈ والہ جھنگ میں میں جیون رحمۃ اللہ علیہ کو۔ سید ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ ایام محرم قریب تھے اور دربار سلطان العارفین رحمت اللہ علیہ اور سمندری کے راستہ میں ایک گڑھا پڑا ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلفاء اور مریدین سے فرمایا کہ یہ گڑھا بند کر دیا جائے تا کہ کوئی آنے والا اس میں نہ گر پڑے۔ دو دن بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو گڑھا اسی طرح موجود تھا۔ اگلے دن ولایت شاہ صاحب نے بتائے بغیر وہ گڑھا بھر دیا۔ جسے دیکھ کر حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ سب لوگ خاموش رہے۔ تھوڑی دیر کے سکوت کے بعد ولایت شاہ صاحب اٹھے اور عرض کی: حضور اس ناچیز نے یہ گڑھا بھرا ہے۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تو پھر تمہیں سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بھر دیا ہے۔ انہیں سینے سے لگا کر خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔

آپ اکثر فرماتے کہ قادری فقیر کامل تصرف کا مالک ہوتا ہے اس کی نگاہ نشانہ پر لگنے والے تیر کی مثل ہوتی ہے یعنی جتنا بھی بڑا مجمع ہو وہ جس کو چاہے فیض سے نواز دے اسے حجروں

Marfat.com

میں چھپنے کی ضرورت نہیں چونکہ آپ کے ملنے والے ہزاروں ہوتے تھے لیکن آپ دلوں کو دیکھ کر خاص بندوں پر مہربانی فرمایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپ اپنے مرشد کے دربار شریف پر تشریف فرما تھے کہ آپ کا مرید کڑی خیسور (ڈیرہ اسماعیل خان) سے لالہ احمد خان پٹھان (جس نے آپ کو حضرت سلطان غلام نبی کا رُقعہ پیش کیا تھا) آ کر گریہ کرنے لگا: ''جناب والا! ہمارے دوسرے خاندانوں سے دشمنی ہے اور وہ طاقتور ہیں انہوں نے پیغام بھیجا ہے کہ ہم اگلے دنوں حملہ کے لئے آئیں گے اور تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ آپ مہربانی فرمائیں ہمارے حق میں دعا فرمائیں۔ اللہ ہمیں دشمن سے محفوظ رکھے۔'' آپ نے اسے تسلی دی اور فرمایا کہ انشاء اللہ مرشد پاک کے وسیلہ سے تم لوگ خیریت سے رہو گے۔ پھر اگلے دنوں جب دشمنوں نے لالہ احمد خان پر کڑی خیسور میں حملہ کیا اور لالہ احمد پر سیدھے دس فائر کر کے چلے گئے لیکن لالہ احمد خان مکمل امن و امان سے رہے اور انہیں یہ گولیاں کوئی گزند نہ پہنچا سکیں۔ کچھ دنوں بعد سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سلطان سید محمد بہادر علی شاہ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں سلطان محمد بہادر علی شاہ نے آپ کو ان دس گولیوں کے سکے دے کر فرمایا کہ یہ ہم نے اپنے ہاتھ پہ گولیاں روکی ہیں۔ ان گولیوں کے سکے آج بھی محفوظ ہیں۔ یعنی یہاں آپ نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کو ثابت کر دیا ہے:

اولیاء را ھست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند از راہ

یعنی اولیاء کاملین کو بارگاہ الٰہی سے وہ طاقت حاصل ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس موڑ لیتے ہیں۔ اس طرح ہی پیر صاحب نے کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مریدین اکثر مجبور کیا کرتے تھے کہ آپ کوئی درسگاہ قائم کریں۔ ابھی یہ تذکرہ چل رہا تھا کہ آپ کو ایک طالب علم ملنے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تو جو درسی کتابیں پڑھتا ہے یہ بتا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان بھی ہو سکتی ہے۔ تو وہ کہنے لگا: ''اس دنیا میں

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا وصال و دیدار ناممکن ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''پھر ایسی تعلیم کا کیا فائدہ۔'' لیکن مریدین کے اصرار پر آپ نے اپنے بڑے صاحبزادہ سلطان صفدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پیر قاسم علی شاہ صاحبؒ کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا اور سلطان محمد اصغر علی صاحب کو آپ خود پڑھاتے رہے اور بعد میں سلطان محمد فاروق صاحب اور سلطان محمد معظم علی صاحب کو دینی درسگاہ میں تعلیم کے حصول کے لئے داخل فرمایا جہاں سے دونوں صاحبزادوں نے قرآن پاک حفظ کیا پھر سلطان محمد معظم علی صاحب نے درس نظامی کی سند حاصل کی۔ اسی طرح آپ نے تحریر و تقریر کے لئے روایتی تعلیم بھی چاروں صاحبزادوں کو دلائی۔

آپ نے اپنے صاحبزادے سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ سے یہ فرمایا: ''بیٹا میں نے دنیا سے بہت بھلائی کی ہے جو بھی کوئی سوال لے کر آیا میں اُسے پورا ہی کرتا رہا ہوں لیکن بیٹا دنیا بے وفا ہے یہ دنیا دار وفا نہیں کرتے۔ لہٰذا میرے بعد اگر تم سے کوئی اسم اللہ ذات و معرفت الٰہی کا سوال کرے تو دل کھول کر دینا اگر کوئی دنیا مانگے تو خیال کرنا۔''

ایک دفعہ آپ اپنے مرشد سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کے مزار پاک کی طرف جا رہے تھے کہ میانوالی سے رب نواز خان ہاتھی خیل آیا اور آپ کے پاؤں سے لپٹ گیا۔ آپ نے پوچھا: بتاؤ بھئی خیریت تو ہے۔ تو رب نواز خان نے رو رو کر عرض کی: جناب میرا بیٹا قتل کے کیس میں ملوث ہے۔ اگلے دن صبح اس کی آخری تاریخ ہے اسے سزائے موت ہو جائے گی۔ آپ مہربانی فرمائیں اسے رہائی مل جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صبر کرو میں حضور پیر صاحب سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔ خان صاحب مزار شریف کے دروازے پر بیٹھ گئے اور آپ دروازہ بند کر کے محل مبارک کے اندر تشریف لے گئے۔ جب آپ حاضری دے کر واپس آئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رب نواز سے فرمایا: حضرت سلطان محمد بہادر علی شاہ کی دعا کی برکت سے تمہارا لڑکا بری ہے لیکن نقرہ گھوڑا شیرینی میں لگے گا۔ رب نواز نے عرض کیا: جناب ایک گھوڑا یا نو۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا: آپ نے دینا تو ایک بھی نہیں۔ لیکن یاد رکھو اگر عدالت جانے سے پہلے تیرے

Marfat.com

بیٹے حاکم خان کی ہتھکڑی گر جائے تو سمجھنا میرے مرشد کی دعا ہے اور اگر نہ گرے تو سمجھنا نہیں۔ اگلے دن جب اسے پیشی کے لئے پولیس والے لے گئے تو اس کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں کھل کر گر پڑیں۔ پھر جب وہ عدالت میں داخل ہوا تو جج نے کہا کہ تو تو بری ہے۔

ایک دن آپ بارہ نالیاں (جھنگ) میں تشریف فرما تھے اپنے ایک مرید غلام محمد عرف دھوتو فقیر کو دربار شریف پر بھیجا کہ وہ گھوڑے کی زین وغیرہ لے آئے جب دھوتو فقیر بارہ نالیاں سے چلا تو اس وقت دن ڈھل رہا تھا۔ دھوتو فقیر مغرب سے تھوڑی دیر پہلے دربار شریف پہنچا اور وہاں گھر سے زین وغیرہ سر پر اٹھا کر چل پڑا اور سوچنے لگا کہ اب تو سواری نہیں ملے گی۔ کیونکہ مغرب کے بعد اس روڈ پر سواری بند ہو جاتی تھی۔ پھر فیصلہ کیا کہ دریا کے راستے شورکوٹ پیدل چلا جائے۔ لیکن جب دریا کے قریب پہنچا تو پریشان ہو گیا کہ یہاں تو کشتی بھی نہیں پھر دریا میں پانی بھی گہرا ہے۔ پھر یہ سوچتے ہوئے کہ دریا میں پانی برابر نہیں ہوتا گہرے پانی میں تیرلوں گا اور کم گہرے پانی میں چل کر دریا عبور کرلوں گا۔ سامان اور کپڑوں کی گٹھڑی سر پر رکھ کر دریا میں چل پڑا۔ ابھی چند قدم ہی دریا میں چلا تھا کہ ڈوبنے لگا۔ پھر کوشش کر کے دریا سے باہر نکل کر کنارے پر بیٹھ کر رونے لگا کہ آج یہ مجھ پر کیسا امتحان آپڑا ہے۔ کافی دیر تک گریہ وزاری سے روتا رہا پھر دل کو مضبوط کر کے یہ فیصلہ کر کے کہ میرا مرشد کامل ہے مجھے اس نے اپنے حکم سے دربار شریف بھیجا ہے اب میرے پاس ان کا سامان بھی ہے۔ میری موت دریا میں ہے تو ہو۔ میں مرشد کے حکم کو درمیان میں نہیں چھوڑوں گا بے شک مر جاؤں۔ یہ سوچ کر دوبارہ دریا میں داخل ہوا اس بار وہ پورا دریا پار کر گیا اور پانی پنڈلیوں سے بھی نیچے رہا۔ پھر رات تقریباً 12 بجے بارہ نالیاں پہنچا۔ اسے دیکھتے ہی حضرت صاحب مسکرا دیئے اور فرمایا:

"اگر پہلی بار کامل یقین اور توکل کے ساتھ چلا آتا تو تب بھی پار ہوتا لیکن تجھے اس وقت دریا کا گہرا پانی خوف دلا رہا تھا اس لئے ڈوب گیا جب تو نے یقین کامل کر کے مکمل توکل اور بھروسہ کیا تو کامیاب ہو گیا۔" اسی طرح ایک دفعہ آپ "گرہ کوڑا" جو نانک کے نزدیک ہے، میں تشریف لے

Marfat.com

گئے۔ یہاں آپ کے ایک مرید ملک عمر دراز نے آپ کے پاس آ کر عرض کی: جناب میری اولاد نہیں ہے دعا فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا: اے عمر دراز اللہ تعالیٰ تمہیں دو بیٹے عطا کرے ایک کا نام عمر حیات اور دوسرے کا نام خضر حیات رکھنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دو بیٹوں سے نوازا جو آج بھی موجود ہیں۔

مارچ 1979ء کے آخری دنوں میں آپ کو گردوں کی شدید تکلیف ہوئی۔ آپ بارہ نالیاں جو کہ بھکر روڈ جھنگ سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے مہر احمد خان مکھیانہ کے ڈیرہ پر ڈاکٹر محمد یوسف سرجن کے زیر علاج رہے۔ ایک دن تکلیف زیادہ ہونے پر ڈاکٹر صاحب نے چیک اپ کرنے کے بعد مایوسی کا اظہار کیا لیکن حضرت صاحب نے اگلے دن صبح سویرے صاحبزادہ سلطان محمد اصغر علی صاحب کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ کل ڈاکٹر صاحب نے میری صحت کے بارے میں مایوسی کا اظہار کیا ہے آپ مایوس نہ ہوں بلکہ آپ فوراً میرے مرشد پاک کے دربار عالیہ پر حاضر ہوں اور وہاں مزار مبارک پر ہاتھ رکھ کر ان کی بارگاہ میں عرض کریں اور میری صحت کا سوال کریں اور پھر وہ ہاتھ کسی چیز کو لگائے بغیر واپس آ جائیں۔

سلطان محمد اصغر علی صاحب فوراً حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر تشریف لے گئے اور دربار عالیہ پر حاضر ہو کر مزار پاک پر ہاتھ رکھا اور والد محترم کی صحت کا سوال عرض کیا۔ پھر اسی حکم کے مطابق اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہوئے جب واپس پہنچے تو سلطان محمد عبدالعزیز صاحب نے سلطان محمد اصغر علی صاحب کے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر لگایا اور پھر گردوں کے مقام پر پھیرا۔ اس سے یہ اثر ہوا کہ فوراً تکلیف رفع ہو گئی۔ اس کے بعد آپ نے صاحبزادوں کو حکم دیا کہ میرے ساتھ حضرت پیر سید بہادر علی شاہ صاحب کے دربار عالیہ پر چلیں۔ کچھ دن قیام کے بعد جمعرات کے دن نماز عصر کے بعد جب آپ وظائف سے فارغ ہو کر حضرت پیر صاحب کے محل پاک سے باہر تشریف لائے تو اپنے مریدین سے فرمایا کہ مجھے مبارکباد دو کہ حضور پیر صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں آپ کے بچوں کو خود بیعت کروں گا۔ آج میں نے جب حضور پیر صاحب سے عرض کی کہ میری بیماری کی حالت سے زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ مہربانی فرمائیں اور بچوں کو

Marfat.com

بیعت فرمائیں۔ حضور پیر صاحب نے جواب دیا: ابھی دو سال خیر ہے یعنی آپ کی زندگی ابھی دو سال اور ہے (اس دن سے پورے دو سال بعد آپ نے وصال فرمایا) اور حکم دیا ہے کہ جمعہ کے دن بعد از نماز مغرب آپ کے دونوں صاحبزادوں کو بیعت کروں گا۔ اس وقت تک سلطان محمد صفدر علی بھی پہنچ جائیں گے کیونکہ سلطان محمد صفدر علی صاحب اس وقت دربار پیر صاحب پر موجود نہ تھے اور نہ ہی ان کو اطلاع دی گئی۔ البتہ سلطان محمد اصغر علی صاحب وہاں موجود تھے۔ قدرت خدا کی یہ بات حرف بحرف سچ ثابت ہوئی۔ اگلے دن جب نماز جمعہ کی جماعت کھڑی ہوئی تو سلطان محمد صفدر علی صاحب بھی جماعت میں شامل ہو گئے اور مغرب کی نماز کے بعد آپ اپنے دونوں صاحبزادوں کو مزار مبارک کے اندر لے گئے۔ مزار کے مغرب کی طرف سینے کے قریب بیٹھ گئے اور آپ نے مزار پر ہاتھ رکھ کر کلام پاک پڑھا اور پیر سید سلطان محمد سید بہادر علی شاہ صاحب کے ہاتھ مبارک پہ (روحانی طور پہ) بیعت کیا ان ہاتھوں پر سلطان محمد صفدر علی صاحب اور سلطان محمد اصغر علی صاحب کے ہاتھوں کو پکڑ کر رکھتے ہوئے آپ نے دونوں صاحبزادوں کو بیعت فرمایا اور پھر باہر آ کر فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کا قرب و وصال حاصل نہیں ہوتا۔ مگر میرے ان دو صاحبزادوں سے اللہ تعالیٰ کا قرب و معرفت بندوں کو نصیب ہو گا۔

اپریل 1981ء میں آپ کو آنکھوں کے آپریشن کے لئے لاہور میو ہسپتال میں داخل کروایا گیا۔ آپ نے 8 اپریل 1981ء کو فرمایا کہ مجھے آپریشن کی ضرورت نہیں۔ کل 9 اپریل کو سلطان العارفین کا عرس مبارک ہے میں اس میں ضرور شامل ہوں گا۔ آپ لوگ مجھے گھر لے چلیں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یاد رکھیں میری موت لاہور میں لکھی جا چکی ہے۔ آپ نے تیاری کر کے 9 اپریل کو عرس میں شمولیت کے لئے دربار شریف پر حاضری دی۔ 12 اپریل کو تکلیف بڑھ گئی تمام برادری نے مجبور کیا کہ لاہور چلے جائیں۔ جب آپ کو لاہور کے لئے لے کر چلنے لگے تو آپ نے فرمایا: ''چلو رب کی رضا اسی طرح ہے۔'' آپ کو 12 اپریل کی صبح سات بجے لاہور میو ہسپتال میں دوبارہ داخل کرایا گیا۔ اچانک آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ دن کے وقت ایک بج کر پندرہ منٹ پر

Marfat.com

آپ نے آنکھ کھولی اور پوچھا کہ وقت کیا ہے؟ ایک مرید نے بتایا کہ سوا ایک بج چکا ہے۔ استفسار کے انداز میں فرمایا کہ نماز کا وقت ہے۔ اس مرید نے عرض کی: کچھ دیر ہے۔ پھر فرمایا: ہماری نماز کا ٹائم ہو چکا ہے۔ آپ نے اشاروں سے تیمم فرمایا پھر ظہر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اسم اللہ ذات لے آؤ تا کہ وظیفہ پڑھ لوں۔ جس پر یہ کہا گیا کہ وہ تو جلدی میں گھر رہ گیا ہے۔ اسی حالت میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) کی نظر کا پہلا تصور مرشد کامل اور آخری تصور اسم اللہ ذات تھا۔

وصال کے بعد 13 اپریل کو آپ کی نماز جنازہ حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ادا کرنے کے بعد آپ کو موجودہ مزار کی جگہ پر سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس جگہ پر اب آپ کا خوبصورت مزار اور ایک عالی شان مسجد تعمیر ہو چکی ہے اور ہر سال 12,13 اپریل کو یہاں پر ''اصلاحی جماعت'' کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے۔ حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک سال جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو منایا جاتا ہے۔ اس کے بعد آپ کا عرس مبارک تین دن تک ہفتہ، اتوار اور پیر کو منایا جاتا ہے۔

Marfat.com

شہبازِ عارفاں سلطان الاولیاء

سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہؒ

حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد سید محمد سیّد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے ولی کامل تھے۔ آپ کے فیض سے لاکھوں سیاہ کار مستفیض ہو کر عابد و زاہد بن گئے اور بڑے بڑے دنیادار، بڑے بڑے جاگیردار ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد پھر زندگی بھر آپ کی غلامی کا پٹہ گلے سے نہ اتار سکے اور اسے ہی مقصد حیات جاننے لگے چونکہ حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ سے روحانی بیعت فرمائی تھی۔

شہبازِ عارفاں سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان سید محمد سیّد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب غلاموں اور خلفاء میں سے ہیں۔ آپ بچپن ہی سے حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ کی طرف مائل تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سید عبداللطیف شاہ رحمۃ اللہ علیہ المعروف امام بری سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے اور پھر حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ بہت مشہور عالم، عارف، متقی اور امام وقت تھے اور ایران کے شہر مشہد کے رہنے والے تھے۔ اسی نسبت کی وجہ سے آپ پیر سیّد بہادر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کاظمی اور المشہدی مشہور ہیں۔ تبلیغ دین کے سلسلہ

Marfat.com

میں آپ کے آباؤ اجداد برصغیر میں تشریف لائے۔ آپ کے خاندان کے کچھ بزرگ شورکوٹ سے شمال مغرب کی جانب چار میل کے فاصلے پر واقع قصبہ حسووالی میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ کے والد ماجد سید فتح محمد شاہ صوفی منش، بااخلاق اور دیندار تھے اور دینی خدمات کے ساتھ کاشت کاری کا کام بھی کرتے تھے۔ آپ کے والد صاحب بھی حضور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے بہت متاثر تھے اور اکثر آپ کے دربار شریف پر حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ کے ہاں 1801ء میں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ آپ نے اس بیٹے کا نام محمد بہادر علی رکھا۔ سید محمد سیّد بہادر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک سے سادگی اور نور اس طرح جھلکتا تھا کہ دیکھنے والا فوراً آپ کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔ دین کی خاطر آپ کی رغبت کو دیکھتے ہوئے آپ کے والد حضرت سیّد فتح محمد شاہ مشہدی اپنے فرزند ''سیّد محمد بہادر علی شاہ'' کو ملتان کے ایک عالمِ دین عبید اللہ شاہ کے مدرسہ میں لے کر جارہے تھے اُنہوں نے بیٹے کو لیکر جاتے ہوئے ارادہ کیا کہ حضرت سُلطان باھُو کے آستانہ پہ حاضری دیتے ہوئے جائیں گے تو اُنہوں نے دربارِ عالیہ پہ حاضری دی اور پھر آگے ملتان کی طرف روانہ ہوگئے۔

اُن کے بیٹے کو مدرسہ میں داخل ہوئے ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ ایک روز اُنہیں یہ پیغام ملا کہ آپ کا بیٹا سب کچھ پڑھ گیا ہے اِس لئے اِس کو لے جایئے۔ یہ سُن کر اک مرتبہ تو شاہ صاحب پریشان ہوئے کہ کہیں اُن کے بیٹے سے کوئی غلطی تو نہیں سرزد ہوگئی جس کی وجہ سے بیٹے کو وہاں سے واپس بھیجا جارہا ہے۔ جب وہ وہاں پہ پہنچے اور عبید اللہ شاہ صاحب سے ماجرا دریافت کیا تو اُنہوں نے بتایا کہ آپ جب اِنہیں چھوڑ کر گئے تو میں نے قرآن پاک کا پہلا سبق اِن کو پڑھانا چاہا تو اِنہوں نے اگلا سبق بھی سنا دیا اور پھر مجھے معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم تو انہیں مکمل آتا ہے لہٰذا میں نے درسِ نظامی کے اسباق جب شُروع کروائے تو وہ بھی انہیں آتے تھے۔ پھر میں نے اِن سے فقہ، حدیث اور تفسیر کے متعلق بات کی تو اُن پہ بھی یہ عبور رکھتے تھے۔ جو پڑھانے کیلئے آپ اِن کو میرے ہاں لائے ہیں وہ تو یہ پہلے ہی سے جانتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ اتنی زیادہ کم

Marfat.com

عمری میں یہ تمام علوم کے ماہر کیسے بن گئے؟ ۔ تو ''سیّد محمد بہادر شاہ'' کے والد نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ نے بظاہر تو کچھ نہیں پڑھا پھر یہ سب کچھ کہاں سے حاصل کیا؟ ۔ تو ''سیّد محمد بہادر شاہ'' نے بتایا کہ گھر سے چلتے ہوئے جب حضرت سلطان باھُو کے مزار پہ حاضری دی مجھے یہ سارا فیض وہیں سے عطا ہوا۔ حضرت سُلطان باھُو نے فرمایا کہ آپ کے خون اور آپ کے قلب میں آپ کے نانا سیّد الانبیاء محمد الرسول اللہ ﷺ کی پاکیزگی اور آپ کے جمال کا عکس ہے اِس لئے میں یہ خزانہ فقر امانت بطور آپ کے حوالے کر رہا ہوں۔ جسے آپ نے میری اولاد میں واپس لوٹانا ہے۔۔ چنانچہ آپ کے والد ماجد آپ کو واپس ملتان سے دربار حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ لے آئے۔ یہاں رات کو خواب میں حضور سلطان العارفین ؒ نے فرمایا کہ آپ اپنے بیٹے کو یہیں میرے پاس چھوڑ جائیں اور اب ہم اس کے نگران اور محافظ ہیں جس پر عمل کیا گیا۔ پھر آپ نے چالیس سال کا طویل عرصہ دربار حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر گزارا۔ بعد ازاں سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو کسی کامل قادری مرشد کی ظاہری بیعت کا حکم فرمایا۔

ظاہری بیعت کا حکم ملنے کے بعد پیر سید سیّد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلطان العارفین کی خدمت عالیہ میں التماس کیا کہ آپ ہی میری راہنمائی فرمائیں۔ حضور سلطان العارفین ؒ نے آپ کی رہنمائی پیر سید عبدالغفور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف فرمائی جن کا اصل ڈیرہ موضع مڈ شریف (شورکوٹ) میں تھا۔ پیر سیّد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس رہنمائی کے ذریعے حضرت محمد عبدالغفور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی استدعا کی۔ عبدالغفور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا کہ تم بھی حکم کے پابند ہو اور میں بھی حکم کا پابند ہوں۔ بیعت کے بعد آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ دن گھر گزارتے اور رات دربار سلطان العارفین پر حاضر ہوتے۔

دربار شریف پر ایک خاص مجلس لگتی اور تمام مریدین خاص اور خلفاء اس مجلس میں حاضر

Marfat.com

ہوتے۔ چونکہ ترتیب کے لحاظ سے آپ کا آخری نمبر تھا اس لئے آپ آخری نمبر پر پہنچے۔ ایک دن آپ حاضری کے لئے دربار شریف روانہ ہوئے تو راستے کی تاریکی کے ساتھ دریا میں طوفان آیا ہوا تھا اور شدید آندھی تھی۔ ملاح نے جواب دیا کہ دریا میں طوفان ہے اس لئے میں پار نہیں لے جاسکتا۔ مگر آپ نے فیصلہ پختہ فرمالیا کہ میں دربار شریف ضرور جاؤں گا چاہے مجھے اس راستہ میں موت بھی آجائے۔ پھر آپ نے دریا میں چھلانگ لگا دی اور تیرتے ہوئے دوسرے کنارے تک پہنچ گئے۔ جب آپ دربار شریف پہنچے اور کچہری نصیب ہوئی تو حضور سلطان العارفین ؒ نے نورنگ سلطان خلیفہ سے فرمایا جو آپ کے پہلے خلیفہ تھے اور ساتھ بیٹھے تھے کہ آج سید صاحب بڑی محنت کر کے آ رہے ہیں۔ لہٰذا یہ جگہ ان کے لئے خالی کریں۔ اس طرح سے حضور پیر سید بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان العارفین کی کچہری میں پہلا نمبر مل گیا۔ آپ فرماتے ہیں:

کرم ہویا اللہ پاک دا جی جینوں نصیب در سلطان ہویا

جب سلوک کا سفر طے ہوگیا تو پھر آپ نے نکاح کی سنت پوری کی۔ مگر آپ کا معمول مبارک اس طرح تھا کہ دن کو اسم اللہ ذات اور عبادت الٰہی میں مصروف رہتے اور رات کو دربار شریف پر حاضر ہوجاتے۔ اس طرح آپ کی ازدواجی زندگی متاثر ہونی شروع ہوئی۔ سسرال والے دنیاداری کے لئے مجبور کرتے تھے اور پھر آخرکار خاندان کے دباؤ کے تحت بیوی نے طلاق مانگ لی۔ تب آپ نے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر بیوی کو طلاق دے دی اور دنیا سے مکمل چھٹکارا حاصل کرلیا۔ کچھ عرصے کے بعد آپ حسووالی کو چھوڑ کر موضع فرید محمود کاٹھیہ (شورکوٹ) میں آگئے۔ آپ کے اس ڈیرے کی منتقلی کو ہجرت کے نام سے موسوم کیا گیا۔ جب آپ یہاں تشریف لے آئے تو آپ نے دیکھا کہ یہاں کے لوگ کچی آبادیوں میں مقیم ہیں۔ ہر طرف دشت و بیابان کی صورت تھی لوگوں کا گزر بسر مال مویشی اور بارانی فصلوں پر ہو رہا تھا۔ لوگ ان پڑھ تھے اور جہالت وظلمت میں گھرے ہوئے تھے۔ دینی علوم

Marfat.com

کی روشنی اور نور بصیرت و معرفت سے بالکل بے بہرہ تھے۔ آپ نے لوگوں میں دین کی شمع روشن کی۔ لوگوں کو عشق مصطفی ﷺ اور معرفت حق تعالیٰ کی دعوت دی۔ یہاں آپ نے ایک مسجد تعمیر کروائی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لوگوں کو اللہ کی طرف راغب کر کے اور ان کے اندر روح محمدؐ پھونک کر ان کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے اپنی زندگی مبارک کو دین کی خدمت اور تعلیمات کے لئے وقف کر دیا۔ آپ کے رویہ اور اخلاق کی چاشنی اور روحانی اور نورانی اثر سے ہر آنے والا مسحور ہو جاتا۔ اسی لئے دیہاتی علاقہ ہونے کے باوجود لوگوں کا ایک جم غفیر آپ کے اردگرد جمع رہتا۔ یہاں پر سالکانِ راہِ حق دُور دُور سے عرفانِ خداوندی سے بہرہ ور ہونے کے لئے حاضر ہوتے۔ لوگوں کو اسم اللہ ذات اور اسم محمد ﷺ کی تلقین کی جاتی اور حضور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا درس دیا جاتا۔ آپ جملہ عبادات باقاعدگی سے ادا کرتے۔ آپ نے قرآنِ پاک کے نسخہ جات بھی مرتب کئے (جن میں سے صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب کے بقول ایک نسخہ ملک برخوردار آف کچھی ضلع میانوالی کے پاس ہے) اس کے ساتھ ساتھ آپ نے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کی نقل بھی فرماتے تھے۔ ایک رات کتابیں لکھتے لکھتے آپ تھک گئے اور عشاء کی نماز کے فرض پڑھ کر سو گئے۔ رات کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آ کر جگایا اور فرمایا کہ آج آپ نے مجھے حضور پاک ﷺ کی بارگاہ سے گلہ دلوایا ہے کہ آج تیرے طالب سید سید بہادر علی شاہ نے میری سنتیں چھوڑ دی ہیں اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ آج اپنی مرغی کو بھی نہیں سنبھالا۔ اپنی مرغی کو سنبھالو کہ گیدڑ پہنچا ہوا ہے۔

آپ نے دین کی تبلیغ اور تعلیم و تلقین کے لئے دور دراز کے سفر فرمائے دوران سفر آپ کے ساتھ خلفاء و مریدین کی خاصی تعداد ہوتی۔ آپ لوگوں کو اللہ پاک کی محبت اور معرفت کی دعوت دیتے۔ آپ نے بڑی سخاوت کے ساتھ لوگوں کے دلوں کو نور معرفت سے منور فرمایا۔ آپ سید محمد عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جو کہ احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں ہے، حاضری

Marfat.com

دیتے تھے۔آپ کے سفر زیادہ تر بہاولپور، وہاڑی، ملتان، خانیوال، میاں چنوں اور تلمبہ کی طرف ہوا کرتے تھے۔آپ نے جھنگ کے شمالی حصہ اور خوشاب کا بھی دورہ فرمایا۔اس سفر میں آپ خوشاب کی وادیٔ سون میں بھی تشریف لے گئے۔آپ جس کسی کو بھی اسم اللہ ذات عطا فرماتے اسے خود لکھ کر اور سنارے سے سونے کا پانی چڑھوا کر دیتے۔آپ نے کم لوگوں کو بیعت فرمایا اور آپ کے تمام مریدین، مریدینِ خاص ہیں کیونکہ آپ یکساں مہربانی فرماتے تھے آپ جس پر بھی مہربانی فرماتے وہ اسم اللہ ذات میں مستغرق ہو جاتا اور اس پر جلالی کیفیت طاری ہو جاتی۔ایک دفعہ سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ رات کو ڈیرہ کے نزدیکی نالہ پر وضو کرنے لگے اور جب وضو کے لئے پانی میں ہاتھ ڈالا تو پانی انتہائی گرم تھا۔آپ حیران ہوئے اور پانی کے بہاؤ کے الٹے رخ چل پڑے کہ دیکھیں ماجرا کیا ہے؟ دور جا کر آپ نے دیکھا کہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرا خلیفہ پانی میں پاؤں ڈبو کر بیٹھا ہے اور تصور اسم اللہ ذات میں محو ہے۔جہاں یہ خلیفہ بیٹھا تھا اس کے اوپر کا پانی ٹھنڈا تھا۔یہی کیفیت لانگریوں کی بھی ہوتی تھی جبکہ وہ تصور اسم اللہ ذات میں محو ہو جاتے تھے تو توے پر روٹیاں جل جاتی تھیں اور سالن بھی جل جاتا تھا مگر پھر بھی جلی روٹیاں پیر صاحب بھی تناول فرماتے تھے۔بالآخر ایک دن حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے پیر صاحب سے فرمایا کہ آپ جلی ہوئی روٹیاں کھاتے ہیں تو ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔اس لئے آپ اپنے مریدوں پر حسب برداشت نظر فرمائیں اور حسب وسعت اسم اللہ ذات کھولیں ورنہ تمام کی کیفیت مجذوبی ہو جائے گی۔ہاں جب آپ کے مریدوں پر موت کا وقت آئے اس وقت جتنا چاہیں اسم اللہ ذات کھول دیں اور جتنا چاہیں نواز دیں اور پھر پیر صاحب نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔آپ کے فیضان نظر کا چرچا سن کر ایک دن ایک صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ مہربانی فرمائیں تا کہ مجھے خواب میں حضور پاکؐ کی زیارت نصیب ہو جائے۔پیر صاحب نے فرمایا کہ میں حضور پاک ﷺ کی خدمت عالیہ میں عرض کروں گا اور کل آپ کو بتاؤں گا۔وہ شخص اگلے دن حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ عرض منظور ہو گئی ہے۔لیکن شرط

Marfat.com

یہ ہے کہ مکان خوب پاک وصاف ہو۔ اس شخص نے اپنے اندازے اور سمجھ بوجھ کے مطابق مکان کو صاف پاک کیا اور نماز عشاء پڑھ کر سو گیا۔ اس رات اس کو زیارت نصیب نہ ہوئی اور وہ صبح سویرے حیرت کے عالم میں حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گیا اور عرض کی کہ جناب مجھے زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا: میں عرض پیش کروں گا۔ لہٰذا تم کل آنا۔ اگلے دن وہ شخص پھر آیا اور بتایا کہ مجھے پھر زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ حضور پاک ﷺ تشریف لائے تھے لیکن تیرے مکان میں حقے کی پلیدی تھی۔ پھر آپ نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا تم حقہ پیتے ہو؟ اس نے بتایا کہ جناب میں تو حقہ نہیں پیتا۔ البتہ اس دن اس کمرہ کے باہر کچھ مہمان بیٹھے حقہ پیتے رہے اور وہاں حقے کا پانی بھی گرا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اسی پلیدی کی وجہ سے حضور پاک ﷺ تشریف نہیں لائے تھے۔ پھر جا کر اس شخص نے مکان کی مکمل صفائی کروائی اور خوشبو استعمال کی اور پھر اس رات اس کو حضور پاک ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کے ختم شریف کے موقع پر آپ یہ اعلان فرماتے کہ جتنے بھی لوگ اس محفل میں حقہ پینے والے موجود ہیں وہ سب اس محفل سے باہر چلے جائیں اور اس کے بعد ختم شریف شروع کیا جاتا تھا۔

ایک دفعہ آپ ایک مرید کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ ایک خلیفہ بھی تھا اور دو گھوڑیاں تھیں۔ مرید بڑا غریب تھا اور اس کے پاس گھوڑیوں کی خدمت کے لئے کچھ نہ تھا۔ لہٰذا اس نے عرض کیا کہ حضور اگر اجازت ہو تو دونوں گھوڑیوں کو باہر جا کر کھیتوں میں جنگلی گھاس پر رسہ باندھ کر چھوڑ دوں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ گھوڑیوں کو باندھنے کے بعد وہ شخص پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جناب پیر صاحب کی تیاری ہونے لگی تو وہ شخص گھوڑوں کو لینے کے لئے باہر چلا۔ دیکھا تو دونوں گھوڑیاں باہر نہیں تھیں۔ رو کر عرض کرنے لگا کہ حضور دونوں گھوڑیاں چور لے گئے ہیں۔ آپ کا یہ نقصان میری وجہ سے ہوا ہے اور یہ میری ہی بدنصیبی ہے۔ پیر صاحب نے اس کو تسلی دی اور اپنے سفر پر روانہ ہوئے۔ اس کے بعد مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر آپ لوگوں

Marfat.com

سے اس مرید کے حالات دریافت فرماتے رہے۔آپ کو برابر یہی جواب ملتا کہ حضور وہ مرید اس دکھ کی وجہ سے بہت روتا رہتا ہے۔اس طرح تقریباً تین سال گزرنے کے بعد آپ اس مرید کے گھر دوبارہ تشریف لے گئے۔آپ نے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے؟ اس نے پھر وہی جواب دہرایا کہ آپ کا نقصان میری بدنصیبی کی وجہ سے ہوا ہے۔پیر صاحب نے فرمایا کہ ذرا باہر جا اور اسی جگہ پر جا کر گھوڑیوں کو دیکھ۔وہ مرید باہر گیا اور جا کر دیکھا تو اسی کھیت میں اسی جگہ پر وہ گھوڑیاں اسی رسے سے بندھی ہوئی کھڑی تھیں۔

آپ نے طالبان مولیٰ کی راہنمائی کے لئے کچھ ابیات کہے ہیں آپ کی شاعری میں آپ کی تعلیمات موجود ہیں اور سلسلہ سروری قادری میں آپ کی شاعری بہت مقبول ہے۔یہ کلام مقامی سرائیکی زبان میں ہے اور ہر پنجابی اور سرائیکی اس شاعری کو بہتر طریقے سے سمجھ سکتا ہے۔ آپ کا عارفانہ کلام باطنی و روحانی منازل طے کرنے والوں اور سالکانِ راہِ حق کے لئے بمنزلہ مینارۂ نور ہے۔آپ کا کلام مناجات اور سی حرفی کی صورت میں ملتا ہے۔آپ نے اپنے کلام میں دوسرے شاعروں کی طرح تخیل اور تصور نہیں باندھے بلکہ آپ کے اشعار عمل اور حقیقت کے قریب تر ہیں۔آپ کے کلام میں سادگی، بندھن، تسلسل اور بہترین روانی موجود ہے۔

عین ویکھیں، نہیں غین بھائی، نقطے عین بنایا ہے غین میاں
وچ نقطہ غین تاں عین ویکھیں خود پردہ ہویوں مابین میاں

آپ نے اپنے کلام میں مرشد کی محبت، صحبت، عقیدت اور اخلاص کو کامیابی کی کنجی قرار دیا ہے۔مرشد کامل کے بغیر نہ راہ ہے اور نہ کوئی منزل ہے جو بندہ مرشد کے بغیر چلتا ہے وہ ناکام و نامراد ہی رہتا ہے اور نہ اپنی اصل منزل تک پہنچ سکتا ہے۔

الف اللہ دی خبر نہ بھلیاں توں بھلے پیر توں رب توں بھل گئے
رفیق بناں طریق ناہیں اوجھڑ جنگل دے وچ رل گئے

ایک جگہ اور فرماتے ہیں:

ط طلب تینوں ہے خدا دی اے تاں اول مرشد کول کمال میاں

Marfat.com

آپ فرماتے ہیں کہ وہ ذات حق مرشد کامل کے دل میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

دول گولیں سے توں رب لوڑیں اللہ دل اندر ڈیرے لاوندا ای
ہزار کعبے کولوں ہک دل بہتر، صوفی فتوی علیہ فرماوندا ای
لا یسعنی فی الارض ولا فی السماء، ہور کسے نہ جا ساوندا ای
سلطان بہادر شاہ مُراد ہے دل مرشد ظاہر عارف اللہ کہاوندا ای

مزید فرمایا:

زیاں کرے شیطان تہاں جیہڑے مرشدنوں بھندے وسار بیلی
ہوے غرق طوفان کنعان وانگوں کیتے نفس خبیث خوار بیلی

آپ کا کلام طالبان مولیٰ کے لئے ایک کسوٹی ہے۔ آپ نے مفصل بیان کو اس طرح مختصر کر کے بیان کیا ہے کہ پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ بے شک دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ آپ نے حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں مناجات بھی لکھیں۔ ان مناجات میں حضرت سلطان باہو کی محبت وعقیدت بھی ہے اور ساتھ ساتھ مہربانی کی التجاء بھی کی گئی ہے، مناجات صوفیاء کرام کی صنف خاص ''کافی'' کی طرز پر منظوم ہے۔ اس میں بڑی سادگی روانی اور تسلسل ہے۔

آپ کے ابیات ومناجات ایک منفرد مقام اور منفرد اسلوب کی حامل ہیں۔ آپ کا کلام تصور اسم اللہ ذات کے بعد راہِ حق تعالیٰ سے طالبانِ مولا کو آشنا کرتا ہے آپ کی شاعری اصل میں حقیقتِ حق کے اسرار ہیں۔ آپ کا کلام اگر ناقص طالب پر بھی اثر کر جائے تو اسے خالص بنا دیتا ہے آپ کے کلام کو پڑھنے سے انسان کی مرشد اور خدا کی ذات سے محبت بڑھتی ہے۔ ڈرامائی تمثیل، فضول استعاروں اور مجاز سے قطعاً اجتناب کیا گیا ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات اور مرشدِ کامل کی محبت پر زور دے کر حقیقت اور سچائی کو ثابت کیا گیا ہے۔

آپ کا وصال مبارک 15 پھاگن 27 فروری 1934ء میں ہوا۔ آپ کی عمر مبارک

Marfat.com

133 برس ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک موضوع فرید محمود کاٹھیہ میں ہے۔ جو شور کوٹ جھنگ روڈ پر اڈہ قاسم آباد سے ڈیڑھ کلومیٹر مشرق میں ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال 26,25,24 فروری کو ہوتا ہے اور ملک بھر سے ہزاروں عقیدت مند عرس پاک میں شرکت کرتے ہیں۔

یہ تھی وہ مبارک ومقدس ہستی جس کی حضرت سلطان عبدالعزیزؒ بیعت ہوئے اور بعد میں آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ کو بھی آپ کے پاس بیعت کی منازل طے کروائیں۔

Marfat.com

تعلیماتِ باطنی کا احیاء

حضرت سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ موجودہ دربار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے قریب بستی سمندری میں رہائش پذیر تھے۔ دریائے چناب کے کنارے پر آباد بستی خانوادۂ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے چند گھروں پر مشتمل تھی عمر مبارک کے آخری حصے میں یہاں سے نقل مکانی کر کے موجودہ ڈیرہ جہاں آپ کا مزار مبارک بھی ہے، چھپر کا بنا کر آباد ہوئے۔ آپ کے چار بیٹے ہوئے۔ حضرت سلطان محمد صفدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان محمد معظم علی صاحب مدظلہ الاقدس۔ آپ نے تعلیم و تربیت کے لئے سلطان محمد صفدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پیر قاسم علی شاہ صاحب کے پاس بھیجا اور سلطان محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان محمد معظم علی صاحب کو حفظ قرآن کے لئے مدرسہ میں داخل کرایا جبکہ سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تعلیماتِ فقر اور باطنی رُموز کی تعلیم کے لئے اپنے ساتھ رکھا۔ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ اپنا ہم سفر رکھتے خصوصاً تبلیغ کے لئے کیے گئے ہر سفر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ ساتھی رہے۔

حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن اور جوانی پاکیزگی میں اپنی مثال

Marfat.com

آپ تھی۔ آپ خوبصورت، تندرست و توانا، خوش اخلاق اور منزہ سیرت کے مالک تھے ابتدائی عمر میں بھی آپ کی فہم و فراست لاجواب تھی والد گرامی (ولی اکمل) کی صحبت میں رہ کر آپ ذکر و فکر میں محو ہوتے گئے۔ بطور طالب مولیٰ اپنے مرشد کی خدمت شروع کر دی اور بحیثیت خادم چوبیس گھنٹے خدمت کے لئے مستعد رہے۔ پھر اپنے مرشد کے لنگر خانہ میں بھی خدمات انجام دیں مریدین کے لئے خود لنگر تقسیم کرتے۔ مرشد کی محبت اور رضا کا جذبہ اس قدر موجزن تھا کہ انتہائی نازک مزاجی اور شگفتہ طبیعت کے باوجود مشکل اور محنت طلب کاموں کو خوش دلی سے کرتے اور خوشی کا اظہار فرماتے۔ مثلاً پیر سید محمد سید بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اور ساتھ مسجد پتھر کے بلاک سے تیار کی گئی جو آپ کے مرشد نے تعمیر کروائی آپ اس کا کام بنفس نفیس کرتے رہے نہ صرف اس وقت بلکہ آخر تک وہی محبت و جذبہ موجود رہا۔ آپ نے اپنے والد و مرشد کا مزار اور مسجد پتھر کے بلاکوں سے تیار کروائی اس کی تعمیر میں بھی آپ نے عملی حصہ لیا۔ بچپن سے ہی آپ کا رُجحان، مذہب، روحانیت، بزرگوں کی خدمات، مرشد کی خدمت، رضا الٰہی، ذکر و تصور اسم اللہ ذات اور معرفت و حقیقت کی تعلیمات کی طرف رہا ہے۔ اس دوران آپ کا معاشرتی و سماجی کردار انتہائی سنجیدہ، بامقصد اور باوقار رہا ہے۔ آپ نے والد و مرشد کے زیرِ فرمان کاشت کاری و ٹھیکے داری بھی کی۔ پھر آپ مرشد کی خدمت میں آگئے۔ اسرار و رموز باطنیہ، علوم روحانی اور واردات غیبی کے حصول کے لئے کامل یکسوئی کے ساتھ راہِ طریقت پر گامزن ہو گئے۔

1979ء میں شہباز عارفاں سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹوں حضرت سخی سلطان محمد صفدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت فرمایا اور خلافت عطا فرمائی لیکن اس شناسائے حقیقت نے اپنے بیٹے حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا:

''میرا یہ بیٹا فقر کو جس طریقہ سے سنبھالے گا ایسا قیامت تک کوئی نہیں سنبھال سکے گا۔''

''شمس العارفین'' کے مترجم سید امیر خان نیازی سروری قادری اس بیعت و خلافت کو

Marfat.com

اپنے ''پیش لفظ'' میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

1979ء میں ایک مرتبہ حضرت صاحب اپنے مرشد پاک حضرت سلطان محمد سید بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر تشریف فرما تھے، میں بھی ساتھ تھا۔ ہفتہ کے بعد میں چھٹی لے کر گھر چلا آیا، ہفتہ گزار کر میں دوبارہ حضرت صاحب کے پاس آ گیا۔ جونہی حضرت صاحب سے ملاقات ہوئی تو فرمایا: ''سید امیر خان! تمہیں مبارک ہو کہ سلطان محمد صفدر علی صاحب اور سلطان محمد اصغر علی صاحب کو میرے مرشد پاک حضور سلطان محمد سید بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دست بیعت فرمالیا ہے اور انہیں اپنی طرف سے خلافت بھی عطا فرمادی ہے۔''

میں بہت خوش ہوا اور عرض کی: ''حضور! خیر مبارک! یہ سب کب اور کیسے ہوا؟''

فرمایا: ''گزشتہ منگل کے روز میں محل شریف کے اندر گیا تو حضور پیر سید بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت صاحب جمعہ کے روز رات کو سلطان محمد صفدر علی صاحب اور سلطان محمد اصغر علی صاحب کو دست بیعت کرنا ہے آپ تیار رہیں۔'' سلطان محمد اصغر علی صاحب تو میرے پاس موجود تھے لیکن سلطان محمد صفدر علی صاحب اپنے گھر حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ پر تھے، چونکہ حضور پیر صاحب نے دونوں کو دست بیعت کرنے کا فرمایا تھا اس لئے مجھے یقین تھا کہ آپ باطنی تصرف سے سلطان محمد صفدر علی صاحب کو بھی بلالیں گے اور ہوا بھی یہی کہ جمعہ کے روز سلطان محمد صفدر علی صاحب بھی صبح سویرے خود بخود پہنچ گئے۔ مغرب کی نماز کے بعد جب میں سلام کرنے محل شریف کے اندر داخل ہوا تو حضور پیر صاحب نے فرمایا:

''آؤ اب صاحبزادگان کو دست بیعت کرلیں۔'' چنانچہ بظاہر تو میں نے دونوں صاحبزادوں کے ہاتھ اپنے مرشد پاک حضرت سلطان محمد سیّد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر رکھوا کر ان کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے اور ایک ہی نظر میں دونوں کو واصل باللہ، فنافی اللہ، بقا باللہ کر دیا لیکن بباطن یہ سب کچھ حضور پیر صاحب نے خود کیا اور انہیں اپنی خلافت بھی عطا فرما دی۔

Marfat.com

میں نے حیران ہو کر حضرت صاحب سے پوچھا کہ حضور کیا ایک ہی دم میں تمام مراتب طے کروا دیئے آپ نے؟ آپ نے فرمایا: ''تو اور کیا؟ میں انہیں راستے میں چھوڑ دیتا''۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''لوگ کہتے ہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کا قرب و وصال حاصل نہیں ہوتا مگر میرے ان دو صاحبزادوں سے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا قرب و معرفت نصیب ہوگا''

بحکم مرشد اکمل جب آپ مسند ارشاد پر فائز ہوئے طالبانِ حق کو فیض یاب فرمایا بلکہ فیض و سخاوت کی ایسی مثال قائم کی کہ قیامت تک آستانہ عالیہ پر آنے والے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت دینی و روحانی خدمات کے جذبہ سے سرشار رہے اور ہمہ وقت اولیائے کاملین اور عارفین کی تعلیمات کے مطالعہ میں رہنا اور اسی ذکر و فکر میں وقت گزارنا آپ کا معمول اور شغل رہا ہے۔ آپ نے قرآن و احادیث سے اصلاحِ قلب و باطن، تجلیۂ روح و تزکیۂ نفس کے متعلق آیات و احادیث اور سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے زریں اقوال و تعلیمات کو اس قدر جمع کیا کہ گھنٹوں تک آپ اصلاحِ قلب اور اسرار و رموزِ باطنیہ پر گفتگو فرماتے۔ آپ کے باطنی مقامات اور گوہر بار تعلیمات کے اثر سے لوگ آپ کے پاس جمع ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ اُن مریدین و عقیدت مندوں کا ہجوم بڑھتا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیمات اولیاء کو قرآن و حدیث کی روشنی میں عام کرنے کے لئے 1986ء میں ایک انجمن کو بنیاد رکھی۔ یہ انجمن غیر سیاسی، فرقہ وارانہ شرانگیزیوں سے پاک انتہائی پاکیزہ اور اولیائے کاملین کے پاکیزہ مشن کی بنیادوں پر ''انجمن غوثیہ عزیزیہ حضرت حق باہو سلطان پاکستان و عالم اسلام'' کے نام پر رجسٹرڈ ہوئی۔ انجمن کے مختلف یونٹ قائم کئے جنہیں آہستہ آہستہ مدارس کی شکل دی گئی۔ ان میں تعلیمات اولیاء کا اجراء کیا۔

سلسلہ سروری قادری کی امامت و خلافت کے منصب پر فائز ہوتے ہی آپ نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ علماء صرف ظاہر پر توجہ دے رہے ہیں جبکہ اسلام کی عبادات روح سے خالی ہو چکی ہیں۔ یعنی بندے اللہ کے ذکر میں مشغول بھی ہیں اور پریشان و غیر مطمئن بھی حالانکہ فرمان حق

Marfat.com

تعالیٰ ہے" دلوں کو اللہ کے ذکر سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔" (القرآن)

مسلمان کئی فرقوں میں بٹے جا رہے ہیں۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات فرقہ پرستی کے اندھیروں میں گم ہوتی جا رہی ہیں۔ لہٰذا ایک ایسی جماعت جو ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن میں بھی لوگوں کی تربیت کرے یعنی وہ جماعت اللہ تعالیٰ کے اس آفاقی حکم کے تحت کام کرے۔

ترجمہ: "اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف متوجہ کرے انہیں معرفت حق تعالیٰ کی تلقین کرے اور انہیں برائی سے روکے اور ایسے لوگ فلاح پائیں گے۔"

(آل عمران:140)

"انجمن غوثیہ عزیزیہ حضرت حق باہو سلطان پاکستان و عالم اسلام" کی رجسٹریشن کے بعد آپ نے چند آدمیوں کو اپنی صحبت میں رکھ کر ان کی ظاہری و باطنی تربیت شروع کر دی۔ پھر 1989ء کو تربیت مکمل کرنے کے بعد پیر سید سلطان محمد سیّد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے تین جماعتیں دعوت و تبلیغ و اصلاح کے لئے روانہ فرمائیں۔ تصور اسم اللہ ذات، تزکیہ نفس، اصلاح قلب و باطن اور مقصد حیات کا حصول یعنی معرفت حق تعالیٰ و قرب و حضوری کی دعوت ان کی تبلیغ کا خالص حصہ تھا۔ آپ نے "اصلاحی جماعت" کے مبلغ کو "صدر" سے موسوم فرمایا یعنی وہ جس کا سینہ رموز معرفت سے بھر دیا گیا ہو۔

دعوت الی اللہ خالصتاً انبیاء کرام علیہم السلام کا فریضہ تھا اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام فطرتاً معرفتِ حق تعالیٰ میں حق الیقین کے مرتبہ پر فائز تھے اور وہ طمع، لالچ، حسد، بغض، کینہ، تکبر، غرور، غصہ، شہوت، حرص و ہوس، حُبّ دنیا اور خیانت جیسے خصائل رذیلہ سے پاک و منزہ تھے۔ وہ منجانب اللہ ہر دو علوم ظاہری و باطنی کے حامل تھے۔ لوگوں کی اصلاح و تربیت تعلیم اور تلقین سے کرتے تھے۔ تعلیم سے ظاہری علم واضح ہوتا ہے اور تلقین سے ہر دو جہان کی روشن ضمیری حاصل ہوتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام حقیقت میں خلیفۃ اللہ تھے اور دونوں جہان با عنایت حق تعالیٰ اُن کے تصرف میں تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری نبی ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد

Marfat.com

رسول ﷺ آئے۔ ان کی آمد کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا اور دعوت معرفت الٰہیہ کا انبیاء کرام علیہم السلام والا فریضہ امت محمدیہ ﷺ کے ایسے پاکیزہ اور طیب لوگوں کے سپرد کیا گیا جو اپنی فطرت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے سے اوصاف رکھتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام والے ظاہری و باطنی علوم کے حامل و وارث ہیں اور معرفت الٰہیہ میں درجہ کمال پر فائز ہیں۔

اُن پاکیزہ اور طیب لوگوں کے دل ہر وقت اور ہر دم ذکر اللہ اور تصور اسم اللہ ذات سے زندہ ہیں وہ یحیی القلب و یمیت النفس یعنی مردہ دلوں کو زندہ کرنے والے اور زندہ نفسوں کو مارنے والے ہیں خود زندہ ہیں اور دوسروں کے دل کو زندگی بخشنے کا فن جانتے ہیں۔ واضح ہو کہ جب تک دل زندہ نہ ہو جائے انسان نفس امارہ کی قید میں رہتا ہے اور عبادت و ریاضت کے باوجود انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محروم رہتا ہے۔ دل کی زندگی کا دارومدار دائمی ذکر اللہ پر ہے۔ ان پاکیزہ نفوس کے اجتماع کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ''اصلاحی جماعت'' کا نام دیا جو آج تک لاکھوں فرزندان توحید کو اولیائے کرام کی تعلیمات سے روشناس اور ان کے قلوب کو تصور اسم اللہ ذات سے منور کر چکی ہے۔ ''اصلاحی جماعت'' بنانے کی آخر ضرورت آپ کو کیوں پیش آئی اس اہم سوال کا جواب سید امیر خان نیازی سروری قادری نے اپنے کتابچے میں بڑے مدلل اور دلپذیر انداز میں دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: ''ذات الٰہی سے لے کر کائنات کے سب سے نچلے طبقے تک تین طبقات مخلوق کے ہیں اور تین طبقات اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار کے ہیں۔ مخلوق کے تین طبقات یہ ہیں: (1) سب سے نچلا طبقہ جس میں ہم اس وقت موجود ہیں، ناسوت کہلاتا ہے۔ (2) ناسوت سے اوپر ملکوت ہے۔ (3) ملکوت سے اوپر جبروت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار کے طبقات یہ ہیں: (1) جبروت سے اوپر اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار کا طبقہ لاہوت ہے۔ یہ انسان کا اصلی گھر ہے اور اسے حقیقت انسانیہ بھی کہا جاتا ہے۔ (2) لاہوت سے آگے یاہوت ہے۔ اسے نور محمدی ﷺ یا حقیقت محمدیہ ﷺ کہتے ہیں۔ (3) یاہوت سے آگے ھاھویت ہے۔ یہاں ذات حق تعالیٰ کی خالص توحید ہے۔''

Marfat.com

ناسوت میں انسان کی کامیابی وسعادت کا ذریعہ علم شریعت اور اعمال شریعت ہیں اور اس کا صلہ جنت الماویٰ ہے۔ جنت الماویٰ بھی قرب الٰہی سے بہت دور ہے۔ اس لئے انسان کو اسی پر اکتفا کر کے نہیں رہ جانا چاہئے کہ یہ بھی قرب الٰہی سے روک رکھنے والا پھندہ ہے۔

ناسوت سے نکلنے کے لئے علم طریقت اور اعمال طریقت رکھے گئے ہیں۔ ان کے ذریعے انسان ناسوت سے نکل کر ملکوت میں داخل ہوتا ہے جہاں اس کا ٹھکانہ جنت نعیم ہے لیکن جنت نعیم کا رزق بھی قرب الٰہی سے دور رکھنے کا ایک پھندہ ہے۔ انسان کو اس سے بھی آگے بڑھنا چاہئے۔

ملکوت سے نکلنے کے لئے علم معرفت اور اعمال معرفت رکھے گئے ہیں۔ ان کی مدد سے طالب حق ملکوت سے نکل کر جبروت میں داخل ہوتا ہے جہاں اس کا ٹھکانہ جنت الفردوس بنتا ہے لیکن یہ مقام بھی قرب الٰہی سے دور طالب حق کے لئے ایک خوش نما پھندہ ہے۔ جنت الفردوس کے رزق پر مطمئن ہو کر نہیں بیٹھ رہنا چاہئے۔

جبروت سے نکل کر اپنے اصلی وطن عالم لاہوت میں پہنچنے کیلئے علم حقیقت اور اعمال حقیقت رکھے گئے ہیں۔ جن کا صلہ لاہوت میں جنت قُرب ہے جس میں حور وقصور اور رزق کی نعمتیں نہیں ہیں بلکہ وہاں صرف اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار کی تجلیات ہیں جہاں انسان مطمئن و بے غم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ عالم خلق سے آگے نکل کر روح قدسی کی حالت میں قرب الٰہی میں قرار پکڑتا ہے۔ انسان کی اسی حالت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی روح قرار دے کر فرمایا ہے کہ و نفخت فیہ من روحی ترجمہ: ''اور میں نے پھونکی اس (انسان کی بشریت) میں اپنی روح۔'' اور انسان کی یہ روحی حالت عالم خلق سے نہیں بلکہ عالم امر سے ہے جو عالم غیب سے متعلق ہے۔ انسان جب تک عالم خلق کے طبقات ناسوت، ملکوت اور جبروت میں رہتا ہے تو خطرات میں گھرا رہتا ہے اور نفس و شیطان اسے کسی وقت بھی زک پہنچا سکتے ہیں۔ اس لئے عارفوں نے طالبان حق تعالیٰ کو بار بار اس سے متنبہ کیا ہے۔ علامہ اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

؎ اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

Marfat.com

؎ کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

؎ یہ کافری تو نہیں، کافری سے کم بھی نہیں
کہ مرد حق ہو گرفتار حاضر و موجود

؎ قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ناسوت سے جبروت تک کے مقامات کے متعلق فرماتے ہیں: ''قرب الٰہی اور بندے کے درمیان تہتر کروڑ اسی لاکھ اور اکیس (۷۳۸۰۰۰۰۲۱) مراتب ہیں جن میں سب سے بالائی مقام کو ''سرالامی'' کہا جاتا ہے۔ اس سے آگے لامکان ہے لیکن فقیر کی نظر میں یہ سب مقامات بمع لامکان مچھر کے پر جتنی وقعت بھی نہیں رکھتے کہ ان میں رجوعات خلق پائی جاتی ہیں۔'' (عین الفقر)

''اے درویش اگر تو ہوا میں اڑتا ہے تو تو مکھی کے درجہ پر ہے (کہ مکھی تجھ سے بہتر انداز میں اڑ سکتی ہے) اے درویش اگر تو پانی پر چلتا ہے تو تو تنکے کے مرتبہ پر ہے (کیونکہ تنکا پانی پر تجھ سے بہتر تیر سکتا ہے) اے درویش اگر تو (عالم جبروت میں) لوح محفوظ کا مطالعہ کر کے لوگوں کو ان تقدیروں کا حال بتلاتا ہے تو تو نجومی کے مرتبے پر ہے (کیونکہ نجومی تجھ سے بہتر پیشین گوئیاں کر سکتا ہے) یہ فقیری درویشی نہیں ہے۔ فقیری درویشی یہ ہے کہ تُو، توحید باری تعالیٰ میں اس طرح غرق ہو جائے کہ تجھے ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے انوارِ توحید نظر آئیں اور تو باطنی طور پر ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں موجود رہے''۔ (عین الفقر)

انسان جب ناسوت میں اعمال شریعت سے ابتداء کر کے باطن میں اعمال طریقت و معرفت و حقیقت کے ذریعے مجلس محمدی ﷺ میں پہنچ کر توحید باری تعالیٰ میں پہنچتا ہے تب اُس کا

Marfat.com

ایمان کامل ہوتا ہے اور پھر وہ کلمہ شہادت ادا کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ ترجمہ: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی الٰہ نہیں ہے اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔'' کلمہ شہادت عام کلمہ نہیں ہے بلکہ یہ شہادت ہے، گواہی ہے اور گواہی دیکھے بغیر ہو تو جھوٹی قرار پاتی ہے۔ یہ کامل مومنین کا کلمہ ہے جو مرنے سے پہلے مر کر (بشریت کے تینوں طبقات ناسوت، ملکوت اور جبروت سے نکل کر قرب خداوندی میں پہنچ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے پڑھتے ہیں۔ عارفوں کی نگاہ میں زبانی کلمہ پڑھنے والا مسلمان تو ہے لیکن مومن نہیں ہے۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
نگاہ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو
ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی
عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

جو لوگ صرف شریعت کے ظاہری اعمال کو ہی کامل ایمان اور کامل اسلام سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں اور ظاہری اعمالِ صالحہ ادا کرنے کے باوجود وہ تہی دست رہ کر قربِ الٰہی سے دور رہتے ہیں۔ حالانکہ انسان کی پیدائش کا اصلی مقصد قرب الٰہی کا حصول ہے۔ شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ابن عربی میں ''غیر المغضوب علیھم والاالضالین'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''یہاں مغضوب سے مراد یہود ہیں اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہود نے باطن کو چھوڑ دیا اور صرف ظاہری اعمال شریعت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جنت و دوزخ کی دعوت دیتے رہے اور محض بدنی اعمال کی قید میں مقید ہو کر رہ گئے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے انہیں باطن سے روگردانی کے جرم میں مغضوب قرار دے دیا۔ اس کے برعکس نصاریٰ اعمال شریعت کو چھوڑ کر صرف باطن کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوئے اور راہب بن کر رہ گئے۔ شریعت سے روگردانی کی بدولت گمراہی کے گڑھے میں جا گرے۔"

قانون الٰہی اب بھی وہی ہے کہ جو شخص ظاہر و باطن میں سے اگر کسی ایک کو چھوڑتا ہے تو گمراہی اس کا انجام ہے اور وہ قرب الٰہی تو بڑی دور کی بات ہے دنیا میں بھی رسوا و ذلیل ہوگا۔ مسلمانوں نے جب سے باطن کی تکمیل سے روگردانی اختیار کی وہ دنیا میں یہود و نصاریٰ سے بھی ذلیل ورسواتر ہو کر رہ گئے۔ مومن کے لئے ظاہر و باطن دونوں میں کمال حاصل کرنا ضروری ہے۔

اس سے بڑھ کر ایک خرابی یہ ہے کہ اعمال صالحہ محض جہنم کے خوف یا جنت کے حصول کی خاطر کئے جانے لگے ہیں۔ یہ درست ہے کہ اعمال صالحہ کا اجر ضرور ہے اور قرآن و حدیث میں اس کا تذکرہ بار بار آتا ہے۔ مگر یہ صرف انسان کو پاکیزگی کی طرف راغب کرنے کا بہانہ و ذریعہ ہے کیونکہ محض لالچ و طمع کی خاطر اگر عبادت کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ جنت الماویٰ تک رسائی ہو جائے مگر قرب الٰہی سے محرومی تو یقینی امر ہے اور اگر جہنم کے خوف سے عبادت کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ جہنم سے تو خلاصی ہو جائے لیکن قرب الٰہی میسر نہ آئے گا۔ زبور شریف میں فرمان حق تعالیٰ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جو میری اطاعت جہنم یا جنت کی خاطر کرتا ہے۔ اگر میں جہنم یا جنت کو پیدا نہ کرتا تو کیا میری شان اس لائق نہیں تھی کہ میری طاعت کی جائے۔

بقول اقبالؒ

واعظ! کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے
سوداگری نہیں، یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ عابدوں کی ایک جماعت کو دیکھا جو زہد و عبادت

Marfat.com

میں لاغر ہو رہے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہاری یہ حالت کس وجہ سے ہو رہی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم دوزخ کے خوف اور جنت کی طمع میں مبتلا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو مخلوق سے ڈرتے ہو اور مخلوق کی تمنا رکھتے ہو۔ اس کے بعد ایک اور جماعت کو دیکھا جو زہد و عبادت میں لاغر و دبلے ہو رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کہ تم اس حالت کو کیونکر پہنچے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی محبت اور تعظیم میں ایسے ہو رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم واقعی ولی اللہ ہو مجھے تمہارے ہی ساتھ رہنے کا حکم ہوا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا مقام ہوا ہے یعنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کا مقام ہے اور عقبیٰ یعنی جنت مقامِ ہوس ہے۔ بارگاہ حق تعالیٰ کا مقرب ان دونوں سے تعلق نہیں رکھتا۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ (کلید التوحید خورد)

حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے شرم آتی ہے کہ خدا کی عبادت ثواب یا عذاب کی بنا پر کروں اور اس بدذات غلام کے موافق بنوں کہ جسے اگر ڈر نہ ہو تو کام نہ کرے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی ایسا نہ ہو جائے جیسے کہ ایک برا مزدور۔ اگر وہ مزدوری نہ پائے تو کام نہ کرے اور ایسا نہ ہو جائے کہ جیسے ایک برا غلام کہ جسے اگر خوف نہ ہو تو کام نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی معرفت تمام اشیاء سے لذیذ تر ہے۔ کوئی لذت بھی اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس لئے حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ ان کو خدا تعالیٰ سے نہ تو خوف جہنم روکے اور نہ توقع جنت تو ایسے لوگوں کو دنیا کس طرح روک سکتی ہے؟ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے بعض مریدوں نے پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو عبادت کی طرف راغب کر کے مخلوق سے علیحدگی پر مجبور کیا ہے کیا موت کی یاد نے؟ فرمایا: نہیں۔ کہا: کیا قبر میں برزخ کی یاد نے؟ فرمایا: نہیں۔ کہا: کیا خوف دوزخ اور امید بہشت نے؟ فرمایا: نہیں۔ یہ سب چیزیں تو ایک بادشاہ کے قبضہ میں ہیں۔ اگر تم اس بادشاہ کو چاہنے لگو تو ان سب کو بھول جاؤ گے۔ اگر تمہیں اس کی معرفت ہو جائے تو تم ان

Marfat.com

سب سے بچ جاؤ گے۔ معرفت الٰہی کی لذت تمہیں یہ سب چیزیں بھلا دے گی۔

مندرجہ بالا حقائق کو مدِ نظر رکھ کر اگر غور سے دیکھا جائے تو تمام عالم اسلام میں جتنی جماعتیں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دے رہی ہیں ان کے تمام مشاغل عالم خلق کے مسائل تک محدود ہیں اور ان کی دعوت کا محور اجر و ثواب یا خوف دوزخ ہے۔ اعمال شریعت کی طرف محض اس لئے رجوع ہو رہا ہے کہ ان کی بدولت جہنم سے خلاصی اور جنت کا حصول ممکن ہو سکے۔ ان میں سے کوئی ایک جماعت بھی ایسی نہیں ہے جو قرب الٰہی کی طرف کوشاں ہو۔ چند ایک جماعتیں باطنی اعمال کی مدعی ہیں لیکن عملی طور پر اصلی راہِ سلوک سے کوسوں دور ہیں۔ اصلی راہ تو وہ ہے کہ جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ شریعت ایک درخت ہے طریقت جس کی ٹہنیاں ہیں، معرفت جس کے پتے ہیں اور حقیقت جس کا پھل ہے۔ لیکن اکثر نے شریعت کو دین کے ضروری اعمال نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد کی ظاہری صورت تک محدود کر لیا ہے اور اسی میں خود کو گم کر دیا ہے اور طریقت، معرفت اور حقیقت کو غیر ضروری قرار دے لیا ہے اور جنہوں نے اہل طریقت ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو قریب جا کر پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ طریقت کی ابجد سے بھی واقف نہیں۔ چونکہ باطن کے مشاہدے کی چابی شریعت کی پیروی کرتے ہوئے مرشد کامل کی زیر نگرانی "ذکر اللہ" ہے اس لئے بعض نام نہاد ذاکرین حبس دم کر کے سینے کے اندر رکھے ہوئے گوشت کے لوتھڑے دل کی دھڑکن تیز کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ قلب زندہ ہو گیا ہے اور اسی میں مگن ہو کر لوگوں کو دعوت دیتے پھر رہے ہیں اور کئی حضرات ذکر جہر کے ذریعے مستی حال کو باطنی تکمیل کا نام دیتے ہیں۔ صوفیاء کے نزدیک یہ سب محض جہالت ہے اور طالبان حق تعالیٰ کی راہزنی ہے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(1) "میں حیران ہوتا ہوں ان احمق اور سنگ دل لوگوں پر جو رات دن بلند آواز سے "اَللّٰہُ ھُو، اَللّٰہُ ھُو کرتے رہتے ہیں مگر اسم اللہ ذات (اَللّٰہ) کی کنہ کو نہیں جانتے اور رجعت کھا کر پریشان حال اہل بدعت ہو جاتے ہیں اور ان کے سر میں خواہشات نفسانی سمائی رہتی

Marfat.com

ہیں۔ (کلید التوحید خورد ص 33)

(2) ''اسم اللہ ذات کی شان یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمام عمر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوتِ قرآن مجید اور ہر قسم کی ظاہری عبادات میں مشغول رہے یا عالم بن کر اہل فضیلت ہو جائے لیکن اگر تصور اسم اللہ ذات اور تصور اسم محمد ﷺ سے بیگانہ رہا تو اس کی ساری عمر کی ریاضت و عبادت برباد وضائع ہو گئی۔ (عین الفقر ص 49)

(3) تصور اسم اللہ ذات کے بغیر دل سے خطرات خناس اور شیطان دفع نہیں ہوتے خواہ ساری عمر ہی عربی کا معلم بنا رہے اور فقہ کے مسائل پڑھتا رہے خواہ ساری عمر عبادت و ریاضت میں صرف کر دے، خواہ کثرت ریاضت سے اس کی پیٹھ کبڑی ہو جائے اور جسم سوکھ کر کانٹا ہو جائے لیکن دل اسی طرح تاریک رہتا ہے، کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا خواہ اپنا سر ریاضت کے پتھر سے ٹکراتا رہے۔ (کلید التوحید کلاں ص 109)

(4) دل یہ نہیں ہے جس کی جنبش تجھے شکم کے بائیں طرف معلوم ہوتی ہے۔ بدن میں یہ حیوانی دل تو کفار، منافق و مسلم سب کے پاس موجود ہے۔ (عین الفقر ص 399)

(5) وہ لوگ کتنے احمق ہیں جو دل، نفس اور روح کے باطن کا علم نہیں رکھتے اور گوشت کے ایک لوتھڑے کو دل کے مقام سے بند کر کے تفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ذکر قلبی ہے اور گوشت کے اس لوتھڑے کی دھڑکن کو دم کے ساتھ ملا کر سینے میں لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ذکر قربانی ہے اور گوشت کے اس لوتھڑے کو آنکھ کے سامنے رکھ کر کہتے ہیں کہ یہ ذکر نور حضور ہے اور اسی گوشت کے لوتھڑے کو تفکر سے مغز سر میں لے جاتے ہیں اور اسی کا نام ذکر سلطانی روحانی رکھتے ہیں۔ یہ تمام لوگ غلطی پر ہیں۔ یہ تمام وساوس اور خطرات شیطانی ہیں۔ (کلید التوحید ص 117)

(6) ذکر مخفی کی نشانی یہ ہے کہ خلوت دل میں حق الیقین کا مشاہدہ کرتا ہے۔ (کلید التوحید ص 118)

(7) ذاکر ہمیشہ نفس پر غالب اور قلندر صفت ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ نفس اس کا

Marfat.com

تابع مطیع ہو جائے، مجرب و مرغن کھانے کھائے اور زریں و اطلس کا لباس پہننے کے باوجود دنیا و شیطان سے محفوظ رہے اور خناس خرطوم، وسواس، اوہام اور خطرات اس کے وجود سے نیست و نابود ہو جائیں تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے دل میں تصور سے اسم اللہ ذات نقش کرے۔

(کلید التوحید ص 121)

(8) کسی دینی یا دنیوی کام کے لئے چالیس دن کے لگاتار چلے سے گھڑی بھر کا تصور اسم اللہ ذات بہتر ہے کیونکہ اس سے انسان دم بھر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچ سکتا ہے۔ ایسے شخص کو نماز استخارہ کی کیا حاجت ہے کیونکہ وہ دونوں عالم کا نظارہ اپنے ناخن کی پشت پر کرتا ہے لیکن یہ بھی فقر کا ابتدائی درجہ ہے۔ (کلید التوحید کلاں ص 98)

(9) اسم اللہ ذات کا تصور جس شخص پر اثر کرتا ہے اسے ظاہری و باطنی علوم کا عالم فاضل بنا دیتا ہے۔ تصور اسم اللہ ذات ہی حضوری حق تعالیٰ ہے۔ تصور اسم اللہ ذات ہی الا اللـــہ کی معرفت عطا کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچا دیتا ہے اور تصور اسم اللہ ذات ہی سے تمام خدشات و توہمات کی پلیدی دور ہوتی ہے۔ تصور اسم اللہ ذات ہی کے ذریعے دل کی تختی پر سے معرفت الٰہی کے اوراق کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں ص 101)

(10) اہل تقلید کا ذکر گوزِ شتر ہے۔ ایسے ذکر پر لاحول پڑھنا چاہئے کیونکہ ذکر اللہ میں حال کی مستی خام خیالی ہے۔ گرمی سردی مخنث نامرد کی نشانی ہے۔ راگ سن کر رونا اور کانپنا مرتبۂ شیطانی ہے۔ دیوانگی اور لاشعور جنونیت کی نشانی ہے۔ ایسے لوگ معرفت خداوندی سے خالی ہوتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں ص 102)

(11) اے طالب مولیٰ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ معرفت توحید، تجرید تفرید، مجاہدہ و مشاہدہ ذکر و فکر اور مکاشفہ کا اصلی مقصد دل کو زندہ کرنا ہے۔ دلوں کا کشف تو احمق، دیوانے مجذوب کا مرتبہ ہے۔ نفس کا محاسبہ اور قبروں کے کشف کا مراقبہ خام آدمیوں کا مرتبہ ہے۔ قبض، بسط، الہام اور وہم و خیال ہجر و فراق کا مرتبہ ہے اور طبقات خلق کی طیر سیر حرص و ہوا کی علامت

Marfat.com

ہے۔ (کلید التوحید کلاں ص 102)

(12) تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے طالب اللہ لاہوت میں ساکن ہو کر مشاہدۂ انوار دیدار ذات کھلی آنکھوں سے کرتا ہے اور ہر دو جہان کی آرزوؤں سے بیزار ہو جاتا ہے۔ عین دیکھتا ہے، عین سنتا ہے اور عین پاتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں ص 110)

(13) معرفت وصال کا یہ انتہائی مرتبہ ہے کہ جس وقت بھی طالب اللہ چاہے دیدار الٰہی سے مشرف ہو اور جب کبھی ارادہ کرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں شرف باریابی حاصل کرے۔ یہ مراتب تب حاصل ہوتے ہیں جب مرشد کامل طالب اللہ کو پہلے ہی روز تصور اسم اللہ ذات کی حاضرات کا وہ انتہائی راستہ دکھا دیتا ہے جس میں تمام علوم خود بخود آ جاتے ہیں۔ جس سے حکمت کے تمام خزانہ کھل جاتے ہیں۔ یہ علم کل مرشد کے ذریعے صرف طالبان صادق کو اس طرح بے واسطہ حاصل ہوتا ہے جس طرح کہ ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوتا ہے۔ یہ علم کسی طور پر رسم و رسوم سے ہرگز حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ خالص اللہ حی و قیوم کا علم لدنی عارفوں میں سینہ بسینہ، توجہ بتوجہ، تصور بتصور، تفکر بتفکر اور تصرف بتصرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔ (نور الہدیٰ ص 52)

(14) انسان کے وجود میں اللہ تعالیٰ اس طرح پوشیدہ ہے جس طرح پستہ کے اندر مغز چھپا ہوا ہے۔ مرشد کامل ایک ہی دم میں طالب اللہ کو حضور حق تعالیٰ میں پہنچا کر مشرف دیدار کر دیتا ہے، کیا عالم حیات اور کیا عالم ممات کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ سے جدا نہیں ہوتا۔ (نور الہدیٰ کلاں ص 28)

(15) مرشد کامل مکمل طالب اللہ کو تعلیم، توجہ اور تلقین کے ذریعے عین العیان کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے فکر، ورد وظائف اور الہام وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔
(توفیق الہدایت ص 87)

(16) مرشد ہونا بہت بھاری اور اہم کام ہے جب تک کسی فقیر کو باطن میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے طالبوں اور مریدوں کو تعلیم و تلقین کا حکم و اجازت نہ ملے، وہ احمق ہے کہ خود بغیر حکم و اجازت کے تلقین و ارشاد کرتا ہے اور آخر کار شرمندہ و خوار ہوتا ہے۔ نگاہِ مرشد

Marfat.com

سراسر توفیق حق تعالیٰ ہے جو طالب اللہ کے وجود سے نفسانی وشیطانی حجابات اور ظلمت دور کر دیتی ہے۔ (نور الہدیٰ ص125)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مرشد کامل مکمل طالب اللہ کو اتباع رسول اللہ ﷺ میں شریعت کا پابند کر کے تصور اسم اللہ ذات میں محو کرتا ہے کیونکہ تصور اسم اللہ ذات ہی وہ کیمیا ہے جس سے انسان کے باطن کی تکمیل ہوتی ہے اور جب تک باطن بیدار نہ ہو تو ظاہری طور پر چاہے جتنی بھی عبادت وریاضت کر لی جائے انسان اللہ تعالیٰ کے قرب سے محروم رہتا ہے۔ معرفت حق تعالیٰ سے محرومی کی بدولت انسان توکل سے خالی رہتا ہے اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ روزی کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ نے خود آپ اٹھا رکھا ہے اور اس کی بارگاہ سے مقرر شدہ روزی موت کی طرح تلاش کرتی ہوئی اس کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ انسان حریص بن کر روزی کے پیچھے بھاگ بھاگ کر دیوانہ ہو رہا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وکاین من دآبة لا تحمل رزقها، الله یرزقها وایاکم۔**

''ترجمہ: ''اور غور کرو کہ جانور اپنی روزی اپنے ساتھ ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے انہیں اللہ روزی دیتا ہے اور تمہیں بھی روزی دینے والا اللہ ہے۔'' (تم اللہ پر بھروسہ کیوں نہیں کرتے؟)

اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ ایک نہ ایک دن موت ضرور آنی ہے انسان موت کے خوف سے کفر کی راہوں پر بھاگتا پھر رہا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ مسلمان دیندار ہوتے ہوئے بھی مضطرب ہے، ناشاد ہے، ابتر اور پریشان حال ہے۔ محض اس لئے کہ یہود ونصاریٰ کی طرح مسلمانوں کے ایک گروہ نے دین کے ظاہر کو اپنا لیا ہے اور باطن کو چھوڑ دیا ہے اور دوسرے گروہ نے ظاہر چھوڑ کر باطن آباد کرنے کی کوشش کی ہے مگر وہ نہ ظاہر کا رہا نہ باطن کا۔ بیشتر گروہ اور جماعتیں دین کی اصل سے بے خبری کے باعث نفس کشی کی بجائے نفس پرستی میں مبتلا ہیں۔ ان کا مقصد صرف اتنا ہے کہ بدنی، جسمانی اور زبانی اعمال کے ذریعے نفس کو آسائشیں مہیا ہو جائیں۔

Marfat.com

اس دنیا میں بھی خوشحال رہیں اور آخرت میں بھی خوشحال رہیں۔ یہاں بھی اچھا کھائیں، اچھا پئیں، اچھا پہنیں، دکھ سے محفوظ رہیں اور سکھ کے جھولے میں جھولتے رہیں اور آخرت میں بھی نفس کے لئے یہی آسائشیں جنت کی نعمتوں کی صورت میں میسر آجائیں گویا یہ لوگ یہاں بھی مخلوق میں مشغول ہیں اور آخرت میں بھی مخلوق کے ساتھ مشغول رہنا چاہتے ہیں کیونکہ جنت کی نعمتیں بھی تو مخلوق ہیں۔ قرب الٰہی کی طرف کوئی ایک جماعت بھی رواں دواں نہیں ہے حالانکہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس دل میں دنیا کی محبت ہے وہ محجوب ہے آخرت سے اور جس دل میں آخرت کی محبت ہے وہ محجوب ہے اللہ تعالٰی کے قرب سے۔ جس قدر تیرے دل میں دنیا کی محبت بڑھتی جائے گی اسی قدر تیرے دل میں آخرت کی محبت گھٹتی چلی جائے گی اور جس قدر تیرے دل میں آخرت کی محبت بڑھتی چلی جائے گی اسی قدر تیرے دل سے اللہ تعالٰی کے قرب کی محبت گھٹتی چلی جائے گی۔ (فتح الربانی مجلس نمبر ۱۰)

مندرجہ بالا حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک صاحب نظر عارف باللہ مردِ حق حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب (جو سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں) نے دین حق کی تبلیغ کے لئے طالبان حق تعالٰی کی ایک جماعت ''اصلاحی جماعت'' کے نام سے تشکیل دی ہے جس کی دعوت ہے ''ففروا الی اللہ'' اور مقصود ہے ''اللہ بس ماسوی اللہ ھوس'' (بحوالہ اصلاحی جماعت کی ضرورت کیوں؟ سید امیر خان نیازی سروری قادری)

☆☆☆

اسلام کی اشاعت کے عوامل کو دیکھا جائے تو اس میں مرکزی کردار اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کا نظر آتا ہے اس جماعت کے افراد جہاں بھی رہے اور جس زمانے میں بھی رہے وہ ہدایت الٰہیہ کے روشن مینار بن کر رہے اور اپنے پیچھے اپنی تصانیف اور اپنے خلفاء کی

Marfat.com

شکل میں ایسے آثار اور ایسی تعلیمات چھوڑ گئے جن سے انسانیت قیامت تک فیض یاب ہوتی رہے گی۔ مثال کے طور پر حضرت حسن بصری، شیخ محمد عبدالقادر جیلانی، سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو'' حضرت بایزید بسطامی، حضرت شاہ شمس تبریزی، حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسی بے شمار برگزیدہ ہستیاں جن کے عمل و کردار اور طرز تبلیغ دین نے کروڑوں غیر مسلموں کو اسلام قبول کر لینے کی سعادت سے بہرہ ور کیا۔ ایسے ہی قلبی ذاکروں کی تبلیغ فیض رساں اور ہدایت بخش ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ لگائے رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اس غرض سے کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ دیکھیں (یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں) آپ اپنی آنکھیں ان لوگوں کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نہ پھیریں۔'' (سورۂ کہف 28)

لہٰذا ''اصلاحی جماعت'' ایسے ہی مبلغین پر مشتمل جماعت ہے جو خود بھی قلبی ذکر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں طالبان مولیٰ جوق در جوق سلطان الفقر سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے گرد جمع ہوتے رہے۔ آپ نے سرکار دو عالم ﷺ کی مکی زندگی کی سنت کے مطابق اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کو تصور اسم ذات کا طریقہ سکھایا اور اللہ بس ماسوا اللہ ہوس کا تصور عطا کر کے اپنی نگاہ سے تاریک دلوں کو نور ایمان سے منور فرمایا اور انہیں خصائل رذیلہ، طمع، لالچ، بغض، کینہ، تکبر، غرور، شہوت، غصہ، ہوا، ہوس حُب دنیا سے پاک کیا اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی جان، مال، اولاد اور خواہش نفسانی سے دستبردار ہو چکے ہیں۔ ان کی زندگیوں کا مقصد صرف اللہ پاک کی رضا کا حصول ہے۔

''اصلاحی جماعت'' کا طریق تبلیغ دیگر تمام جماعتوں اور مسالک سے منفرد و مختلف ہے۔ پاکستان و عالم اسلام میں رائج طریق تبلیغ کچھ اس طرح ہے کہ چند لوگوں پر مشتمل گروہ کی

Marfat.com

ایک جماعت تشکیل دی جاتی جس کے پاس لباس، خوراک، اوڑھنے بچھونے کے لئے بستر، برتن اور دیگر استعمال کی جملہ اشیاء ان کے ساتھ ہوتی ہیں۔

مختلف علاقوں شہر و دیہات میں جا کر اعمال ظاہر کی تربیت دیتے ہیں اور اسی کو اصلاح کامل کا نام دیتے ہیں۔ اس میں وہ اعمال کے فضائل اور انعامات اُخروی پر بالخصوص زور دیتے ہیں اور اس کے حصول کو مقصد عبادت اور مقصد حیات قرار دیتے ہیں۔

مقصود عبادات اور مقصود حیات معرفت حق تعالیٰ ہے اور جہاں تک اصلاح کامل کا تعلق ہے تو وہ صرف ظاہری اعمال پر اکتفا کرنے سے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ انسان کے دو جسم ہیں ایک روح اور دوسرا خاکی بدن ان میں جو حقیقت اور کمال روح جسے باطن کہتے ہیں کو حاصل ہے وہ بدن کو نہیں بلکہ باطن کے اظہار کا نام ہی ظاہر ہے۔

جیسے فرمایا: جو چیز برتن میں موجود ہوتی ہے وہی باہر آتی ہے۔'' (الحدیث) اس لئے حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جسم کے اندر گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ اصلاح یافتہ ہے تو سمجھ لو سارا جسم اصلاح یافتہ ہے اگر وہ بگڑا ہوا ہے تو سمجھ لو سارا جسم بگڑا ہوا ہے خبردار جان لو کہ وہ دل ہے۔'' (بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

''کل قیامت کے روز نہ مال نفع دے گا نہ اولاد مگر وہ لوگ جو قلب سلیم لائیں گے۔''

حدیث پاک میں مزید ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ تمہارے اعمال کو بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔''

اس حقیقی فلسفہ کے مطابق سلطان الفقر سائیں سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اصلاح کامل کے لئے اصلاح قلب کو ضروری قرار دیا اور اس کے لئے اولیائے کاملین کی تعلیمات اور تصور اسم اللہ ذات کا نسخہ تجویز کیا۔ پھر چار چار صدور پر مشتمل اصلاحی جماعتیں تشکیل دیں اور

Marfat.com

انہیں ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ اور جو اللہ پر توکل کرتے ہیں وہ ان کے لئے کافی ہے۔'' فرمان پر سختی سے عمل پیرا ہونے کا حکم فرمایا۔ یعنی یہ جماعتیں بغیر اسباب کے ملک کے کونے کونے تک پہنچیں یہ جماعتیں لوگوں کو معرفت حق تعالیٰ، رضائے الٰہی، عشق مصطفیٰ ﷺ، تزکیہ نفس اور ذکر اللہ میں مشغول رہنے کی دعوت دیتیں اور خود ذکر اللہ میں مشغول رہتیں۔ اولیائے کاملین کی تعلیمات کے مطابق صدور صاحبان لوگوں میں طلب الٰہی پیدا کرتے اور اسی طلب کے مطلوب اور مقصد حیات بتاتے۔ جیسا کہ حدیث پاک ہے:

طلب الخیر طلب اللہ و ذکر الخیر ذکر اللہ۔

''سب سے بہترین طلب اللہ کی طلب ہے اور سب سے بہترین ذکر اللہ کا ذکر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے جب عالم وحدت سے عالم کثرت کی طرف ظہور فرمایا تو اپنی پہچان ''اسم اللہ ذات'' کے ذریعے کرائی۔ حدیث قدسی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ''میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔''

اللہ تعالیٰ نے ''امر کن'' فرما کر نور احمد ﷺ سے اٹھارہ ہزار عالم کی مخلوق کی ارواح کو پیدا فرمایا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔''

حضور ﷺ کے نور مبارک سے جب تمام ارواح کو پیدا کیا گیا تو عشق الٰہی کا جوہر خاص حضور ﷺ کی نسبت سے ارواح انسانی کے حصے میں آیا اور جب اپنے حسن و جمال کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم کی مخلوق کی جملہ ارواح کو اپنے روبرو صف آراء فرمایا تو خود کو اسم اللہ ذات کی صورت میں جلوہ گر فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ اس لئے وہ اسم ذات میں بھی واحد اور احد ہے۔ تمام ارواح اللہ تعالیٰ کے حسن بے مثال و لامحدود کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں اور حسن مطلق کی تعریف و ذکر میں محو ہو گئیں۔ یہی تعریف، ذکر اسم اللہ

Marfat.com

ذات اور دیدار الٰہی جملہ ارواح کا رزق بن گیا اور وہ اسی رزق پر پلنے لگیں۔ اظہار جمال کے بعد مزید شفقت و مہربانی فرمائی اور اس کے متعلق قرآن میں بیان فرما دیا تا کہ مخلوق اپنے خالق کی مکمل پہچان اور معرفت حاصل کر لے۔

''الست بربکم''(پ:9۔سورۃ الاعراف:172)

ترجمہ: ''کیا میں تمہارا پالنے والا نہیں۔'' (یعنی کیا تم میرے حسن و جمال کے جلوؤں، دیدار اور میرے ذکر پر پل نہیں رہے ہو؟)

اس وقت تمام ارواح کی آنکھیں نور اسم اللہ ذات سے منور اور مدہوش تھیں اور کدورت اور آلائش سے پاک تھیں سب نے یک زبان ہو کر کہا: ''قالوا بلیٰ'' ترجمہ: ''کہا! ہاں کیوں نہیں؟''

یعنی ہاں! اے ہمارے رب ہم تیرے حسن و جمال کے جلوؤں تیرے دیدار اور تیرے ذکر پر نہیں پل رہے ہیں تو اور کس چیز پر پل رہے ہیں؟

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے صوفیاء کرام روح کی حقیقت ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو سب نے یک زبان جواب دیا: ہاں یا اللہ تو ہی ہمارا رب ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ کسی بھی سوال کے جواب دینے کے لئے کان، سوچ، سمجھ اور زبان کا ہونا ضروری ہے اور اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روح کا مکمل وجود ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں بارہا ذکر ہے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:

''پس یہ آنکھوں کے اندھے نہیں بلکہ دل کے اندھے ہیں جو ان کے سینے میں ہیں۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ''گونگے، بہرے اور اندھے ہیں انہیں شعور نہیں۔''

اس معذوری کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرتے ہیں ہم ان کی روزی تنگ کر دیتے ہیں اور قیامت کے دن انہیں اندھا اٹھایا جائے گا۔''

Marfat.com

ان چند آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ظاہری بصارت، گویائی کے علاوہ بھی انسان کے پاس ایک نگاہ موجود ہے۔ بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
کہ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

اس سوال و جواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے عشق کی نہایت ہی بھاری امانت کی مشقت ان پر ڈالنی چاہی اور فرمایا: ''کون ہے جو میرے عشق کی امانت کا بار اٹھائے گا؟ کون میرا عاشق بنتا ہے؟'' لیکن ارواح انسانی کے سوا سب ارواح نے اس بار امانت کے اٹھانے سے اپنی عاجزی ظاہر کر دی کیونکہ عشق الٰہی کی امانت کوئی معمولی امانت نہیں ہے۔ اس میں تو جان سے جانا پڑتا ہے۔ صرف انسان ہی تھا جو عشق الٰہی کی آگ میں کود گیا۔ اس واقعہ کو قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا ہے:

''ہم نے بار امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ سب نے اس کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ اپنے نفس کے لئے ظالم اور نادان ہے۔''

سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی رو سے یہی اسباب وجہ تخلیق کائنات تھے۔ جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو عالم ارواح سے ہٹا کر نچلے سے نچلے طبق ناسوت یعنی زمین پر اتار دیا جہاں دنیا کی محبت نفس و شیطان اس کے پیچھے شکاری چھوڑ دیئے جن سے الجھ کر انسان ظلمت کدہ میں گمراہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے بھیج کر ہدایت کی راہ دکھائی۔ انسان کے اندر چونکہ امانت حق یعنی سر الٰہی موجود ہے۔ اس لئے حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

''جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا تحقیق اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔''

سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی مریدین کو دی گئی تعلیمات کے مطابق انسان کی زندگانی کا مقصد معرفت حق تعالیٰ کا حصول ہے جبکہ اس ذات کی معرفت کے لئے اسم اللہ ذات کی

Marfat.com

طلب وتلاش شرط ہے اور جسے اسم اللہ ذات مل جاتا ہے اسے دو جہان کی روشن ضمیری حاصل ہو جاتی ہے اس کا دل باصفا روشن آئینہ بن جاتا ہے اور وہ دل سے ذاتی انوار وتجلیات کے مشاہدہ سے معرفت حقیقی پالیتا ہے اس کا دل زندہ اور نفس مردہ ہو جاتا ہے۔ اسم اللہ ذات اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر ہے اس کی جملہ صفات ذاتی اسم میں مجمل ہیں۔ جب یہ اسم مجمل کسی صاحب راز کے سینہ میں منور ہوتا ہے تو اس کے نور سے دل کی کتاب مفصل ہو جاتی ہے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے: ''وفی انفسکم افلا تبصرون'' ترجمہ: اور میں تمہارے اندر موجود ہوں کیا تم (غور سے) نہیں دیکھتے۔''

جس کا دل کتاب مفصل ہو وہ صاحب اسم بامسمیٰ کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کو پہلے اپنے اسم ذات (اقرا باسم ربک الذی خلق) (پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا) کی تعلیم دی پھر دوسروں کے تزکیہ وتعلیم کا حکم فرمایا: ''یزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ'' ترجمہ: ''(انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کا علم سکھاتا ہے)۔''

حضور ﷺ نے اپنی نگاہ پاک سے صحابہ کرام کے دلوں کو پاک فرمایا۔ ذکر اللہ سے وحدت کی تعلیم دی اور فکری ونظری ارتکاز بخشا۔ حضور ﷺ کی صورت مبارکہ دہر قول وفعل نقطہ وحدت پر ارتکاز کی تعلیم دیتا ہے جبکہ شرک کی وضاحت جو اللہ پاک نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے'' کیا تو نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنے نفس کی خواہشات کو الٰہ بنا لیا ہے۔'' (القرآن) چونکہ نفس کا تعلق عالم شہود سے ہے اس لئے اس کی خواہشات تصور حقیقی سے ہٹ کر مادی تصورات میں الجھ جاتی ہیں اسی مادیت اور اس کے تصور کو دنیا، پردہ اور بشریت کہتے ہیں۔

سلطان الفقر سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے تصور اسم اللہ ذات کا فیض عام فرما کر دلوں میں نقش کر دیا۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ان کے دلوں میں ایمان نقش کر دیا گیا۔''

Marfat.com

آپ نے اپنے مرشد کے آستانہ پر عظیم الشان مدرسہ قائم کر کے ملک بھر سے مختلف شہروں میں اس کی برانچیں شروع کیں۔ ان کے علاوہ مساجد اور دفاتر میں تدریسی یونٹوں کے طور پر ہر شہر اور گاؤں میں کام کیا گیا۔

1994ء میں نشرواشاعت کا شعبہ قائم کیا اور سب سے پہلے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی نادر کتاب ''عین الفقر'' کو بہترین وخوبصورت ترجمہ اور طباعت کے ساتھ منظر عام پر لایا گیا۔ اس کتاب کے ترجمے کی سعادت سید امیر خان نیازی سروری قادری کو حاصل ہوئی جس کے بعد سے نشرواشاعت کا سلسلہ مسلسل جاری ہے اور درجنوں کتابیں اور کتابچے شائع ہو چکے ہیں۔

سُلطان مُحمّد اَصغَر علی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بڑا کارنامہ ''عالمی تنظیم العارفین'' کا قیام بھی ہے۔ اس تنظیم کے قیام کی بنیاد علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے صرف اسی طرح بیان کی جا سکتی ہے:

؎ نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

سُلطان مُحمّد اَصغَر علی رحمۃ اللہ علیہ نے 26 دسمبر 1999ء (17 رمضان المبارک) کو عالمی تنظیم العارفین کی بنیاد خالصتاً علامہ اقبال کے اس نظریے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے رکھی تھی۔ اس تنظیم میں شامل ہر مجاہد پہلے ہی سے اپنے مرشد پاک کی ''نگاہ فیض'' سے فیض یاب ہو چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ کے یہ غازی جنہیں علامہ اقبال نے ''یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے'' کہا میدان جہاد میں اترے تو ایک عالم مبہوت ہو کر رہ گیا۔ ان مجاہدوں نے اپنے مرشد کے حکم کو حرزِ جان بنا کر میدان جہاد میں ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے کہ عالمی ذرائع ابلاغ ان سے گونجنے لگے۔ سُلطان مُحمّد اَصغَر علی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت تھی کہ وہ ہر مجاہد کو میدانِ جہاد میں روانہ کرنے سے پہلے اس کے نام پر ایک بکرے کا صدقہ دیتے۔ اسے قرآن پاک کے سائے سے گزارتے اور حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے محل پاک سے روانگی کا حکم صادر فرماتے۔ ان خاک نشینوں نے جب غنیم پر یلغار کی تو دیکھتے ہی دیکھتے مقبوضہ کشمیر کے در و بام نعرہ تکبیر اور ''حق

Marfat.com

باہوؒ" کی للکاروں سے لرزہ براندام ہونے لگے۔ دنیاوی جاہ و منصب سے بے نیاز سلطان الفقر کے یہ فقیر انتہائی محدود، ناکمل بلکہ عسکری زبان میں نہ ہونے والے وسائل کے ساتھ جب دشمن پر قہرِ الٰہی بن کر ٹوٹتے تو ان کے دل اسم اللہ ذات سے سرشار مرشد کے حکم کے تابع اور آنکھیں غنیم کے مورچوں پر ہوتی تھیں۔ راہِ عشق و شہادت کے ان مسافروں پر سلامتی ہو کہ انہوں نے قرونِ اُولیٰ کے مجاہدوں کی سنت کو زندہ کیا، انہوں نے تجدید عشق کیا اور مثال بن گئے۔

Marfat.com

سُلطان الفقر ششم کی گھوڑوں سے محبت

سُلطان مُحمّد اَصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے سلطان احمد علی میرے سامنے اپنے والد گرامی و مرشد پاک کے آخری ایام کی یادیں تازہ کر رہے تھے۔ فرمانے لگے کہ آپ کے وصال مبارک سے قریباً بیس روز پہلے ایک روز آپ نے مجھے علی الصبح طلب فرمایا اور فرمانے لگے کہ میری ایک وصیت یاد رکھنا۔ اس سے پہلے حضور رحمۃ اللہ علیہ لفظ ''نصیحت'' استعمال کیا کرتے تھے۔ اس مرتبہ ''وصیت'' کہا۔ میں ہمہ تن گوش تھا۔ فرمانے لگے:

''جب تک تمہارے پاس گھوڑے موجود رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کی تمام نعمتوں سے سرفراز کرتے رہیں گے۔ یہ سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے تھان کے گھوڑے ہیں ان کی بہت حفاظت کرنا۔'' حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو گھوڑوں سے بہت عشق تھا۔ آپ خود بھی بہترین شہسوار تھے۔ بہترین نیزہ باز تھے۔ آپ نیزہ بازی اور گھڑ سواری کے مقابلے منعقد کروایا کرتے تھے۔ ان مقابلوں کے ذریعے دنیا کے بہترین شہسوار اور نیزہ باز سامنے آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گھڑ سواری کی تربیت اپنے چچا حضرت سلطان محمد شریف سے حاصل کی جنہوں نے آپ کو بہت کرخت مزاج والے گھوڑے پر تربیت دی جو سوار کو اپنی پیٹھ پر بیٹھنے نہیں دیتا تھا۔ سوار کا پاؤں پکڑ لیتا تھا، اسے نیچے دبا لیتا تھا۔ آپ کئی مرتبہ اس گھوڑے سے گر کر زخمی بھی

Marfat.com

ہوئے۔جس پر مریدین نے سلطان محمد شریف سے عرض کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نرم مزاج گھوڑے پر سواری سکھائیں جس پر آپ نے فرمایا:

''ہماری اولاد اگر حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے تھان کے گھوڑوں سے گر کر زخمی ہو تو یہ بھی ہمارے لئے فخر کی بات ہے۔''

ایک مرتبہ جب آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔آپ گھڑ سواری کر رہے تھے تو خود سر گھوڑا پٹڑی چیر گیا (ٹریک سے اتر گیا) اور ایک سائیڈ پر آپ کھجور کے درخت سے ٹکرا گئے۔ سینے پر چوٹ لگی آپ شدید زخمی ہوئے سانس رکنے لگی تھی۔اسی طرح اور واقعات پیش آتے رہے لیکن جلد ہی آپ سارے علاقے میں باکمال شہسوار کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے۔

ہمارے دادا حضور کے چھوٹے بھائی سلطان محمد شریف نے آپ کو کمال کا شہسوار بنا دیا تھا۔آپ کی نیزہ بازی کی علاقے میں خصوصی دھوم تھی۔سلطان احمد علی صاحب جو خود بھی شروع ہی سے بہترین شہسوار اور نیزہ باز ہیں، فرمانے لگے کہ ہمارے والد مرشد رحمۃ اللہ علیہ کو گھوڑے کی انتہائی نایاب چال ''ٹیبا'' پر کمال حاصل تھا اور آپ اس کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔آپ کا خصوصی گھوڑا ''کبوترا'' تھا۔جس کو آپ زین چھوڑ کر بھگایا کرتے تھے جبکہ عام حالات میں کوئی سوار اس گھوڑے پر سواری کر ہی نہیں سکتا تھا۔

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے تھان پر قریباً سو گھوڑے موجود ہیں۔جن میں ''شین'' نسل کے تین انتہائی نایاب گھوڑے بھی شامل ہیں۔ان گھوڑوں کی نسل حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے تھان سے چلی آرہی ہے اور روایت ہے کہ شین گھوڑے نے شیر سے لڑائی کر کے اسے مار ڈالا تھا۔گھوڑوں کی دیکھ بھال کے لئے خصوصی انتظامات کئے جاتے ہیں اور ''فقیر'' ان کی خدمت پر مامور ہیں۔سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی گھوڑوں سے محبت کا آخر شرعی جواز کیا ہے؟ اس سوال کا جواب ہمیں قرآن وسنت میں تلاش کرنا پڑے گا۔

گھوڑا ایک مبارک اور متبرک جانور ہے۔تمام انبیاء کرام اور اولیاء کرام نے گھوڑے کو پسند فرمایا۔اس پر سواری کی اور گھوڑے کی دیکھ بھال اور نگرانی خود فرمائی۔اللہ تبارک وتعالیٰ

Marfat.com

قرآن پاک میں سلیمان علیہ السلام کی گھوڑوں سے محبت کا ایک واقعہ بیان فرماتا ہے:

''اور جب اس پر پیش کیے گئے تیسرے پہر کو کہ روکئے تو تین پاؤں پر کھڑے ہوں چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے اور چلایئے تو ہوا ہو جائیں تو سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لئے۔ پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے پھر انہیں حکم دیا انہیں میرے پاس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔'' (آیات 30:33 پارہ:23)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیرِ کبیر میں فرماتے ہیں: ہماری شریعت کی طرح سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں گھوڑے پالنا اور رکھنا جائز تھا۔ ایک دن آپ علیہ السلام کے سامنے گھوڑے لائے گئے۔ آپ علیہ السلام نے گھڑ دوڑ کا حکم فرمایا۔ گھڑ دوڑ میں سورج ڈوب گیا جہاں دوڑ ہو رہی تھی وہ ایک وسیع اور گول میدان تھا جس میں گھوڑے دوڑنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے رہے تھے یہاں تک کہ سورج چھپ گیا اور آپ علیہ السلام کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے گھوڑوں کے سواروں سے فرمایا کہ گھوڑے میرے سامنے لاؤ۔ جب آئے تو آپ علیہ السلام ان کی پنڈلیوں اور گردن پر ہاتھ پھیرتے اور ان کی رسیاں اپنے ہاتھ سے ان کے گلے میں ڈالتے۔ (تفسیر روح البیان 23-346)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کو گھوڑے پیش کئے گئے تو ان کے معائنے میں مشغول ہو گئے اور سورج ڈوب گیا۔ آپ علیہ السلام نے ملائکہ کو حکم فرمایا کہ سورج کو واپس لے آؤ تاکہ میں نماز پڑھوں۔ (تفسیر روح البیان 23-265)

گھوڑوں پر ہاتھ پھیرنے کی چند وجوہات تھیں۔ ایک تو گھوڑوں کی عزت اور شرف کا اظہار دوسرے یہ کہ آپ علیہ السلام گھوڑوں کے احوال، امراض اور عیوب کے اعلیٰ ماہر تھے۔ ان پر ہاتھ پھیر کر ان کی حالت کا معائنہ فرماتے تھے۔ (تفسیر کبیر)

ایک اور مقام پر اللہ پاک نے گھوڑے کی تین قسمیں ارشاد فرمائیں:

Marfat.com

''قسم ان کی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکلتی ہے پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر۔'' (پارہ 30- سورۃ العادیات)

احادیث مبارکہ میں بھی گھوڑے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص گھوڑے باندھتا ہے تو اس گھوڑے کا کھانا پینا اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے ترازو میں اجر بنا کر ڈالا جائے گا۔ (بخاری شریف)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ کے راستے میں گھوڑا باندھا وہ اسے دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بنے گا۔ (ابن عساکر وغیرہ وضعیف)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے سچے دل سے گھوڑے باندھنے کا ارادہ کیا اسے ایک شہید کا اجر دیا جائے گا۔ (ذکرہ ابو عبیدہ فی کتاب الخیل وہو مرسل)

ابو کبشہ الانماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھلائی گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے اور گھوڑے والوں کی (اللہ کی طرف سے) مدد کی جاتی ہے اور گھوڑے پر خرچ کرنے والا ہاتھ کھول کر صدقہ کرنے والے جیسا ہے۔ (ابوعوانہ۔ ابن حبان۔ المسدرک صحیح الاسناد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھلائی قیامت کے دن تک گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے اور گھوڑے پر خرچ کرنے والے کی مثال ہتھیلیاں بھر کر صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔ (موارد الظمآن)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں بھلائی اور نفع قیامت کے دن تک رکھ دیا گیا ہے اور گھوڑے والوں کی مدد کی جاتی ہے۔ پس تم ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا کرو اور ان کے لئے برکت کی دعا کیا کرو اور ان کو رسی ڈالو مگر تانت کی رسی نہ ڈالو۔ (مسند احمد باسناد جید)

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ اپنی انگلی مبارک گھوڑے کی پیشانی پر پھیر رہے تھے اور فرما رہے تھے گھوڑوں کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے قیامت کے دن تک (یعنی اجر اور غنیمت)۔ (مسلم شریف)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو اپنی ازواج مطہرات کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں تھی۔ (نسائی)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر عربی گھوڑے کو صبح سویرے چند دعائیہ کلمات کہنے کی اجازت دی جاتی ہے (وہ گھوڑا دعا کرتا ہے) اے میرے پروردگار تو نے مجھے ایک انسان کو بخش دیا ہے اور عطا فرمایا ہے۔ پس تو مجھے اس کے نزدیک اپنے اہل و مال میں سب سے زیادہ محبوب بنا دے۔ (مسند احمد۔ نسائی۔ مستدرک صحیح الاسناد)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑا ہر دن دو دعائیں کرتا ہے پہلی دعا میں کہتا ہے یا اللہ اسے وسعت دے پھر یہ مجھ پر وسعت کرے گا اور دوسری دعا میں کہتا ہے اے پروردگارا اسے مجھ پر شہادت نصیب فرما دے۔ (شفاء الصدور)

حضرت عبدالرحمٰن بن ساعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے گھوڑے بہت پسند تھے چنانچہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عبدالرحمٰن اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں داخل فرمایا تو تمہیں وہاں یاقوت سے بنا ہوا دو پروں والا ایسا گھوڑا ملے گا جو تمہیں جہاں چاہو گے اڑاتا پھرے گا۔ (مجمع الزوائد، رجال ثقات)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص گھوڑا باندھنے کی طاقت رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ گھوڑا باندھے۔ (ابن عساکر، ضعیف)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس گھر میں عمدہ گھوڑا ہو اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ (مجمع الزوائد)

حضرت عبداللہ بن مبارک کے بارے میں آتا ہے کہ ایک شخص نے انہیں کہا کہ میرے

Marfat.com

گھر میں پتھر گرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: جاؤ اپنے گھر میں عربی گھوڑا باندھ دو۔ اس شخص نے گھوڑا باندھا تو پتھراؤ رک گیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک سے پوچھا (کہ یہ علاج کیسے تجویز فرمایا) تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: واخرین من دونھم اور فرمایا: اس سے مراد جنات ہیں۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتے کسی کھیل کود کے کام میں حاضر نہیں ہوتے سوائے مرد کے اپنی بیوی کے ساتھ کھیلتے وقت اور گھوڑے دوڑانے اور تیراندازی میں۔ (ابن عساکر)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیراندازی کرو اور گھڑسواری کرو۔ تمہارا تیراندازی کرنا مجھے تمہاری گھڑسواری سے زیادہ محبوب ہے اور مرد کا ہر کھیل باطل (فضول) ہے سوائے تیراندازی کرنے، گھوڑے کو سکھانے کے۔ (ابوداؤد، نسائی، حاکم)

حضور اکرم ﷺ کے کئی گھوڑے تھے۔ ذیل میں انہیں ترتیب سے ذکر کیا جاتا ہے:

(1) السکب (تیز رفتار): یہ سفید پیشانی والا، سرخ سیاہ رنگ والا گھوڑا تھا جس کے بائیں پاؤں پر سفیدی تھی۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ یہ سیاہ رنگ کا تھا۔ یہ سب سے پہلا گھوڑا ہے جو آپ ﷺ کی ملکیت میں آیا۔ آپ نے اسے ایک بدو سے دس اوقیہ چاندی کے عوض خریدا تھا۔ آپ نے سب سے پہلے اس پر غزوۂ احد میں شرکت فرمائی تھی۔ اس دن مسلمانوں کے پاس حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے گھوڑے اور السکب کے علاوہ کوئی تیسرا گھوڑا نہیں تھا۔

(2 المرتجز (رجز پڑھنے والا): اس کا یہ نام اس کی نظم پڑھنے جیسے خوبصورت ہنہناہٹ کی وجہ سے پڑا۔ یہ سیاہی ملی سفید رنگ والا تھا۔ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ یہ طرف یعنی اصیل گھوڑا تھا۔

(3) اللحف (لپٹنے والا): یہ نام اس لئے پڑا کہ وہ لمبی (شاندار) دم والا تھا گویا کہ وہ اپنی دم کو زمین پر بچھانے والا تھا۔ یہ آپ کی خدمت میں ربیعہ بن ابوالبراء یا فروہ بن عمرو لجزامی نے پیش کیا تھا۔

Marfat.com

(4) اللذاز (چمٹنے والا): گویا کہ وہ اپنی تیزی کی وجہ سے اپنی منزل سے فوراً چمٹ جانے والا تھا۔ یہ مقوقس نے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

(5) الظرب (ٹیلا، چھوٹا پہاڑ): یہ دیوہیکل اور مضبوط گھوڑا تھا جو فروہ بن عمرو نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

(6) الورد (سرخ زردی مائل): یہ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا اور آپ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا تھا۔ اس کا یہ نام اس کے رنگ کی وجہ سے پڑا۔

(7) سبحہ (تیرنے والا): اس کی تیز رفتار اور خوبصورت آرام دہ چال کی وجہ سے یہ نام پڑا۔

حافظ شریف الدین الدمیاطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے مذکورہ بالا سات گھوڑوں کے بارے میں سب کا اتفاق ہے اور آپ ﷺ زیادہ سواری السکب پر فرماتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ تک حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان پہنچا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے عربی النسل گھوڑے کا اکرام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا اکرام کرے گا اور جو اس کی اہانت کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کی اہانت فرمائے گا۔
(ذکرہ ابوعبیدہ معمر بن المثنی فی کتاب الخیل)

روح بن زنباع فرماتے ہیں کہ میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ اپنے گھوڑے کے لئے جو صاف فرما رہے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے اردگرد آپ کے اہل خانہ ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا ان گھر والوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو آپ کی طرف سے اس کام کو سرانجام دے سکے؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں۔ لیکن میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے گھوڑے کے لئے جو صاف کرے گا

Marfat.com

اس کے لئے (کھانے والی تھیلی میں) لٹکا دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر دانے کے بدلے نیکی عطا فرمائیں گے۔ (شعب الایمان۔ بیہقی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے صبح کے وقت حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے کپڑے سے گھوڑے کے چہرے کو صاف فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ اپنے کپڑے سے اس کا منہ صاف فرما رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا پتہ کہ رات کے وقت جبرائیل علیہ السلام نے اس (گھوڑے) کے بارے میں مجھے خبر کی۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا: اس کے چارے کی ذمہ داری مجھے سونپ دیجئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا سارا اجر تم لینا چاہتی ہو؟ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے (اس کے چارے کے) ہر دانے کے بدلے نیکی عطا فرماتے ہیں۔ (شفا، مسند)

حضرت ابوقتادہؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے اچھا گھوڑا سیاہ رنگ والا ہے: بشرطیکہ اس کی پیشانی اور ہونٹ سفید ہوں۔ اس کے بعد (دوسرے درجے پر) وہ گھوڑا ہے جس کی پیشانی اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں لیکن اس کا دایاں حصہ سفید نہ ہو اور اگر کالا گھوڑا نہ ہو تو پھر (سب سے اچھا گھوڑا) کمیت ہے۔ یعنی اس کا رنگ سرخ اور سیاہ کے درمیان ہو اسی نقش کے مطابق (یعنی پیشانی اور ہونٹ اور بائیں ہاتھ پاؤں پر سفیدی ہو) (ابن ماجہ۔ مستدرک)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم جہاد کرنا چاہو تو پھر تم سفید پاؤں اور بائیں طرف کے ہاتھ پاؤں سفیدی والا گھوڑا خرید و بے شک تم غنیمت پاؤ گے اور سلامت رہو گے۔ (مجمع الزوائد۔ مستدرک)

ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی قوم کے گھوڑوں کو سر اٹھاتے ہوئے زیادہ ہنہنانے والا دیکھو تو سمجھ لو کہ فتح ان کی ہوگی اور جب تم کسی قوم کے گھوڑوں کو سر جھکائے کم ہنہنانے والا اور دم ہلانے والا دیکھو تو سمجھ لو کہ ان کو شکست ہونے والی ہے۔ (شفا، مسند)

اسی طرح نیزہ بازی کے حوالے سے بھی احادیث مبارکہ میں ذکر آیا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبشہ کے کچھ لوگ حضور ﷺ کے سامنے چھوٹے نیزے کے کھیل کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ انہوں نے کنکریاں اٹھا کر ماریں تو آپؐ نے فرمایا: اے عمر! انہیں چھوڑ دو یعنی انہیں یہ کھیل دکھانے دو۔
(صحیح بخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے اور جو میری شریعت کی مخالفت کرے گا اس کے لئے ذلت ہے۔ (صحیح بخاری)

حضور نبی کریم ﷺ گھوڑے کے تین کھیل بہت پسند فرماتے تھے۔ جن میں نیزہ بازی، تیر اندازی، گھڑ دوڑ اور ایسی بہت سی روایات موجود ہیں کہ آپ بہترین نیزہ باز اور گھڑ سوار تھے اور بہت سے مقابلوں میں آپ ﷺ نے خود شرکت فرمائی۔

احادیث اور روایت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تمام صحابہ کرام نے گھوڑے رکھے ہوئے تھے اور نہ صرف گھوڑوں سے محبت فرماتے تھے بلکہ اپنے ہاتھوں سے گھوڑوں کی خدمت کرتے تھے۔

اولیاء کرام بھی گھوڑوں کا شوق رکھتے تھے۔

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے تھان پر بیسیوں گھوڑے کھڑے ہوئے تھے اور روایات میں آتا ہے کہ ان کے پاؤں کی نعلیں بھی سونے کی ہوتی تھیں۔ حضرت بہاؤالحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ گھوڑوں پر قیمتی زین ڈال کر سواری کرتے تھے۔

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ بھی گھوڑے پسند فرماتے تھے اور سواری فرماتے تھے۔

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ بھی گھوڑوں کا شوق رکھتے تھے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ کو حضور اکرم ﷺ نے گھوڑوں کی ایک جوڑی عطا فرمائی تھی جس کی نسل سے آج بھی

Marfat.com

گھوڑے موجود ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری اولاد میں جس کے پاس میرے گھوڑے ہوں گے اس کے پاس ہی خزانہ فقر ہوگا اور یہ گھوڑے اب سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے تھان پر موجود ہیں۔ اس دور میں جب مخلوق مشینی بن چکی ہے ہر انسان دنیا کی دوڑ میں بھاگ رہا ہے۔ سلطان الفقر سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ صحابہ کرام اور اولیاء کرام کی اس سنت کو زندہ رکھا ہوا ہے۔ آپ کے پاس تقریباً 100 کے قریب گھوڑے ہیں۔ ہر ایک دیکھنے کے قابل ہے۔ دور دور سے لوگ ان کی زیارت کے لئے تشریف لاتے ہیں۔

آپ خود بھی ماہر گھڑ سوار اور نیزہ باز تھے۔ آپ کے زیر سایہ تربیت یافتہ گھڑ سوار اور نیزہ باز ملک میں بلکہ غیر ممالک میں بھی جانے جاتے تھے۔ آپ کے گھوڑوں کی شہرت سن کر غیر ممالک سے بھی اکثر لوگ آتے تھے۔

ان گھوڑوں میں ایک گھوڑا ایسا ہے جس کی گردن پر اسم محمد نقش ہے۔ آپ سنت نبوی ﷺ کے مطابق سال میں مختلف موقعوں پر گھڑ دوڑ، نیزہ بازی کے مقابلے میں منعقد کراتے تھے۔ جس میں پورے ملک سے ہزاروں کی تعداد میں گھوڑے اور سوار شرکت کرتے تھے۔

صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب نے گھڑ سواری کے حوالہ سے اپنے مرشد والد رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ آپ ہمارے دادا مرشد حضرت سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر ایک انتہائی سرکش گھوڑے پر نیزہ بازی کا مظاہرہ کر رہے تھے اور اس انتہائی سرکش گھوڑے کو زین چھوڑ کر بھگا رہے تھے۔ زین چھوڑ کر دوڑانا بڑی خطرناک سواری ہے۔ جان کو ہتھیلی پر رکھنے والی بات ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اتنی زین چھوڑی کہ میرا دلیاں پاؤں بائیں طرف آ گیا۔ میں نے نیزہ مارا اور وہ صحیح نشانے پر لگا۔ جب میں نے گھوڑا روکا تو ہمارے دادا مرشد حضرت سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے دونوں بازو فضا میں لہراتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا۔ آپ فرماتے تھے ہمارے دادا جان "راجباہ" کے ایک طرف گھوڑا دوڑاتے تھے اور دوسری طرف لگا نیزہ اکھاڑا کرتے تھے۔ خیال رہے کہ "راجباہ" ایک نگ سے آبی

Marfat.com

گزرگاہ ہوتی ہے اور یہ قریباً ناممکن کام ہے۔ فرماتے ہیں کہ میری اس گھڑ سواری پر میرے والد مرشد رحمۃ اللہ علیہ اتنے خوش ہوئے کہ گھر آنے پر کہا:

''محمد اصغر علی آپ نے آج مجھے ''اندروں راضی'' (اندرونی مسرت) کیا ہے۔''

یہ الفاظ کسی بھی طالب کی زندگی کا سرمایہ ہوتے ہیں کہ اس کا مرشد اسے کہے اور قسمت والے مرید کو ہی مرشد زندگی میں ایک مرتبہ ایسا کہا کرتے ہیں۔ کئی مریدین تو یہ الفاظ سننے کے لئے ساری زندگی مرشد کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں۔

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

''والد مرشد نے فرمایا: ''آج مانگو جو مانگتے ہو۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خاموش رہا۔ والد مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے پھر کہا۔ میں پھر خاموش رہا۔ جب تیسری مرتبہ بھی یہی فرمایا اور کہا کہ ''میرا حکم ہے کچھ مانگو۔'' میں نے کہا:

''حضور مانگنے سے تو ہر کوئی لے لیتا ہے مجھے بن مانگے عطا فرمایئے۔''

اس پر میرے والد مرشد بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

''محمد اصغر علی تمہیں دین و دنیا کے خزانوں سے اتنا کچھ عطا ہوگا کہ زندگی بھر کبھی مانگنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔''

صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے گھڑ سواری کی تربیت اپنے قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی اور ہدایت پر اس شخص سے حاصل کی جس نے میرے والد مرشد کو اس فن میں یکتا کیا تھا۔ میری عمر قریباً دس سال تھی جب میری تربیت کا آغاز ہو گیا۔

ملک صفدر حسین نے جو سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور انتہائی مقرب تھے، شہسواری کے حوالے سے واقعہ بیان فرمایا اور کہا کہ شہسواری اس خانوادے کی قدیم روایت ہے۔ مجھے میرے مرشد سُلطان مُحمّد اَصْغَر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد مرشد کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ انگریز دورِ حکومت میں سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر ایک خصوصی نیزہ بازی اور

Marfat.com

شہسواری کا مقابلہ ہوا۔ جس میں اس دور کے گدی نشین کی درخواست پر حضرت سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے شرکت فرمائی۔ جب آپ نے گھوڑا بھگایا تو برق رفتاری پر انسانی آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی۔ آپ جب زمین پر گڑھے ''کلے'' کے پاس پہنچے اور آپ نے کلے کو نیزے کی مدد سے اٹھالیا تو آپ کی زبان سے پنجابی زبان میں نکلا ''وچ اے'' یعنی بالکل درمیان میں ہے۔

انگریز ڈی سی کی بیگم جو اس فن میں خصوصی مہارت رکھتی اور دیکھنے کی بہت شوقین تھی نے فوراً پوچھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کہا ہے؟ جب اسے بتایا گیا تو اس نے کلہ منگوا کر اس کا چاروں اطراف سے جائزہ لیا اور حیرت انگیز طور پر چاروں طرف سے نیزے کی مدد سے ہونے والا سوراخ بالکل سنٹر میں یعنی درمیان میں دکھائی دے رہا تھا۔ انگریز لیڈی مبہوت رہ گئی اور بے اختیار اس نے اپنے بازو سے بندھی گھڑی اتار کر جو مکمل سونے کی بنی تھی آپ کو پیش کرنا چاہی۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

''دھیر دھیر'' جس کا مقامی زبان میں مطلب ہے ''پرے کرو ہٹاؤ اسے'' اور منہ موڑ کر چل دیئے۔

انگریز لیڈی نے اسے اپنی توہین جانا۔ اسے غصہ آ گیا اور مقامی ترجمان سے پوچھا۔ جس نے بڑی حکمت سے کام لیتے ہوئے انہیں سمجھایا کہ یہ فقیر درویش لوگ ہیں اور کسی سے تحفہ قبول نہیں کیا کرتے۔ یہ سن کر وہ بالکل نارمل ہوئی لیکن اس نے اپنے تاثرات ریکارڈ پر لاتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں اس سے بڑا شہسوار نہیں دیکھا۔

ملک کاظم حسین کھنگن جن کے گھر آپ نے آخری دن قیام فرمایا تھا، کا تعلق بھی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ سے گھڑ سواری کے حوالہ سے ہی ہے۔ نیزہ بازی کے ایک مقابلے میں آپ نے کاظم حسین کو پسند فرمایا اور اسے اپنی ''نیزہ بازی سیکشن'' کا حصہ بنا لیا کیونکہ آپ کی خواہش ہوتی تھی کہ بہترین گھڑ سوار اور نیزہ باز تیار کیے جائیں یہی آپ کا اولین شوق تھا۔ کاظم

Marfat.com

حسین نے کئی سال خدمت کے بعد شدید خواہش پر حضور رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی التجا کی جو آپ نے منظور فرمائی۔ پھر کاظم حسین کے ذریعے نیزہ بازی کی تربیت دلاتے رہے۔ صاحبزادہ سلطان محمد علی کی سیکشن میں بھی کاظم حسین شامل رہے ہیں۔

کاظم حسین نے کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں حضور رحمۃ اللہ علیہ جیسا شہسوار اور نیزہ باز نہیں دیکھا۔ آپ گھوڑوں سے عشق فرماتے تھے اور ان کی اسی طرح فکر کرتے تھے جس طرح اپنے مریدین کی فکر کرتے تھے۔ کاظم حسین نے بتایا کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے صاحبزادوں کو بہترین گھڑسواری کی تربیت بھی دی اور بہترین نیزہ باز بھی بنا دیا۔

صاحبزادہ سُلطان احمد علی نے اپنے والد و مُرشِد کی وصیّت کے بارے میں مزید بتایا کہ آپ نے کچھ شرائط اور پابندیاں بھی عائد کیں جن میں 4 چیزوں کا حکم آپ نے بڑی سختی سے کیا

1- گھوڑوں کو اپنی ذات یا ذاتی مفاد کی خاطر فروخت نہیں کرنا سوائے اِن چند چیزوں کے۔ (۱) مسجد کی تعمیر کیلئے۔ (۲) مرشد پاک کے آستانہ کی تعمیر کیلئے۔ (۳) جہاد فی سبیل اللہ کیلئے۔ (۴) دِین حق کی کسی اور خدمت کیلئے۔ مگر یہ بھی صِرف اِس صُورَت میں کہ اور تمام وسائل ختم ہو جائیں اور یہ ایک آخری خزانہ رہ جائے۔

2- گھوڑوں کو مالک (یعنی ہم)، سوار یا سائیس گالی نہ دیں کیونکہ صحیح حدیثِ مبارکہ کے مطابق گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک برکت ہے اور ایک اور روایت کے مطابق اس کی پیشانی میں اللہ کا نام ہے۔ اس لئے اِس کو گالی دینا اِس کی تقدیس کے منافی ہے۔

3- ادب و آداب کا خاص خیال رکھنا ہے حتی الوسع کوشش کرنی ہے کہ اُن کے تھان پہ اُن کی نجاست نہ ہو یعنی صفائی کا خاص خیال رکھنا ہے

4- یہ بات ذہن میں رکھ کر خِدمَت کرنی ہے کہ ہم اپنے تفاخر یا استکبار کے لئے نہیں بلکہ حضرت سُلطان باھُو کی امانت بطور اِن کا خیال رکھنا ہے۔

5- کوئی بدکار یا شراب نوش یا منشیات کا عادی اِن کی خدمت پہ مامُور نہیں کرنا۔

Marfat.com

معرفت الٰہی کیسے ممکن ہے؟

سُلطان مُحمّد اَصغَر علی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات کو جاننے اور اس حقیقت کا ادراک حاصل کرنے کے لئے جس نے ہزاروں کلمہ گو مسلمانوں کو اس مردِ قلندر کے آستانے کی راہ دکھائی جہاں تک عام حالات میں انسانی رسائی بھی کارِ دار تھی۔ اگر آج سے پندرہ بیس سال پہلے کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سمجھ آ جائے گی کہ ان دنوں گڑھ مہاراجہ تک پہنچنے کے لئے ایسے ذرائع مواصلات میسر نہیں تھے جیسے اب میسر ہیں۔

وہ کون سا ایسا بھید تھا؟ کیا اسرار تھا کہ خیبر سے ساحلِ سمندر تک اور بلوچستان کے دور دراز علاقوں سے ہزاروں عاشقانِ راہِ حق اِس آستانے کی طرف کھنچے چلے آتے تھے؟ جن درجنوں لوگوں سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے جن کی زبانی ان کے "قلوب پھر جانے" کے واقعات سنے۔ بدباطنوں کو روشن ضمیر ہوتے دیکھا۔ وہ سب لوگ آخر سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے سُلطان مُحمّد اَصغَر علی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہی پہنچ کر کیوں خود کو پرسکون محسوس کرتے تھے اور اسم اللہ ذات کا وہ کون سا جادو تھا جس نے راہ گم کردہ انسانوں کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دی۔

ان سوالات کے جوابات حاصل کرنے کے لئے اس راہِ سلوک کی کچھ منازل کا مختصر تذکرہ پیشِ خدمت ہے کیونکہ جب تک ہم معرفتِ الٰہی، تصوّف، طریقت، اتباعِ مرشد، مرشدِ حق

Marfat.com

اور ذکر و فکر وغیرہ جیسی اصطلاحوں کے مطالب نہیں سمجھیں گے بات واضح نہیں ہوگی۔ مطمئن رہئے میں آپ کو فلسفیانہ موشگافیوں میں الجھا کر اپنی نام نہاد علمیت کی دھاک بٹھانے نہیں جا رہا بلکہ اپنے ناقص مطالعہ خصوصاً سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین باصفا اولیائے کرام اور سب سے بڑھ کر قرآن و حدیث سے کچھ حوالہ جات لے کر آپ کو اس دنیا کے کچھ اسرار سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

یہ ہماری بدقسمتی ہی ہے کہ مادہ پرستی کے اس دور میں روحانی تصرفات و مشاہدات کا انکار کیا جا رہا ہے اور بزرگانِ دین اولیائے کرام و فقرائے محمدیؐ کے مشاہدات کو ایک وہم قرار دیا جاتا ہے۔ بعض علماء ظاہر بھی اس پر معترض ہوئے ہیں اور انہوں نے ان مشاہدات حضوری و تصرفات کو خلاف شریعت گمان کیا ہے۔ جس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ وہ اس علم سے بے بہرہ ہیں یا پھر وہ بغض، عناد اور حسد کے باعث اس کا انکار کر بیٹھے ہیں اور ضد نے انہیں حق کی طرف رجوع کرنے سے روک رکھا ہے۔ جیسا کہ حضرت علامہ مولانا اللہ یار خان دامت فیوضہم نے "اسرار الحرمین" میں بیان فرمایا ہے کہ کیا ہی اچھا تھا کہ نور معرفت اور اسرار فقر سے بے بہرہ لوگ ضد و حسد میں اعتراض کرنے کی بجائے اپنی علمی بے بضاعتی کا اعتراف کر لیتے۔

علمی ناواقفیت کی بناء پر جو لوگ منکر ہوئے امید کی جا سکتی ہے کہ اللہ کریم معاملہ روشن فرما دیں تو شاید رجوع کر لیں۔ لیکن صلحاء سے حسد تو ایک ایسا مرض ہے جس کا علاج ہی ممکن نہیں۔ آخر اس بات کا کیا علاج ہو جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں مرد کو کیوں نوازا ہے اور ہمیں کیوں نہیں نوازا۔ حسد کی آگ ہمیشہ انہیں جلاتی رہے گی۔ جیسا کہ صاحب فتح المنھم نے اس کے صفحہ 74 جلد نمبر 1 میں بیان کیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ یہ فضل خداوندی ہے جس کو چاہے اس کے شامل حال کر دے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء.

بہر کیف زبان طعن تو اللہ تعالیٰ کے مقبول و برگزیدہ پیغمبروں پر بھی دراز ہوئی۔ حضرت

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ میرے خلاف بنی اسرائیل کی زبان بند فرما دے کہ اس کے شر سے محفوظ رہوں۔ حق تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔ جب ان کی زبانیں میں نے اپنی مخالفت میں بند نہیں کیں تو تمہارے لئے کیسے بند کر دوں۔ ابن تیمیہ وغیرہ کا بعض عارفین اولیائے کرام پر اعتراض قبیل حسد ہی ہے۔ ان حاسدین کی مجلس وصحبت اور ان کے وعظ سے بچنا چاہئے۔ انہیں ان کمالات کا عرفان ہی نہیں اور کیونکر ہو کہ علامہ شعرانی الواقح الانوار جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 7 پر تحریر فرماتے ہیں کہ ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے۔ اسی لئے ایک ولی دوسرے ولی پر زبان طعن دراز نہیں کرتا۔ ''ولی را ولی می شناس۔''

۔ عارف دی گل عارف جانے کیا جانے نکسانی

معترضین کی عبرت کے لئے بہت سے واقعات ومشاہدات ہیں۔ انہی میں سے ایک واقعہ نسیم الریاض جلد نمبر 4 کے صفحہ نمبر 494 پر منقول ہے کہ بعض مشائخ نے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ رسول ﷺ کے حضور کھڑے ہو کر اس آدمی کا شکوہ کر رہے ہیں جس نے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر طعن کئے تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس آدمی کو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ پس جب وہ مضروب بیدار ہوا تو کوڑوں کا اثر اس کے بدن پر تھا۔

طبقات کبریٰ جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 17 پر علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اور مرأۃ الجنان صفحہ نمبر 409 پر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا کہ ''غوث وقت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کو زندیق کہا گیا۔ ابراہیم الحق نے حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا۔ آپ نے قاصد ہی سے پڑھوایا تو اس میں آپ کو کانا، دجال، بدعتی اور عورتوں اور مردوں کو جمع کرنے والا لکھا تھا۔ اس پر حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے قاصد سے جواب لکھوایا اور جب وہ خط ابراہیم مذکور کے پاس پہنچا تو منہ کے بل گرا اور پھر پتہ نہ چلا کہ کہاں گیا یعنی ذلیل ہو کر گم ہو گیا۔''
انہی میں سے ہیں حضرت عبداللہ بن جمرہ رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الکبریٰ کے صفحہ نمبر 14 پر کیا ہے اور شیخ ولی اللہ بن محمد بن جمرہ رحمۃ اللہ علیہ بڑی شان رکھتے

Marfat.com

تھے اور شریعت مطہرہ کے بے حد پابند تھے۔ علوم باطنی سے ان کا باطن حزین تھا۔ اوصاف جلالیہ کا رنگ ان پر غالب تھا۔ دونوں بیان فرماتے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے جمال جہاں آرا سے بیداری میں مشرف ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ علماء ظاہران پر طعن کرنے کے لئے مجلس قائم کرتے۔ حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی ظاہری علماء کے طعن سے نہ بچ سکے۔

یہ طریق فقر سے نا آشنا علماء ظاہر کے فتوؤں اور مطاعن کی چند مثالیں تھیں جو انہوں نے بارگاہِ خداوندی میں مقبول فقراء حضرات پر صادر کئے لیکن صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی وہ فقراء طالبان راہِ حق کی آنکھوں کا نور ہیں اور ان کی مقبولیت کے چرچے محض اس اعلان خداوندی سے ہیں جو وہ اپنے فرشتوں کی زبان سے اپنے اولیاء کے بارے میں چار دانگ عالم میں کرواتا ہے۔

طالبان راہِ حق کو جاننا چاہئے کہ اولیاء اللہ کا دامن تھام لینے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور ان کی مخالفت کرنے سے سوءِ خاتمہ کا ڈر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حکم دیا ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس کے قرب کا وسیلہ تلاش کیا جائے۔ اولیائے کرام مقرب بارگاہ خداوندی ہوتے ہیں۔ ان کی تابعداری اور عقیدت ومحبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قرب کا باعث ہوتی ہے اور ان کی مخالفت کا حاصل سوائے محرومی کے کچھ نہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

علامہ اقبال نے انسان کی دنیا میں آمد کا مقصد "بندگی" بیان فرمایا ہے۔

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

یہ بندگی ہے جو انسان کو "معرفت الٰہی" عطا کرتی ہے۔ اسی لئے تو علامہ اقبال نے

Marfat.com

فرمایا:

"مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی"

یہ بات نصِ قرآنیہ واحادیث صحیحہ سے واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی معرفت کے لئے پیدا کیا ہے۔

معرفت دو قسم کی ہے۔

(1) معرفتِ صفاتِ الٰہیہ۔ (2) معرفتِ ذاتِ الٰہیہ۔

معرفتِ صفات دونوں جہان میں وجود کا حصہ ہے اور معرفت ذات آخرت میں روح قدسی (پاکیزہ روح یا روح الٰہی) کا نصیبہ ہے۔ چنانچہ فرمان ایزدی ہے کہ

"ہم نے اس کی روح القدس سے مدد کی۔" (القرآن)

یہ دونوں معرفتیں (معرفتِ ذات وصفات) بغیر ان دو علوم ظاہری اور باطنی کے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "علم دو طرح کا ہے"

(1) علم جس کا تعلق زبان سے ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حجت (دلیل) ہے، اپنے بندوں پر۔

(2) علم جس کا تعلق دل سے ہے۔ یہ علم حصول مقصد کے لئے نفع بخش ہے۔

انسان کو پہلے علم شریعت کی ضرورت ہے تا کہ بدن عالم معرفت صفات میں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر سکے اور وہ درجات ہیں۔ اس کے بعد باطنی علم کی ضرورت ہے تا کہ روح کو عالم معرفت میں معرفت ذات حاصل ہو جائے اور شریعت اور طریقت کے خلاف عقائد کو ترک کرنے کے بغیر معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کا حاصل ہونا ایسی نفسانی اور روحانی مشقیں اور ریاضتیں اختیار کرنے سے ہے جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہوں، کسی کو دکھانے اور سنانے کے لئے نہ ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادة ربه

Marfat.com

احداً. (القرآن الحکیم)

''پس جو اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہے اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔''

روح قدسی سے مراد انسان حقیقی ہے جو دل کی گہرائیوں میں ودیعت (امانت) رکھا گیا ہے۔اس کے وجود کا ظہور تو بہ یقین اور کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ کا اول زبان سے دائمی ذکر کرے۔اس وقت صوفیائے کرام اپنی اصطلاح میں اس کا نام طفل المعانی (یا فرزند نوری یا اولاد لطفی، جسد نوری یا شخص اکبر) رکھتے ہیں۔کیونکہ وہ معانی قدسیہ اور صفات باطنیہ سے ہویدا ہوتا ہے اور اس کا نام طفل المعانی چنداں وجوہ سے ہے۔

اول یہ کہ قلب انسانی میں اس کی پیدائش بعینہٖ ایسے ہی ہوتی ہے جیسے کہ ماں کے بطن سے بچہ ہوتا ہے اور باپ اس کی پرورش کرتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ بڑا ہو کر سن بلوغت کو پہنچتا ہے۔دوئم یہ کہ بچوں کو عموماً ظاہری تعلیم دی جاتی ہے۔اسی طرح اس بچے کو بھی معرفت کی تعلیم دی جاتی ہے۔سوئم یہ کہ جس طرح (دنیوی) بچہ ظاہری گناہوں کے میل کچیل سے پاک صاف کیا جاتا ہے اسی طرح یہ طفل بھی شرک، غفلت اور جسمانیت (یعنی بشریت) کے میل سے پاک کیا جاتا ہے۔چہارم یہ بچے کی اس پاک صورت کی مانند طہارت و پاکیزگی میں بڑھ جاتا ہے تو خوابوں میں مطلوب و مقصود کی صورت پر فرشتوں کی مانند دکھائی دیتا ہے۔پنجم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نتائج جنت کو طفولیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

''اور ان کے لئے (اہل جنت کے) گرد لئے پھریں گے۔(خدمت کے لئے) ہمیشہ رہنے والے لڑکے۔'' (القرآن الکریم)

ششم اس کا یہ نام اس کی پاکیزگی (روح القدس و طفل المعانی) اور لطافت کے لحاظ سے ہے۔ہفتم بدن کے ساتھ تعلق ہونے کے اعتبار سے اور بشری صورت کے لحاظ سے اس پر اس نام (یعنی طفل) کا اطلاق محض مجاز کے طور پر ہے۔یہ اطلاق اس کی علامت (اچھی اور

Marfat.com

خوبصورت) کے باعث ہے نہ کہ اس کے فقر و غنا اور صفائی باطن کی وجہ سے ہے اور اس کے ابتدائی حالات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ انسان حقیقی ہے۔ کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسی نسبت ہے کہ جسم اور جسمانی (انسان بشری) صورت میں عقل مجرد کے حامل اس کے حال سے واقف نہیں۔ بموجب ارشاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام:

ترجمہ: ''میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتے اور نہ کسی نبی مرسل کی (پہنچ) گنجائش ہے۔''

اس سے مراد بشریت جناب نبی اکرم ﷺ ہے اور ملک مقرب سے مراد ایسی روحانیت ہے۔ جو نورِ جبروت سے پیدا کی گئی ہے۔ چنانچہ فرشتہ بھی نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ بالخصوص جبرائیل علیہ السلام کا نام عالم جبروت کا مظہر ہے اور اسی لئے آپؐ جب عالم جبروت کے آخری کنارے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، تو آگے غیر مخلوق میدان لاہوت جو کہ مظہرِ جمالِ احدی، بشکلِ حقیقتِ محمدیؐ ہے، وہاں پر نہ جا سکے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''عنقریب تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے، جیسے کہ چودھویں کا چاند دیکھتے ہو۔''

لہٰذا اگر فرشتہ یا جسمانی یعنی انسان معہ اپنی بشریت کے اس عالم لاہوت میں داخل ہو تو جل جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے:

ترجمہ: ''اگر میں اپنے انوارِ عظمت و جلال ظاہر کر دوں تو ہر شے جہاں تک میری نگاہ پہنچے جل کر (راکھ ہو جائے) گی۔''

معرفت حق کے اسرار کو حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں اس طرح بیان فرمایا ہے: ''مشائخ رضی اللہ عنہم میں سے ایک بزرگ کا قول ہے: ''روح جسم میں اس طرح ہے جیسے کوئلے کے اندر آگ۔ آگ مخلوق ہے اور کوئلہ مصنوعی چیز۔'' قدم صرف ذات حق کے لئے ہے۔ ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے روح سے متعلق بہت کچھ کہا ہے۔ بقول ان کے ارواح کے لئے دس مقامات ہیں:

Marfat.com

1- مخلصین کی ارواح جو ظلمت میں مقید ہیں اور اپنے انجام سے ناواقف ہیں۔

2- پارساؤں کی ارواح جن کا مقام آسمانوں پر ہے اور وہ اپنے اعمال کے اجر پر خوش ہیں اپنی طاعت سے مطمئن ہیں اور اسی کی قوت سے گامزن ہیں۔

3- مریدان صادق کی ارواح جو چوتھے آسمان پر لذت صدق اور اپنے سایہ اعمال میں ملائکہ کے ساتھ ہوں گی۔

4- اہلِ مُروّت و احسان کی اَرواح جو عرش کی نورانی شمعوں میں شامل ہوں گی۔ رحمت حق ان کی غذا اور لطف و قربت حق ان کا شرب ہے۔

5- اہل وفا کی ارواح جو صفاء کے پردوں میں بلندی کے مقام پر خوش و خرم ہیں۔

6- شہداء کی ارواح جو باغ جنان میں طیُور کے پوٹوں میں مقیم ہوں گی اور ہر جگہ آزادی کے ساتھ اڑتی پھریں گی۔

7- مشتاقوں کی ارواح جو انوار صفات کے پردوں میں بساطِ ادب پر قیام پذیر ہوں گی۔

8- عارفوں کی ارواح جو قربِ حق میں صبح و شام کلامِ حق سے گوش آسودہ ہیں اور دنیا و جنت میں ان کا مقام ان کی نظر کے سامنے ہے۔

9- دوستوں کی ارواح جو مشاہدۂ جمال میں مقام کشف پر مستغرق ہیں بجز حق ان کی کوئی آرزو نہیں اور بجز حق انہیں کسی چیز سے اطمینان نہیں۔

10- درویشوں کی ارواح جو مقامِ فنا پر قرار پذیر ہیں۔ ان کے اوصاف و احوال مبدل ہو چکے ہیں۔

مشائخ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ارواح کو متشکل دیکھا ہے۔ یہ ممکن ہے کیونکہ جیسے اوپر بیان ہوا روح موجود ہے اور جسیم ہے خدا جس شکل میں چاہے دکھا سکتا ہے۔ میں (علی بن عثمان الجلابی) کہتا ہوں کہ ہماری زندگی حق تعالیٰ کی عطا ہے۔ پائندگی صرف اسی ذات پاک کے

Marfat.com

لئے ہے۔ ہمیں زندہ رکھنا فعل حق ہے ہم اس کی قدرت سے بحیثیت مخلوق زندہ ہیں۔ اس کی ذات، صفات میں شامل نہیں ہے۔ روحیان کی تعلیم قطعاً باطل ہے۔ قدمِ روح کا عقیدہ صریح غلطی ہے اور اس گمراہی میں صرف غلط رُو جہلا ہوتے ہیں۔ مختلف الفاظ تراشی محض الحاد کو چھپانے کے لئے کی جاتی ہے۔ روح و مادہ، نور و ظلمت یا بھٹکے ہوئے گروہ صوفیاء کی اصطلاحات فنا و بقا، جمع و تفرقہ سب کفر والحاد کو لپیٹ کر پیش کرنے کا ذریعہ اظہار میں صحیح تصوف کے علمبرداران سے بیزار ہیں کیونکہ اثبات ولایت اور محبت حق کی حقیقت کا انحصار معرفت پر ہے۔ جو قدم وحدت میں تمیز نہیں کرسکتا وہ محض مجہولانہ گفتار مرتکب ہوتا ہے اور اہل دانش جہلا کی گفتگو پر کان دھرا کرتے۔ ان دو باطل گروہوں سے متعلق جو ضروری تھا بیان کر دیا۔ اگر کچھ اس سے زیادہ چاہے۔ میری دوسری کتابوں میں تلاش کرے۔ اس جگہ ہمارا مقصد کتاب کو طول دینا نہیں۔

اب میں کشف حجابات کی طرف توجہ دیتا ہوں اور اہل تصوف کے معاملات اور حقائق و براہین ظاہرہ کی روشنی میں بیان کرتا ہوں تاکہ حصول مقصد کا راستہ ہموار ہو جائے اور وہ منکر لوگ جو صاحب بصیرت ہوں راہ راست پر آئیں۔ میرے لئے دعا کریں تاکہ مجھے ثواب ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

کشفِ حجاب اول، معرفت حق

حق تعالیٰ نے فرمایا:

ماقدرو اللہ حق قدرہ.

''اور نہ قدر پہچانی انہوں نے اللہ کی جیسے حق تھا اس کی قدر پہچاننے کا۔''

پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

لو عرفتم اللہ حق معرفتہ لمشیتم علی البحور والزالت بدعائکم الجبال.

''اگر تم خدا کو جاننے کی طرح جانو تو پانی پر چل سکتے ہو اور پہاڑ تمہارے حکم پر حرکت

Marfat.com

میں آ سکتے ہیں۔"معرفتِ حق کی دو صورتیں ہیں۔

(1) معرفت علمی۔(2) معرفت حالی

معرفت علمی دنیا و عقبیٰ کی تمام نیکیوں کی بنیاد ہے اور آدمی کے لئے ہر حال میں اور ہر مقام پر اہم ترین چیز ہے۔ باری تعالیٰ نے فرمایا:

وما خلقت الجن والانس الالیعبدون.

"ہم نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔"

یعنی یہ کہ وہ مجھے پہچانیں۔ بیشتر لوگ اس فرض سے غافل رہتے ہیں۔ صرف وہی لوگ بروئے کار آتے ہیں جنہیں حق تعالیٰ منتخب فرمائے اور جن کے دلوں کو وہ اپنے نور سے منور کر دے اور جو اس کے فضل و کرم سے دنیا کی تاریکیوں سے نجات پالیں جس طرح حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے لئے باری تعالیٰ نے فرمایا:

وجعلنا له نورا یمشی به فی الناس.

"ہم نے اس کے لئے نور بنایا جس میں وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے۔" اور

کمن مثله فی الظلمت.

"اور کیا وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے جو ظلمت میں ہے۔"

معرفتِ دل کی حیات ہے اور ماسوا اللہ سے منہ پھیرنے کا نام ہے۔ ہر شخص کی قدر و قیمت معرفت سے ہے اور بغیر معرفت کوئی شخص قابل منزلت نہیں۔

علماء اور فقہاء خداوند عزوجل کے صحیح علم کو معرفت کہتے ہیں۔ اہل تصوّف صحتِ حال کو معرفت کا نام دیتے ہیں اور اسی بناء پر معرفت کو علم سے فاضل تر سمجھتے ہیں کیونکہ صحت حال بجز صحت علم نہیں ہوتی مگر صحت علم صحت حال کی ضامن نہیں ہوتی۔ یعنی عارف عارف ہی نہیں ہوتا جب تک وہ عالم حق نہ ہو مگر یہ ہو سکتا ہے کہ عالم عارف نہ ہو۔ جو اس نکتہ سے نابلد تھے باہم بے کار مناظرے کرتے رہے اور دوسرے کی تردید کرتے رہے۔ اب میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالتا ہوں تاکہ

Marfat.com

دونوں گروہ مستفید ہو سکیں۔ انشاء اللہ العزیز۔ خدا تجھے سعادت دے تو یہ چیز سمجھ لو کہ لوگوں میں معرفت حق اور صحت علم کے معاملے میں بہت اختلاف ہے۔ معتزلہ کا دعویٰ ہے کہ معرفت حق کی بنیاد عقل پر ہے اور بدون عقل معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ یہ عقیدہ باطل ہے کیونکہ دیوانے جو حلقۂ اسلام میں ہوں، معرفت کے حامل ہو سکتے ہیں اور بچے جو عاقل نہ ہوں صاحب ایمان تصور ہو سکتے ہیں۔ اگر معرفت کی کسوٹی عقل ہی ہو تو ان کو معرفت کا اہل قرار نہیں دیا جا سکتا اور اسی طرح صاحب عقل کفار دائرہ کفر میں نہیں رہ سکتے۔ اگر عقل ہی معرفت کی علت ہوتی تو چاہئے تھا کہ ہر صاحب عقل عارف ہوتا اور ہر بے عقل معرفت حق سے عاری ہوتا مگر یہ بین طور پر مضحکہ خیز ہے۔

ایک دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ معرفت حق کی علت استدلال ہے اور سوائے استدلالیوں کے کوئی معرفت حق سے بہرہ یاب نہیں ہو سکتا۔ یہ قول بھی باطل ہے۔ ابلیس کو دیکھو کہ بہشت دوزخ، عرش، کرسی اور دیگر آیات دیکھنے کے باوجود معرفت سے بے نصیب رہا۔

باری تعالیٰ نے فرمایا: (ترجمہ) ''اگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیں، مردوں کو تکلم دے دیں ہر شے کا حشر ان کے روبرو بیان کر دیں اور وہ ایمان نہیں لائیں گے۔''

اگر ان چیزوں کی رویت اور استدلال علت معرفت حق ہوتا تو باری تعالیٰ ایمائے حق پر حصر نہ کرتا۔ اہل سنت و جماعت کے نزدیک صحت عقل اور رویت آیت معرفت کا سبب ہو سکتے ہیں، علت نہیں ہو سکتے۔ علت صرف مشیت ایزدی ہے کیونکہ اس کی عنایت کے بغیر عقل اندھی ہے۔ عقل کو خود اپنا علم نہیں کسی اور کا علم تو درکنار ہر قسم کے ملحد استدلال کو بروئے کار لاتے ہیں اور بیشتر معرفت حق سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ مشیت حق شامل حال ہو تو بندگان حق کی سب حرکات نشان معرفت ہوتی ہیں۔ ایسے لوگوں کا استدلال ''طلب'' اور ترک استدلال ''تسلیم'' ہوتا ہے۔

کمال معرفت کے لئے تسلیم طلب سے بہتر نہیں کیونکہ طلب کے اصول کو کسی حالت میں بھی پس پشت نہیں ڈالا جا سکتا اور ''تسلیم'' اصولاً فقدان اضطراب کی دلیل ہے تاہم یاد رہے کہ ان دو اصولوں کی حقیقت بھی معرفت نہیں۔ صحیح رہنما اور دل کشا صرف ذات حق ہے۔ عقل و دلائل کا

Marfat.com

وجود امکان ہدایت کو روبکار نہیں لاسکتا۔ اس کی وضاحت دلیل یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے فرمایا:

(ترجمہ) ''اگر کفار بار دیگر بھی دنیا میں آجائیں تو اپنے کفر کی طرف جائیں گے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے معرفت سے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''میں نے اللہ کو اللہ سے پہچانا اور جو ماسواء اللہ تھا اسے اللہ کے نور سے دیکھا۔''

اللہ نے جسم کی تخلیق کی اور اس کی زندگی روح کے سپرد کر دی۔ اس نے دل پیدا کیا اور اس کی زندگی کو اپنی تحویل میں رکھا۔ جب عقل، انسانی صفات اور آیات، جسم کو زندگی نہیں دے سکتیں روح کو زندگی دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حق تعالیٰ نے فرمایا:

(ترجمہ) ''جو مردہ تھا اسے ہم نے زندہ کیا۔'' یہاں حیات کو اپنی طرف منسوب کیا۔

پھر فرمایا:

(ترجمہ) ''ہم نے اس کے لئے نور بنایا۔ جس کی مدد سے وہ لوگوں میں چلتا ہے۔''

یعنی نور کا پیدا کرنے والا میں ہوں۔ پھر فرمایا:

(ترجمہ) ''جس کا سینہ اسلام کے لئے کھولا وہ اپنے رب کی طرف سے نور میں ہے۔''

دل کے کھولنے اور بند کرنے کو بھی اپنی طرف نسبت دی اور فرمایا:

(ترجمہ) ''ان کے دلوں اور ان کے کانوں کو مہر کر دیا اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔''

پھر فرمایا:

(ترجمہ) ''اور اس کی اتباع مت کرو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا۔''

پس ثابت ہوا کہ دل کی بست و کشاد، اور شرح ختم باری تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ قطعاً محال ہے کہ اس کے سوا کوئی رہنما ہو۔ جو کچھ ماسواء اللہ ہے وہ علت اور سبب سے زیادہ نہیں اور علت اور سبب بجز رضائے مسبب رہنما نہیں ہو سکتے۔ حجاب کی حیثیت رہزن کی ہوتی ہے، رہنمائی

Marfat.com

کی نہیں۔

نیز باری تعالیٰ نے فرمایا:

(ترجمہ) ''اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کیا۔''

یہاں زینت اور محبت کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔ تقویٰ عائد ہوتا جسے حقیقت معرفت کہنا چاہئے اسی کی عطا ہے۔ متقی کو راہ تقویٰ اختیار کرنے یا چھوڑ دینے پر اختیار نہیں ہوتا اس کی تعریف وتوصیف کے سوا معرفت کا حصہ انسان کے لئے بجز عجز کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کے سوا کوئی دلوں کا رہبر نہیں۔ طلب علم صرف صحت بندگی کے لئے ہے۔ یاد رکھو مخلوقات میں کسی کو طاقت نہیں کہ حق تعالیٰ تک رسائی بہم پہنچا سکے۔ استدلال پر تکیہ کرنے والے ابوطالب سے زیادہ صاحب فہم نہیں ہو سکتے اور پیغمبر ﷺ سے بڑھ کر کوئی رہنما نہیں ہو سکتا۔ استدلال کا پہلا قدم خدا سے روگردانی ہے۔ کیونکہ پہلے خیال غیر اللہ کی طرف جاتا ہے۔ برخلاف اس کے معرفت ماسویٰ اللہ سے کلیۃً منہ پھیر لینے کا نام ہے بالعموم ہر مطلوب شے استدلال کے دائرے میں سما جاتی ہے مگر معرفتِ حق عمومی مطلوبات میں شامل نہیں۔ بلکہ معرفت عقل کی لامتناہی حیرت سے حاصل ہوتی ہے۔ انسانی اکتساب کو اس میں دخل نہیں۔ بجز ذات حق کوئی رہنما نہیں۔ معرفت شرح قلوب ہے اور خزانہ غیب سے ملتی ہے۔ ہر غیر اللہ چیز محدث ہے۔ ایک محدث دوسرے کو پا سکتا ہے مگر خالق کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ جب کوئی چیز حاصل کرنے والا غالب سمجھا جاتا ہے اور حاصل کو مغلوب خیال کیا جاتا ہے یہ کوئی کرامت نہیں ہے کہ عقل استدلال سے معتدل کے وجود کو غافل ثابت کردے۔ کرامت یہ ہے کہ ولی نور حق کے سامنے اپنی ہستی کی نفی کرے پہلی صورت میں معرفت صرف منطق ہے۔ دوسری صورت میں دلی کیفیت ہے۔

عقل کو معرفت کی علت سمجھنے والوں کو دیکھنا چاہیے کہ عقل ان کے دل میں حقیقت معرفت کا کیا تصور پیدا کرتی ہے؟ معرفت دراصل ہر اس چیز کی نفی ہے جسے عقل ثابت کرے یعنی

Marfat.com

ذاتِ حق ہر اس تصوّر سے بالاتر ہے جو عقل کے دائرۂ امکان میں آ سکے۔ ان حالات میں عقل کا استدلال کس طرح ذریعہ معرفت بن سکتا ہے؟ عقل اور وہم دونوں ہم جنس ہیں اور جہاں جنس ثابت ہوئی معرفت کی نفی ہو گئی۔ عقلی دلائل سے خدا کی ہستی کو ثابت کرنا تشبیہہ سے زیادہ نہیں اور اسی قسم کی منطق سے اس کا انکار کرنا تعطیل کے برابر ہے۔ عقل ان دونوں صورتوں سے باہر نہیں جا سکتی اور دونوں صورتیں معرفت کے معاملے میں انکارِ حقیقت کے برابر ہیں کیونکہ مشبہ اور معطلہ دونوں غیر موحد ہیں۔ جب عقل امکانی کوشش کر سکتی ہے اور اس کے چاہنے والوں کو اس کی تلاش کا سودا دامن گیر ہوتا ہے تو وہ درگاہِ عجز پر سرنگوں ٹھہر جاتے ہیں۔ مضطرب الحال ہو کر گریہ وزاری سے دستِ طلب دراز کرتے ہیں اور دلہائے مجروح کے لئے مرہم کی آرزو کرتے ہیں۔ وہ حتی المقدور کوشش کر کے تھک جاتے ہیں تو قدرتِ حق ان کی ہمت افزائی کرتی ہے اور وہ اس کی عنایت سے اس کا راستہ پا لیتے ہیں۔ اذیتِ فراق ختم ہو جاتی ہے اور وہ ریاضِ معرفت میں باریاب ہو کر آسودہ ہو جاتے ہیں۔ جب عقل والوں کو اس طرح کامران اور بامراد دیکھتی ہے تو اپنا تصرف کرنا چاہتی ہے مگر اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ ناکام ہو کر متحیر ہوتی ہے متحیر ہو کر بے کار ہو جاتی ہے جب بے کار ہو جائے تو حق تعالیٰ اسے لباسِ بندگی پہنا کر فرماتا ہے: ''تو جب تک آزاد تھی۔ اپنے تصرف اور اوراپنی طاقت کے گھمنڈ میں مستور تھی۔ جب تیرا تصرف اور تیری طاقت لوٹ گئی۔ تجھے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور ناکام ہو کر تجھے کچھ حاصل ہوا۔'' پس دل کو قرابت اور عقل کو بندگی نصیب ہوئی۔ اہلِ معرفت کے لئے خودستائی خیانت کے برابر ہے۔ وہ یادِ حق سے کسی حالت میں بھی غافل نہیں ہوتے اُن کا ہر لمحہ مقدس ہوتا ہے۔ معرفت ان کے لئے خالی الفاظ تراشی نہیں بلکہ صحیح کیفیتِ قلبی ہوتی ہے۔ کچھ اور لوگ ہیں جو معرفت کو الہامی تصور کرتے ہیں۔ یہ بھی ناممکن ہے کیونکہ معرفت کی صداقت و بطلان کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور اہلِ الہام کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک کہتا ہے میں الہاماً جانتا ہوں کہ حق تعالیٰ ''مکان'' میں محدود ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں الہاماً کہتا ہوں کہ وہ ''لامکان'' ہے۔ اِن میں صرف ایک بات

Marfat.com

درست ہوسکتی ہے اور دلیل کا سہارا الہام کا بطلان ہے۔ یہ عقیدہ براہمہ اور الہامیہ کا ہے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ اس زمانے کے کچھ لوگ اس معاملے میں نہایت درجہ مبالغہ سے کام لیتے ہیں اور پارسائی کا جامہ پہنے پھرتے ہیں سب گمراہ ہیں اور ان کا عقیدہ ہر صاحب عقل کے لئے کافر ہو یا مسلمان قابل مذمت ہے۔ دس مدعیان الہام دس متناقص چیزوں کا دعویٰ کرتے ہیں ایک ہی بات پر۔ سب غلط ہوتے ہیں اور کسی میں ذرہ برابر صداقت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ الہام وہی ہے جو شریعت کے خلاف نہیں ہے تو کہنے والا سخت غلطی میں مبتلا ہے۔ جب حکم شریعت ہی الہام کے صدق وکذب کی کسوٹی ہے تو معرفت شرعی، نبوتی اور ہدایتی، الہامی ہونے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔

کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو معرفت کو فطری (ضروری) سمجھتے ہیں۔ یہ بھی ناممکن ہے اگر معرفت فطری طور پر حاصل ہوسکتی تو سب اہل دانش کو برابر طور پر اہل معرفت ہونا چاہیے تھی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے اہلِ دانش حق تعالیٰ کی ہستی کے منکر ہیں اور تشبیہ اور تعطیل جیسے عقائد کے علمبردار ہیں۔ علاوہ ازیں اگر معرفت حق تعالیٰ فطری (ضروری) ہوتی تو ''تکلیف'' بے کار تھی۔ کیونکہ جب کسی چیز کا علم فطری (ضروری) ہو تو اس کی معرفت کے معاملے میں تکلیف چہ معنی دارد۔ انسان کا اپنی ذات سے متعلق علم، آسمان اور زمین، دن اور رات، مسرت اور غم وغیرہ کا علم ایسا ہے جس سے کوئی ذی شعور بے بہرہ نہیں ہوسکتا اور کسی کو بھی اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوسکتی اگر کوئی چاہے بھی کہ ان چیزوں کے علم سے منہ پھیر لے تو نہیں پھیر سکتا۔ البتہ کچھ صوفیائے کرام نے اپنے ایقان کے پیش نظر معرفت حق کو فطری (ضروری) قرار دیا۔ ان کے دلوں میں کوئی شک یا وسوسہ موجود نہ تھا۔ انہوں نے اپنے یقین کا نام ضرورت (فطرت) رکھ دیا۔ بنیادی طور پر وہ غلط نہیں تھے مگر عبارتاً خطا کر گئے کیونکہ فطری (ضروری) علم صرف ایک طبقہ کے لئے مختص نہیں ہوسکتا۔ تمام اہل دانش کی حیثیت یکساں تسلیم کرنا پڑے گی۔ علاوہ ازیں فطری (ضروری) علم دل میں بے سبب و بے دلیل پیدا ہوتا ہے اور معرفت حق بلا سبب حاصل نہیں ہوتی۔

Marfat.com

اُستاد ابو علی دقاق، شیخ ابو سہل صعلو کی اور اس کے والد جو نیشا پور کے رئیس اور امام تھے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ابتداءِ معرفت کی بنیاد استدلال ہے اور انتہاءِ معرفت فطری (ضروری) ہو جاتی ہے جیسے کہ فنی وصنعتی علم شروع میں اکتسابی ہوتا ہے اور بالآخر فطری (ضروری ہو جاتا ہے) وہ کہتے ہیں کہ بہشت میں معرفتِ حق فطری (ضروری) ہوگی اگر وہاں ضروری ہو گیا تو کیا وجہ ہے کہ اس دنیا میں ضروری نہ ہو۔ پیغمبران صلوٰۃ اللہ علیہم نے جب پیغامِ حق سنا بالواسطہ یا بلاواسطہ تو اسے فطری (ضروری) سمجھا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل بہشت کی معرفت فطری ہوگی۔ کیونکہ وہاں شرعی تکلیف کا سوال پیدا نہیں ہوگا۔ پیغمبران صلوٰۃ اللہ علیہم مامون العاقبت ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ سے ان کا سلسلہ منقطع ہونے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کے لئے معرفت اہل بہشت کی طرح فطری (ضروری) ہوتی ہے۔ ایمان اور معرفت کی خوبی یہ ہے کہ ان کا تعلق (غیب) سے ہوتا ہے اگر مدعائے ایمان ومعرفت سامنے ہے تو ''جبر'' کی صورت پیدا ہوگئی اور ''اختیار'' معدوم ہو گیا۔ شرعی احکام کی کوئی وقعت نہ رہی۔ اصول والحاد معطل ہو گیا۔ بلعم باعور، ابلیس اور برصیصا کی تکفیر بے معنی ہوگئی۔ کیونکہ وہ عارف تو تھے جیسا کہ ابلیس سے متعلق باری تعالیٰ نے بیان فرمایا اور اس کے رد رجم کا ذکر کیا۔ بقول حق تعالیٰ ابلیس نے کہا:

(ترجمہ) ''مجھے تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا''

ظاہر ہے کہ مکالمہ معرفت کی سند ہے۔ عارف جب تک عارف ہے حق تعالیٰ سے منقطع نہیں ہوتا۔ منقطع ہونے کی صورت بھی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب معرفت میں زوال رونما ہو۔ علم ضرورتی (فطری) میں زوال ناممکن ہے۔ یہ مسئلہ عام لوگوں کے لئے بہت پیچیدہ ہے۔ یہ کافی ہے کہ تو صرف اس قدر ذہن نشین کر لے کہ بندہ کو علم اور معرفت حق بجز ہدایتِ خداوندی حاصل نہیں ہوتی۔ انسان کے دل میں یقینِ معرفت کم وبیش ہو سکتا ہے۔ مگر حقیقت معرفت کم وبیش نہیں ہوتی کیونکہ کمی اور بیشی دونوں نقصان معرفت کا پیش خیمہ ہیں۔ کورانہ تقلید کو معرفت حق میں دخل نہیں ہے۔ اس کی شناخت اسی کی صفاتِ کمال سے ہوتی ہے اور محض اس کی رعایت اور عنایت

Marfat.com

سے حاصل ہوتی ہے۔ دلیل اور عقل اُسی کی ملکیت ہیں اور ہر چیز پر اسی کا تصرف ہے۔ اگر وہ چاہے تو اپنے کسی فعل کو بھی انسان کے لئے دلیلِ راہ بنا دے اور اسے منزل آشنا کر دے اور اگر چاہے تو اسی فعل کو حجاب کی شکل دے دے اور انسان منزل سے بھٹک جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک جماعت کے لئے رہبرِ معرفت تھے اور دوسری جماعت کے لئے حجابِ معرفت۔ ایک جماعت نے ان کو بندۂ خدا سمجھا اور دوسری نے ابنِ خدا۔ بت، آفتاب، چاند وغیرہ اسی قبیل میں شامل ہیں۔ کچھ لوگ ان کو دیکھ کر راہِ معرفتِ حق پا لیتے ہیں اور کچھ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اگر استدلال ہی معرفت کی بنیاد ہوتا تو ہر منطقی کو عارف ہونا چاہئے تھا۔ یہ سراسر غلط ہے۔ باری تعالیٰ ایک شخصیت کو چن لیتا ہے اور باقیوں کی رہنمائی اس کے سپرد کر دیتا ہے اور وہ اسی کے سبب منزلِ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ رہنما سبب بنتے ہیں۔ علتِ معرفت نہیں ہوتے۔ مسبب الاسباب کی نظر میں ایک دوسرے سبب پر فوقیت نہیں رکھتا۔ عارف کے لئے اثبات سبب خدا کے لئے دلیل تلاش کرنے کے برابر ہے اور غیر اللہ کی طرف التفات، شرک کے مترادف ہے۔

''جس کو اللہ گمراہی میں مبتلا کر دے اسے کون ہدایت دے سکتا ہے۔''

جب لوحِ محفوظ پر رقم ہو کہ کسی شخص کا مقدر بجز شقاوت نہیں۔ دلیل و استدلال کس طرح اسے راہِ راست پر لا سکتے ہیں۔ جس کسی نے غیر اللہ کی طرف توجہ دی اور معرفت میں تعدیل کا مرتکب ہوا۔ جو انسان قہرِ خداوندی میں پراگندہ اور غلطان ہو اس کی کون رہنمائی کر سکتا ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام دن کے وقت غار سے باہر نکلے تو انہوں نے کسی چیز کی طرف التفات نہیں کیا حالانکہ دن کی روشنی میں بیشتر براہان و دلائل رونما ہوتے ہیں اور بزرگ صاحب کرامت لوگوں کے لئے بین آیات موجود رہتے ہیں رات ہوئی تو آپ نے ''ستاروں کو دیکھا'' اگر ان کی معرفت کا انحصار دلائل پر ہوتا تو ظاہر ہے دن کے وقت بیشتر دلائل روبرو تھے۔ مختصر یہ کہ حق تعالیٰ جس کو بھی چاہے جس طرح بھی چاہے اپنا راستہ دکھا دیتا ہے اور اس کے لئے اپنی معرفت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ یہاں تک کہ معرفت کا وہ مقام میسر آ جاتا ہے کہ خود حقیقتِ معرفت ہی غیر

Marfat.com

نظر آنے لگتی ہے۔ صفتِ معرفت آفت ہوکر رہ جاتی ہے اور وہ معروف سے محجوب ہو جاتا ہے اس عالم میں حقیقت معرفت کا یہ درجہ ہوتا ہے کہ معرفت بجائے خود ایک کھوکھلا دعویٰ نظر آتی ہے۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ہوشیار! معرفت کا دعویٰ نہ کر۔''

عارف معرفت کا دعویٰ کرتے ہیں میں اقرار جہل کرتا ہوں یہ میری معرفت ہے۔ تجھے چاہئے کہ معرفت کا دعویٰ نہ کرے مبادا وہ تیری ہلاکت کا باعث بن جائے۔ معرفت کی حقیقت سے تعلق پیدا کر، تاکہ تجھے نجات نصیب ہو۔ جب کسی کو جلالِ حق کے کشف کا اعزاز ملتا ہے اس کی ہستی وبال ہو جاتی ہے اور اس کی تمام صفات اس کے لئے آفت کا سرمایہ بن جاتی ہیں جس کا خدا ہوا اور وہ خدا کا ہو وہ دونوں عالم کی کسی چیز سے غرض نہیں رکھتا۔ معرفت کی اصل حقیقت یہ ہے کہ بادشاہی حق تسلیم کی جائے جب اس یک بادشاہت غیر کے تصرف سے پاک سمجھی جائے تو مخلوق سے کیا تعلق؟ خلقت عارف اور خدا کے درمیان کیوں حائل ہو؟ یہ حائل ہونے والے حجابات جہل کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جب جب جہل اٹھ گیا تو حجاب ختم ہو گئے اور دنیا وعقبیٰ میں کوئی فرق نہ رہا۔

مشائخ کرام رحمہم اللہ نے اس معاملے میں بہت سے رموز بیان فرمائے ہیں۔ میں تیرے حصول فائدہ کے لئے کچھ اقوال بیان کرتا ہوں۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: ''معرفت کسی چیز پر متعجب نہ ہونے کا نام ہے۔'' کیونکہ تعجب اس وقت ہوتا ہے جب کوئی کام کرنے والا اپنے مقصد سے تجاوز کر جائے۔ حق تعالیٰ قادر مطلق ہے اس لئے اس کے کاموں پر صاحب معرفت کو کسی حالت میں تعجب نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہ چیز قابل تعجب ہے کہ اس نے مُشتِ خاک کو وہ سرفرازی عطا فرمائی کہ وہ اس کے احکام کے قابل ہو گئی۔ ایک قطرہ خون کو وہ منزلت عطا کی کہ وہ اس کی محبت اور اس کی معرفت کا ذکر کرنے لگا۔ اس کے دیدار کا طلب گار اور اس کے قرب کا مشتاق ہوا۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''معرفت درحقیقت وہ علم ہے جو حق تعالیٰ اپنے لطائفِ انوار سے دلوں میں ودیعت کرے۔'' یعنی جب تک حق تعالیٰ اپنی عنایت بے غایت سے

Marfat.com

انسان کے دل کو روشنی نہیں بخشتا اور اسے آفات سے محفوظ نہیں فرمایا یہاں تک کہ دنیا و مافیہا کی قدر و قیمت اس کے سامنے رائی کے دانے کے برابر ہو جائے۔ اس وقت تک باطنی اور ظاہری اسرار کے مشاہدہ کا غلبہ نہیں ہوتا اور جب ہوتا ہے تو غیوب و شہود کا تفرقہ ختم ہو جاتا ہے۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''معرفت دوام حیرت کا نام ہے۔'' حیرت دو قسم کی ہے:

1- حیرت ہستی سے متعلق ہے۔ 2- حیرت کیفیت سے متعلق ہے۔

۱۔ حیرت ہستی سے متعلق شرک اور کفر کے برابر ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی ہستی سے متعلق عارف کو کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ حیرت کیفیت لازماً ہونی چاہئے کیونکہ ذات حق کی کیفیت کو سمجھنا عقل کی مجال سے باہر ہے۔ اس واسطے کسی نے کہا ہے: ''اے متحیر دلوں کے رہنما! میری حیرت کو اور زیادہ کر۔'' یہاں پہلے ہستی حق اور کمال صفات کا اقرار ہے اس بات کے علم کا اظہار ہے کہ اس کی ذات پاک مقصود خلق ہے۔ وہی دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے وہی متحیروں کو حیرت دینے والا ہے اس کے بعد زیادتی حیرت کی التجا کی گئی ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ راہِ مطلوب میں عقل کے لئے بجز حیرت و سرگردانی کے کوئی شریکِ کار اور کوئی مقام نہیں۔ یہ نکتہ نہایت لطیف ہے۔ علاوہ ازیں اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ عرفانِ ہستی حق انسان کو اپنی ہستی سے متعلق عرضِ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ جب بندہ خدا کو پہچانتا ہے۔ اپنے آپ کو اس کی قدرتِ مطلق کے حلقۂ اختیار میں دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ انسان کا عدم و وجود و سکون و حرکت سب اس کے قبضۂ اختیار میں ہے تو وہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے اور سوچتا ہے: ''میں کون ہوں اور کیا ہوں؟''۔ اسی واسطے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے آپ کو پہچانا تحقیق اس نے اپنے رب کو پہچانا۔'' یعنی جسے اپنی فنا کا علم ہوتا ہے اسے بقائے حق کا عرفان ہوتا ہے۔ فنا، عقل اور دیگر انسانی صفات کو ختم کر دیتی ہے اور جب کسی چیز کی حقیقت مفقود ہو جائے تو وہاں حیرت کے سوا کچھ نہیں رہتا۔

ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''معرفت اس بات کا علم ہے کہ انسانی سکون و حرکت

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے" یعنی اس کے حکم کے بغیر اس کی بادشاہت میں کسی کو دخل نہیں۔ جب تک وہ کسی کام کے کرنے کی توفیق عطا نہ کرے اور دل میں کام کرنے کا ارادہ مرحمت نہ فرمائے کوئی آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔ حقیقت اُسی کے کرم سے حقیقت ہے۔ اثر اُسی سے اثر ہے۔ صفت اُسی سے صفت ہے۔ ساکن اُسی سے ساکن اور متحرک اُسی سے متحرک ہے۔ ہر انسانی فعل مجازی ہے اور حقیقت کو نسبت اسی کی ذات پاک سے ہے۔ محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ عارف سے متعلق فرماتے ہیں: "عارف وہ ہے جس کا کلام مختصر ہو اور حیرت دوامی ہو۔" کیونکہ بیان اسی چیز کا ہو سکتا ہے جو معرض بیان میں آ سکے۔ اصولاً بیان ایک حد تک ہی ہو سکتا ہے۔ جب بیان سے مقصد حاصل نہ ہو تو انسان بے بس ہوتا ہے اور سوائے دائمی حیرت و استعجاب کے چارہ نہیں رہتا۔

شیخ شبلی نے فرمایا: "حقیقی معرفت 'معرفتِ حق سے معذوری کا نام ہے۔" جس چیز کے عرفان سے بندہ عاجز ہو اس کے ادراک کا دعویٰ بے کار ہوتا ہے۔ عجز بدون طلب ہوتا ہے۔ جب تک طالب خود کو اہلکار سمجھتا ہے اور صفات بشریٰ پر قائم ہے لفظ "عجز" کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا۔ جب یہ "اہلیت و صفات" ختم ہو جائیں تو وہ عجز نہیں بلکہ فنا کا مقام ہو گا۔ بعض مدعی صفات بشریٰ کا اثبات بھی کرتے ہیں۔ صحت خطاب کی ذمہ داری بھی تسلیم کرتے ہیں۔ قیام حجت حق کے بھی قائل ہیں اور بھی اعلان کرتے ہیں کہ معرفت عجز ہے۔ ہم عاجز ہو گئے ہیں اور کسی چیز کو حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ ضلالت اور خسران ہے۔ میں پوچھتا ہوں کس چیز کی طلب میں عاجز ہو گئے ہو۔ "عجز" کے دو نشان ہیں اور دونوں میں سے تمہارے پاس ایک بھی نہیں۔ ایک نشان تو طلب اور ذریعہ حصول طلب کی فنا ہے اور دوسرا اظہار تجلی ہے۔ جہاں ذریعہ حصول طلب فنا واقع ہو جاتی ہے وہاں عبارت آرائی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ عجز پر عبارت آرائی اظہار عجز کے سوا کیا ہو گی؟ جہاں اظہار تجلی ہو وہاں سب نشان مٹ جاتے ہیں اور کوئی تفرقہ باقی نہیں رہتا۔ عاجز یہ نہیں جانتا کہ یہ عاجز ہے اور جو کچھ اس سے منسوب کیا جاتا ہے اس کا نام "عجز" ہے ورنہ "عجز" بذات خود غیر ہے اور اثبات غیر معرفت نہیں ہوتی۔ جب تک دل میں غیر کے لئے جگہ ہے معرفت صحیح نہیں ہوتی۔

Marfat.com

عارف جب تک غیر سے کنارہ کش نہ ہو عارف نہیں ہوسکتا۔

ابوحفص حداد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جب مجھے معرفت نصیب ہوئی حق و باطل کا گزر میرے دل میں ختم ہوگیا۔'' جب کوئی ہوس و ہوا میں مبتلا ہوتا ہے تو اپنے دل کی طرف رجوع کرتا ہے دل اسکی رہنمائی نفس کی طرف کرتا ہے جو محض باطل ہے۔ اسی طرح جب دلیلِ معرفت میسّر آتی ہے۔ انسان دل کی طرف رجوع کرتا ہے اور دل اس کو روح کی طرف لے جاتا ہے جو منبع حق وحقیقت ہے۔ اگر دل میں کسی غیر اللہ کا گزر ہو اور عارف اس کی طرف مائل ہو تو یہ بطلانِ معرفت ہے۔ القصہ دلیلِ معرفت کا مقام دل ہے اور اسی طرح ہوس و ہوا کی منزل دل ہے۔ اہل معرفت ہوا و ہوس سے پاک ہوتے ہیں۔ وہ دل کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ بجز حق کسی چیز سے راحت حاصل نہیں کرتے اور ان کا رجوع ہمیشہ دل کی طرف نہیں بلکہ حق کی طرف ہوتا ہے اور یہی شان دلیلِ معرفت ہے۔ بہت فرق ہے دل کی طرف رجوع کرنے والے میں اور حق کی طرف راجع ہونے والے میں۔

ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''جس نے حق تعالیٰ کو پہچانا اور ہر چیز سے منقطع ہوا بلکہ گونگا اور مفلوج ہوگیا۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہم تیرے اوصاف شمار نہیں کرسکتے۔'' جسے معرفت حاصل ہوئی وہ عبادات کے معاملے میں گونگا ہوا اور اپنے سب اوصاف سے فانی ہوا۔

پیغمبر ﷺ حالت غیبت میں عرب کے فصیح ترین سردار تھے۔ چنانچہ فرمایا: ''عرب اور عجم میں کوئی میری فصاحت کی برابری نہیں کرسکتا۔'' جب آپ حضورِ حق سے باریاب ہوئے تو اقرار کیا: ''میری زبان کو تیری ثناء ادا کرنے کا یارا نہیں۔ میں کیا ہوں؟ میری زبان معذور ہے۔ میں حال سے بے حال ہوں۔ تو خود ہی میری گفتار ہے۔ اگر میں اپنی طرف خطاب کروں تو میری گفتار ہی میرا حجاب ہے۔ اگر روئے سخن تیری طرف ہو تو تیری قربت کی حقیقت پر حرف آتا ہے۔ کیسے زبان کھولوں۔'' حکم ہوا: ''اے محمد ﷺ تو ثنا گو ہے۔ میں تمام اجزائے عالم کو تیرا نائب

Marfat.com

بناتا ہوں کہ وہ میری ثنا کریں اور وہ ثنا تیری طرف سے شمار ہو۔" **واللہ اعلم بالصواب!**

(بحوالہ کشف المحجوب ص 368 تا 383)

Marfat.com

طریقت

طریقت کیا ہے؟ کیا یہ شریعت محمدی ﷺ سے الگ کسی ضابطۂ حیات کا نام ہے؟ کیا یہ اصطلاح صرف خاص طبقہ، گروہ، مسلک یا مکتبِ فکر کے لئے مخصوص ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کیا شریعت اور طریقت دو الگ الگ چیزوں کے نام ہیں؟ کیا ایک ہی وقت میں ان دونوں کا اتباع ممکن ہے؟ طریقت کے پیروکاروں کو اسلام میں کیا مقام حاصل ہے؟ اور یہ کون سا فلسفۂ حیات ہے؟

ایسے کئی سوالات راہ سلوک کے مسافروں اور عامۃ المسلمین کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اِن سوالات کا حکیم الامّت علاّمہ اِقبال نے بڑے خوبصورت انداز میں مختصر جواب دیا

پس طریقت چیست اے والا صفات؟
شرع را دیدن بہ اَعماقِ حیات!

''پس طریقت کیا ہے؟ جان لے کہ شریعت کو زندگی کی گہرائیوں تک جاننے کا نام طریقت ہے''

طریقت کے متعلق بڑے سادہ اور قابل فہم انداز میں ڈاکٹر محمد ایوب خان نے اپنے رسالہ ''طریقت کیا ہے؟'' میں بات کی ہے۔

Marfat.com

''خواہشات نفس، دنیا اور شیطانی راہ سے بچ کر اللہ تعالیٰ کے قرب ووصال کی راہ اختیار کرنا اصطلاحِ تصوف میں طریقت کہلاتا ہے چنانچہ خالص رضائے الٰہی کے لئے ہو جانا ہر حالت میں اس کے عشق وتصور میں رہنا اس حقیقی منزل کے روحانی ونورانی سفر میں رہ کر یعنی دنیا سے ماورئی ہو کر وری الوریٰ ذات کے طالب ومتلاشی ہونا وغیرہ سلوک طریقت سے ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا اور رحمت خاص ہے جس پہ وہ کر دے۔ جیسا کہ فرمان حق تعالیٰ ہے:

''واللّٰہ یختص برحمتہ من یشاء''

(ترجمہ):''اور اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کر لیتا ہے۔''

سلوکِ طریقت میں سالک سب سے پہلے مرشد کامل تلاش کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راز کا راز دان اور امانت حق کا متحمل ہوتا ہے وہ سلوکِ طریقت میں ماہر اسرار ورموز طریقت سے واقف اور عارف ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ الرحمٰن فسئل بہ خبیرا. (الفرقان)

ترجمہ:''وہ رحمان ہے سو پوچھ اس کے بارے میں کسی واقف حال سے۔''

ترجمہ:''اور وہ روشن نشانیاں ہیں جو ان (لوگوں) کے سینوں میں محفوظ ہیں'' (عنکبوت)

اس حقیقت کے پس وپیش کو جاننے کے لئے جب ہم مقصدِ حیات پر غور کرتے ہیں اور تخلیق آدم پر تحقیق کرتے ہیں تو ازل وابد تک کا نقشہ ہمارے تصور اور تخیل میں بنتا ہے۔ دراصل یہ تصور ہمارے اس حقیقی وطن کا ہوتا ہے جہاں ہم ہزاروں سال گزار چکے ہیں۔ گویا ہم اپنے اس وطن سے دور جلا وطن ہیں۔ یعنی ہم اسفل السافلین میں عالم ناسوت کی کثافت وظلمت سے سخت اندھیرے میں ہیں جہاں ہم اپنے آپ کو بھی نہیں دیکھ پا رہے راستہ اور منزل تو......؟ اس لئے ہر صاحب فکر کو جو غم پریشان کرتا ہے اس کی ترجمانی سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ اس طرح فرماتے ہیں:

Marfat.com

منہ چلایا طرف زمین دے عرشوں فرش ٹکایا ھو
گھر تھیں ملیا دیس نکالا اساں لکھیا جھولی پایا ھو
رہ نی دنیا ناں کر جھیڑا اساڈا اگے وی جی گھبرایا ھو
اساں پردیسی ساڈا وطن دراڈھا باھو دم غم سوایا ھو

نص صریح سے بھی یہ بات عیاں ہے کہ یہ دنیائے ناسوت عارضی ہے یعنی یہ رات دن کی مختصر ہے جب اچانک یہ ناسوتی پردہ اٹھ جائے تب تمام لوگ اپنے آپ کو بھی اور دوسروں کو بھی عیاں دیکھ لیں گے کہ کون کہاں ہے؟ کیا وہ منزل پر پہنچا ہوا ہے یا راستہ میں ہے یا گمراہ راہ و منزل سے دور ہے؟ لیکن یاد رہے وہ ایسا وقت ہوگا جب وہ کچھ نہیں کر سکتا ہوگا۔ مگر وہ لوگ جو اس دنیا میں کامیابی سے ہمکنار ہو گئے اور ان کے سینے اللہ تعالیٰ کی جلوہ گاہ بنے۔

الختصر انسان نے جب عالمِ لاہوت (عالم ارواح) میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعوائے محبت کیا تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو روح و جسم کے اختلاط سے ظلمت خانہ دنیا میں امتحان کے لئے بھیجا۔ اس دنیا کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں انسان اپنے آپ سے بھی غافل ہو گیا جیسے اندھا، گونگا، بہرہ اپنی پہچان سے بھی قاصر ہوتا ہے پھر جس طرح اندھا ٹٹول کر ٹھوس و مائع ساخت میں مختلف چیزوں کو اندازہ ان کی ہیئت و حجم کے حوالہ سے کرتا ہے جبکہ گیس و روشنی (الیکٹرانیات) کے وجود سے مکمل انکار کرتا ہے اسی طرح انسان نے اس اندھیری دنیا کو قدرت کی طرف سے عطا کردہ ناسوتی حواسِ خمسہ سے ٹٹولا اور اس غیر حقیقی تعین کو حقیقت سمجھا اور ناسوت کے پردوں سے باہر نہ جھانک کر مطمئن ہو بیٹھا حالانکہ یہ جسم خاکی اور عالم ناسوت تو فقط ایک غلاف پردہ اور چھلکا ہے جبکہ حقیقت کچھ اور!!

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

کن فیکون جدوں فرمایا اساں وی کولے ہاسے ھو
ہکے ذات صفات رب دی آہی ہکے جگ وچ ڈھونڈ رہاسے ھو
ہکے لامکاں، مکان اساڈا ہکے آن بتاں وچ پھاسے ھو
نفس پلیت پلیت جا کیتا باھو کوئی اصل پلیت تاں ناسے ھو

تمام رسل اور انبیاء نے اس منزل وحقیقت کی دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ نے خود بھی انسان کو وہ وعدہ یاد دلایا۔

(ترجمہ): ''اور تم میرا وعدہ پورا کرو میں تمہارا وعدہ پورا کروں گا۔'' (البقرہ)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ یہ دنیا تمہاری منزل نہیں بلکہ تم اللہ تعالیٰ کی منشاء پر یہاں رہ رہے ہو اور پھر تم نے اسی کے بلاوے پر جانا ہے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:

(ترجمہ): ''بے شک ہم اللہ کے لئے رہ رہے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کے جائیں گے۔'' (البقرہ)

گویا منزل پانے یا کھونے کے لئے کوشش کا وقت بھی اسی تاریک دنیا میں رکھا گیا ہے اس لئے یقینی بات ہے کامیابی کا وہ راستہ بھی اس تاریکی میں سے کہیں سے ضرور نکلتا ہوگا جسے صراط مستقیم کہا جاتا ہے۔ وہ راستہ ایسا ہے جسے حواس خمسہ سے ٹٹولا یا محسوس نہیں کیا جا سکتا یعنی گھٹا ٹوپ اندھیرے میں یہ روشنی کی ایک کرن ہے ایک پٹی ہے اب اس روشنی کی پٹی کو محسوس کرنا اور اس پر سفر کرنا ایک نابینا کے لئے اتنا مشکل ہے جتنا کہ سوئی کے نکے سے اونٹ گزارنا ''طریق'' عربی میں راستہ کو کہتے ہیں حقیقی منزل کی طرف جانے والا یہ راستہ جس گھٹا ٹوپ اندھیرے سے نکلتا ہے اسے باطن کہتے ہیں۔ دنیائے دل (باطن) میں مادی تصورات کو سمجھنا اور ان کے بیچ سے راہ حق (روشن راستہ نکالنا اور اس پر چلنا طریقت کہلاتا ہے۔

فرمان حق تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اور میں تمہارے اندر ہوں کیا تم غور سے نہیں دیکھتے۔'' (القرآن)

Marfat.com

مزید فرمایا:

ترجمہ: ''ہم تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہیں۔''

لیکن اس تاریکی میں راہ نکالنا جہاں اسے اپنی پہچان بھی نصیب نہیں اس شخص کی طرح ہے جو رات کے اندھیرے میں ایک گھنے جنگل میں سفر کر رہا ہو پھر شدید طوفان لپیٹ لے۔ اس کٹھن راستہ پر بآسانی سفر کرنے کے لئے حضورﷺ نے یہ طریقہ بیان فرمایا:

ترجمہ: ''جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا پس تحقیق اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔''

(بحوالہ ''طریقت کیا ہے؟'' ص 6 تا 9)

شریعت و طریقت کے اسرار اور اس سے متعلقہ اصطلاحات کو حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ احسان اور دلپذیر انداز سے اور کون بیان کر سکتا ہے۔ اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''کشف المحجوب'' میں سید ہجویری مخدوم امم نے جہاں راہ سلوک کی مختلف منازل کی تشریح و تعلیم فرمائی ہے وہاں ''طریقت'' پر بھی تفصیلاً بحث کی ہے اور اس ولی کامل نے کہ جو علم و عرفان کا بحر بیکراں ہے ساری صورت حال کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ طریقت اور شریعت سے متعلق حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں۔

''یہ بھی دو اصطلاحات صوفیاء میں شامل ہیں۔ شریعت سے مراد حال ظاہر کی صحت اور حقیقت سے مراد حال باطن کی درستگی ہے۔ دو گروہ اس معاملے میں غلطی کے مرتکب ہیں۔ ایک علمائے ظاہر ہیں جو دونوں میں فرق نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ شریعت بذات خود حقیقت اور حقیقت شریعت ہے۔ دوسرا گروہ ملحدین کا ہے جو دونوں کو علیحدہ علیحدہ قائم سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جب حقیقت بروئے کار ہو تو شریعت کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ عقیدہ مشبہین، قرامطہ، شیعہ اور دیگر وسوسہ ڈالنے والے لوگوں کا ہے۔ اس بات کی دلیل کہ احکام شریعت حقیقت سے جدا ہیں، یہ لائی جاتی ہے کہ ایمان کے معاملے میں دل کی تصدیق زبان کے قول سے جدا ہے اور اس بات کی دلیل

Marfat.com

کہ دونوں دراصل ایک ہیں کہ محض دل کی تصدیق بغیر زبانی قول کے ایمان نہیں ہوتا اور قول بغیر تصدیق بے معنی نہیں ہوتا ہے۔قول اور تصدیق کا فرق ظاہر ہے۔پس حقیقت عبارت ہوتی ہے ایسے معنی سے جس میں کوئی تغیر وتبدل روا نہ ہو۔پیدائش آدم سے فنائے عالم تک اس کی حیثیت رہتی ہے جیسے معرفت حق اور خلوص نیت پر مبنی اعمال۔شریعت عبارت ہے ایسے معانی سے جس میں تغیر وتبدل روا ہوتا ہے جیسے احکام واوامر۔شریعت فعل انسانی ہے اور اس کی حفاظت اور تقدس شریعت کی اقامت حفاظت حقیقت پر منحصر ہے۔اسی طرح حقیقت کی اقامت کا انحصار شریعت پر ہے اس کی مثال یوں سمجھنا چاہیے کہ جسم میں جب تک جان ہے انسان زندہ ہے۔جب جان نکل جائے تو تن مردار ہے اور جان کی حیثیت ہوا سے زیادہ نہیں۔ظاہر ہے کہ جسم وجان کی اہمیت باہم ملاپ سے ہے۔بالکل یہی عالم شریعت وحقیقت کا ہے۔شریعت بغیر حقیقت ریا اور حقیقت بغیر شریعت منافقت ہے۔حق تعالیٰ نے فرمایا:

(ترجمہ)''جو لوگ ہمارے لئے کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنا راستہ دکھا دیتے ہیں۔''

مجاہدہ شریعت ہے اور ہدایت حقیقت۔شریعت احکام کی حفاظت ہے بندہ کے لئے اور حقیقت بندے کے احوال باطن کی حفاظت ہے حق تعالیٰ کی طرف سے۔شریعت کسب انسانی ہے اور حقیقت انعام خداوندی۔اصطلاحات کی دوسری قسم وہ عبارات ہیں جو کلام صوفیاء میں استعارۃً استعمال ہوتی ہیں۔ان کی تفصیل اور شرح مشکل ہوتی ہے اور میں یہاں مختصراً بیان کرتا ہوں۔ انشاءاللہ العزیز۔

حق: سے مراد حق تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔کیونکہ یہ اسمائے باری تعالیٰ میں ایک اسم ہے۔جیسے فرمایا: ذالک من اللہ ھو الحق یہ بات اس لئے کہ اللہ تعالیٰ حق ہے۔''

حقیقت: وصل حق کے مقام پر اقامت محل تنزیہ پر استقامت کا نام ہے۔

خطرات: دل میں تفرقات کا گزر۔

وطنات: عرفان حق میں جو کچھ باطن میں رونما ہو۔

Marfat.com

طمس: اس چیز کی اصلیت کی نفی جس کی یاد باقی ہے۔

رمس: کسی چیز کی اصلیت کی نفی بمعہ اس کے اثرات کے۔

علائق: کمتر درجہ کے اسباب جن میں الجھ کر طالب اپنے مقصود سے بے بہرہ ہو جائے۔

وسایط: وہ اسباب جن کے ذریعہ مقصود حاصل ہو۔

زوایذ: دل میں انوار حق کی شدّت۔

فوایدے باطن کا اس چیز کو پا لینا جس کی ضرورت ہو۔

ملجاء: تحصیل مقصود کا اعتماد

منجاء: دل کا محل آفت سے فرار۔

کلیت: انسانی اوصاف کا کلیات میں جذب ہو جانا۔

لوائح: نفی مراد سے اثبات۔

لوامع: دل میں طلوع انوار بقائے حصول کے ساتھ۔

طوالع: دل میں انوار معارف کا ظہور۔

طوارق: رات کی مناجات میں دل پر بشارت یا زجر کا نزول۔

لطیفہ: دقیق نکات کا اشارہ۔

سرّ: راز دوستی کا اخفا

نجویٰ: آفات کو غیر سے چھپانا۔

اشارہ: غیر کو مقصود کی خبر دینا بغیر زبان ہلائے۔

ایما: بغیر بیان یا اشارہ کے کنایۃً مخاطب کرنا۔

وارد: حقیقت یعنی معانی کا دل پر وارد ہونا۔

انتباہ: غفلت کا دل سے نکلنا۔

اشتباہ: حق و باطل میں تذبذب۔

قرار: حقیقتِ حال سے تردد کا دور ہونا۔

انزعاج: عالم وجد میں دل کی حرکت

Marfat.com

یہ معانی ہیں صوفیاء کرام کے بعض الفاظ کے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تیسری قسم ان اصطلاحات کی ہے جو صوفیاء توحید حق اور اپنا اعتقاد بیان کرنے میں بغیر استعارہ کرتے ہیں۔ یہ حسب ذیل ہیں:

عالم: (جہان) اس سے مراد مخلوقات خداوند عالم ہے کہتے ہیں اٹھارہ ہزار یا پچاس ہزار عالم ہیں۔ اہل فلسفہ کے نزدیک دو عالم ہیں۔ علوی اور سفلی۔ علمائے اصول کہتے ہیں کہ عرش سے تحت الثریٰ تک ایک عالم ہے الغرض عالم مجموعہ ہے مخلوقات کی مختلف اقسام کا۔ اہل طریقت بھی عالم ارواح اور عالم نفوس کے قائل ہیں مگر ان کا مطلب وہ دو عالم نہیں جو اہل فلسفہ تسلیم کرتے ہیں۔ اہل طریقت کا مطلب اجتماع ارواح اور اجتماع نفوس ہے۔

محدث: جس کا وجود بعد میں ظاہر ہوا ہو یعنی جو پہلے نہ تھا اور بعد میں وجود میں آیا۔

قدیم: جس کا وجود ہمیشہ سے تھا اور رہے گا۔ یہ سوائے ذات حق کے اور کچھ نہیں۔

ازل: وہ جس کی ابتداء نہ ہو۔ وہ نقطہ آغاز جس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہ ہو۔

ابد: وہ انتہا جس کی انتہا نہ ہو۔ وہ نقطہ اختتام جس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہ ہو۔

ذات: وہ چیز جو قابل بیان ہو بغیر اپنے وجود کے یعنی جس کا اپنا وجود نہ ہو۔ صرف موصوف کی موجودگی میں صورت پذیر ہو۔

اسم: علامت جو مسمّیٰ سے جداگانہ ہو۔

تسمیہ: مسمی سے متعلق خبر۔

نفی: کسی چیز کے عدم کا اعلان۔

اثبات: کسی چیز کے وجود کا اقرار۔

شیئان: وہ دو چیزیں جن کا وجود ایک دوسرے پر منحصر ہو۔

ضدات: وہ چیزیں جن کا وجود ایک دوسرے کے منافی ہو۔

غیران: ایک چیز کا وجود دوسری چیز کی فنا۔

جوہر: کسی چیز کا اصل جو بذات خود قائم ہو۔

Marfat.com

عرض: جو چیز جوہر کے ساتھ وابستہ ہو۔

جسم: اجزائے پریشان کا اجتماع۔

سوال: طلب کرنا (کسی چیز کی حقیقت)

جواب: سوال کے مضمون کے متعلق اطلاع۔

حسن: جو چیز امرِ حق کے مطابق ہو۔

قبح: جو امر الٰہی کے خلاف ہو۔

سفہہ: اوامرِ حق کا ترک کرنا۔

ظلم: کسی چیز کو ایسے مقام پر رکھنا جو اس کا اہل نہ ہو۔

عدل: کسی چیز کو اس کا مناسب مقام دینا۔

ملک: جس کا کوئی فعل قابل اعتراض نہ ہو۔

یہ ہیں مختصراً وہ اصطلاحات جن کا علم طالب حق کے لئے ضروری ہے۔

چوتھی قسم ان اصطلاحات پر مشتمل ہے جن کی شرح ضروری ہے۔ یہ صوفیائے کرام میں مستعمل ہیں مگر ان کا مطلب عام لغوی معانی سے قطعاً مختلف ہوتا ہے۔

خاطر

خاطر (خیال گزراں) سے صوفیاء کا مطلب ایسا خیال ہوتا ہے جو دل میں رونما ہو اور جلد ہی کسی دوسرے خیال کے آتے ہی ختم ہو جائے اور صاحب خیال کو اسے دور کرنے کی قدرت حاصل ہو۔ ایسی حالت میں درویش حق تعالیٰ کی طرف سے رونما ہونے والے امور میں پہلے خیال کا اتباع کرتے ہیں۔ کہتے ہیں حضرت خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ دروازے پر کھڑے ہیں۔ آپ نے اس خیال کو دور کرنے کا خیال کیا مگر دوسرے خیال کی تردید میں پھر وہ خیال رونما ہوا۔ آپ نے بار دیگر کوشش کی مگر پھر وہی ہوا۔ آپ باہر نکلے تو حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ استادہ تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اے خیر! اگر تم پہلے خیال کا

Marfat.com

اتباع کرتے ہوئے رسم درویشی بجالاتے تو مجھے اتنی دیر کھڑا نہ ہونا پڑتا۔ مشائخ اس پر کہتے ہیں کہ اگر ''خاطر'' وہی تھی جو خیر النساج پر وارد ہوئی تو حضرت جنید کا اس سے کیا تعلق تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جنید چونکہ خیر النساج کے پیر تھے۔ اس لئے اپنے مرید کے کل احوال سے باخبر تھے۔

واقع

واقع سے مراد وہ چیز ہے جو دل پر وارد ہو اور خاطر کے برعکس دیرپا ہو اور طالب اُسے دُور کرنے پر قادِر نہ ہو چنانچہ عام محاورہ میں کہا جاتا ہے: 'میرے دل میں خیال گزرا اور میرے دل پر ایک چیز وارد ہوئی۔'' خیالات تو ہر دل میں گزرتے ہیں مگر واقعات صرف اس دل میں صورت پذیر ہوتے ہیں جو صرف حقانیت کا مسکن ہو۔ جب راہِ حق میں مرید کو کوئی رکاوٹ پیش آتی ہے تو اسے ''قید'' کا نام دیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ اسے واقع پیش آیا ہے۔ اہلِ لغت واقع سے مراد کسی مسئلہ میں الجھن پیدا ہونا لیتے ہیں۔ جب صحیح حل مل جائے اور مشکل دور ہو جائے تو کہتے ہیں کہ واقع حل ہو گیا۔ اہل طریقت کے نزدیک واقع حل نہیں ہوتا اگر حل ہو جائے تو وہ خاطر ہے واقع نہیں۔ کیونکہ واقع نہایت اہم چیز ہوتی ہے اور ہر وقت اس کی حیثیت نہیں بدل سکتی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اختیار

اہل طریقت کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ اختیار حق کو اپنے اختیار پر فائق سمجھا جائے یعنی خیر و شر جو کچھ بھی من اللہ اسے کافی تصور کیا جائے۔ حق تعالیٰ کے اختیار کو اختیار کرنا بھی اختیار حق سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تک حق تعالیٰ بندے کو بے اختیار نہ کرے وہ اپنا اختیار چھوڑنے کا اہل نہیں ہوتا۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: ''امیر کسے کہتے ہیں؟'' فرمایا: ''جسے اپنا کوئی اختیار حاصل نہ ہو اور صرف اختیار حق ہی اس کا اختیار ہو۔'' حضرت جنید

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ بخار میں مبتلا تھے۔ آپ نے دعا فرمائی: ''باری تعالیٰ! مجھے خیریت عطا فرما۔'' آپ کے باطن سے آواز آئی: ''میری فرمانروائی میں دخل دینے والا کون ہے؟ میں اپنی سلطنت کا انتظام تجھ سے بہتر سمجھتا ہوں۔ میرے اختیار پر راضی ہو اور اپنے اختیار کا اظہار نہ کر۔'' واللہ اعلم بالصواب۔

امتحان

اس سے مراد اولیاء کے دِلوں کا مختلف مصائب میں ابتلاً ہے جو منجانب اللہ ظہور میں آتی ہے۔ مثلاً خوف، غم، قبض، ہیبت وغیرہ۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے فرمایا:

(ترجمہ) ''وہ لوگ جن کے دل پرہیزگاری کے لئے مبتلائے آزمائش ہیں، بڑی بخشش اور اجر کے مستحق ہیں۔'' یہ درجہ بہت ارفع ہے۔

بلا

بلا سے مراد اولیاء کا تکلیفوں، بیماریوں اور غموں کے ذریعہ جسمانی ابتلاً ہے۔ قرب بقدرِ شدتِ مصیبت حاصل ہوتا ہے۔ مصیبت اولیاء کا لباس، برگزیدہ لوگوں کا گہوارہ اور انبیاء کی غذا ہے۔

آنحضورﷺ نے فرمایا:

(ترجمہ) ''ہم جماعت انبیاء سب سے زیادہ مبتلائے بلا ہوتے ہیں۔''

نیز فرمایا:

(ترجمہ) ''سب سے زیادہ مبتلائے بلا انبیاء ہوتے ہیں پھر اولیاء اور پھر جو زیادہ بزرگ ہوتے ہیں۔''

الغرض بلا وہ ابتلاً ہے جو مومن کے دل و جان پر نازل ہوتی ہے جس کی حقیقت دراصل نعمتِ حق ہوتی ہے اور بظاہر ایک راز پوشیدہ۔ اس ابتلاء کو برداشت کرنا مومن کے لئے باعثِ ثواب ہوتا ہے۔ کفار پر نازل ہونے والی مصیبت بلا نہیں ہوتی۔ وہ ان کی بدبختی ہوتی ہے اور

Marfat.com

بدبختی سے انہیں نجات حاصل ہوتی ہے۔ بلا کا مقام امتحان سے بلند تر ہے۔ امتحان کا اثر فقط دل پر ہوتا ہے اور بلا کا جسم اور دل دونوں پر۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تحلی

کسی ستودہ اقوال اور حمیدہ خصال قوم کے ساتھ مشابہت پیدا کرنا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

(ترجمہ) ''مشابہت پیدا کرنے اور کسی جیسا بننے کی تمنا کرنے سے ایمان حاصل نہیں ہوتا۔ ایمان وہ ہے جو دل میں قرار پائے اور اُس کی تصدیق عمل سے کی جائے۔''

الغرض اپنے آپ بغیر حقیقی عمل کے کسی جماعت کے ساتھ مشابہت دینا تحلی ہے جو لوگوں کو کچھ دکھائی دینے کی کوشش کرتے ہیں جو وہ نہیں ہوتے بہت جلد رسوائی کا منہ دیکھتے ہیں اور ان کی حقیقت آشکار ہو جاتی ہے۔

تجلی

مُقفّل دلوں پر انوار حق کا نزول جن کی بدولت ان کے دل کی آنکھ دیدار حق سے بہرہ یاب ہو جاتی ہے اس دلی رویت حق اور عینی رویت میں فرق ہے۔ دلی رویت پانے والا چاہے تو دیدار حق کرے چاہے نہ کرے یا کبھی کرے اور کبھی نہ کرے۔ عینی رویت میں یہ نہیں ہوگا۔ بہشت میں عینی رویت کے ہنگام اگر دید حق نہ کرنا چاہیں تو یہ ممکن نہیں ہوگا۔ تجلی پر پردہ ہو سکتا ہے۔ رویت پر حجاب روا نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تخلی

تخلی سے مردان اَشغال سے روگرداں ہونا ہے جو مانع قرب حق ہوں۔ مثلاً دنیا جس سے ہاتھ اٹھا لینا چاہئے۔ عقبیٰ جس کی محبت سے دل خالی ہونا چاہئے۔ خواہشِ نفس کی پیروی جسے

Marfat.com

چھوڑ دینا چاہئے۔صحبتِ خلق جس سے اپنے آپ کو علیحدہ کر لینا چاہئے اور اس کا خیال دل سے نکال دینا چاہئے۔واللہ اعلم بالصواب۔

شرود

آفات، حجابات اور اضطراب سے نجات حاصل کرنے کو شرود کہتے ہیں۔طالبِ حق کی جملہ آفت حجاب سے ہوتی ہے۔اہلِ طلب کی کشفِ حجب میں کوشش، پردے دور کرنے میں سعی اور اس مقصد کے لئے اُن کا وسائل سے تعلق سب کچھ شرود کے تحت آتا ہے۔جو طالب حق ابتداء میں زیادہ بے قرار ہو وہ انتہا میں زیادہ صاحب تمکین ہوتا ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

مقصود

مقصود سے مراد طلبِ حقیقت کے لئے صحیح قصد کرنا ہے۔اہل حقیقت کا قصد حرکت و سکون سے بے نیاز ہوتا ہے۔طالبِ حق حالتِ سکون میں بھی صاحبِ قصد ہوتا ہے۔یہ چیز عام قاعدہ کیخلاف ہے کیونکہ ہر قاصد کے لئے یا ظاہر قاصد ہونے کا اثر ہوتا ہے یا باطن میں کوئی نشان ہوتا ہے۔اس کے برعکس دوستانِ حق بغیر سبب کے صاحبِ طلب ہوتے ہیں اور بغیر حرکت کے صاحبِ قصد۔ان کی تمام صفات قصد ہوتی ہیں وہ انتہائی قصد کرتے ہیں اور جب دوستی حاصل ہو تو ہمہ تن قصد ہوتی ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

اصطناع

اصطناع اس لفظ سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ بندے کی تہذیب نفس کے لئے اس کے جملہ نصیب کو ختم کردے اور اس کی تمام لذاتِ نفسانی پر زوال مسلط کردے۔بندے کے نفسانی اوصاف تغیر پذیر ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی صفات کے زوال اور تغیر سے متاثر ہو کر بے خود ہو جاتا ہے۔یہ درجہ صرف پیغمبروں کے لئے ہے مگر بعض مشائخ اولیاء کرام کے لئے بھی روا سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

واللہ اعلم بالصواب۔

اصطفاء

اصطفاء یہ ہے کہ حق تعالیٰ بندہ کے دل کو اپنی معرفت کے لئے مخصوص کر کے نور معرفت سے معمور کر دے۔ اس درجہ کے لئے خاص و عام، مومن، گنہگار، طاعت گزار، ولی، نبی سب برابر ہیں۔

حق تعالیٰ نے فرمایا:

(ترجمہ) ''پھر ہم نے برگزیدہ لوگوں کو کتاب دی ان میں سے کچھ ظالم ہیں، کچھ میانہ رو اور کچھ نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔

اِصطلام

تجلی حق کا غلبہ جو کسی لطیف امتحان کے ذریعہ انسانی ارادہ کو کالعدم کر دیتا ہے۔ قلب مُمتحن (دلِ آزمودہ) اور قلب مُضطلم (دلِ برباد) کے معانی ایک ہیں۔ گو صوفیاء عام طور پر اصطلام کو زیادہ خاص اور لطیف امتحان تصور کرتے ہیں۔

رین

یہ ایک قسم کا حجب دل ہے جو ایمان کے سوا کسی چیز سے دور نہیں ہوتا۔ یہ کفر اور ضلالت کا پردہ ہے۔ حق تعالیٰ نے کفار کی نسبت فرمایا:

(ترجمہ) ''ایسا نہیں بلکہ جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ ان کے دلوں پر ایک قسم کا زنگ (حجاب) ہو گیا ہے۔''

ایک جماعت کا خیال ہے کہ رین وہ حجاب ہے جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتا کیونکہ کافر ایمان قبول نہیں کرتا اور جو کرتا ہے وہ علم الٰہی میں مومن ہی ہوتا ہے۔

Marfat.com

غین

ایسا حجاب جو توبہ سے دور ہو جائے۔ یہ خفیف بھی ہو سکتا ہے اور غلیظ بھی۔ غلیظ حجاب اہلِ غفلت اور کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہونے والوں پر ہوتا ہے۔ حجابِ خفیف سب کے لئے ہو سکتا ہے ولی ہو یا نبی۔ آنحضورﷺ نے فرمایا: ''میرے دل پر خفیف سا پردہ آ جاتا ہے اور میں دن میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔'' حجاب غلیظ کے لئے توبہ اور حجاب خفیف کے لئے رجوع الی اللہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ توبہ کا مطلب معاصی سے بندگی کی طرف پلٹنا ہے اور رجوع کا مطلب اپنے آپ سے حق تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔ توبہ جرم سے ہوتی ہے۔ جرم عام بندوں کے لئے احکامِ حق کی خلاف ورزی کا نام ہے اور دوستانِ حق کے لئے مرضی حق کی مخالفت کا۔ عوام کا گناہ نافرمانی ہے اور دوستانِ حق کا گناہ یہ ہوتا ہے کہ ان کو اپنی ہستی کا احساس ہو۔ اگر کوئی شخص غلط کاری کو چھوڑ کر راہ راست اختیار کرے تو اسے تائب (توبہ کرنے والا) اور اگر کوئی خوب سے خوب تر کی طرف رجوع کرے تو اسے آئب کہتے ہیں۔

تلبیس

کسی چیز کو اُس کی حقیقت سے مختلف پیش کرنے کو تلبیس کہتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے فرمایا:

(ترجمہ ''تحقیق ہم ان پر وہ شبہ ڈالتے ہیں جو وہ شبہ کرتے ہیں۔''

یہ صفت بجز ذاتِ حق کسی کو زیبا نہیں جو کافر کو بصورت مومن اور مومن کو بصورت کافر رکھتی ہے جب تک اظہارِ حقیقت کا وقت نہیں آتا۔ صوفیاء میں سے جب کوئی اچھی خصلتوں کو مذموم خصائل سے چھپاتا ہے تو کہتے ہیں وہ تلبیس کر رہا ہے۔ اس صورت کے سوا کسی اور جگہ اس لفظ کا استعمال نہیں ہوتا۔ ریا اور نفاق کو تلبیس نہیں کہتے حالانکہ دراصل تلبیس وہی ہے۔ تصوّف میں تلبیس صرف فعلِ حق کی اقامت کے لئے مستعمل ہے۔

Marfat.com

شرب

صوفیائے کرام بندگی کی مٹھاس، مکرمت کی لذت اور محبت کی راحت کو شرب کا نام دیتے ہیں۔ بغیر لذتِ شرب کے کوئی کام نہیں ہوتا۔ جسم کے لئے شرب پانی سے ہے اور دل کے لئے راحت و حلاوت سے۔ میرے شیخ فرمایا کرتے تھے کہ بے شرب مرید اور با شرب عارف ارادت اور معرفت سے بیگانہ ہوتے ہیں۔ مرید کے لئے شرب ضروری ہے تا کہ وہ ارادت میں حق کی طلب بجالائے۔ عارف کے لئے شرب کی ضرورت نہیں۔ مبادا بدون حق اسے کسی چیز سے شرب حاصل ہو اور وہ شراب اگر نفس سے تعلق رکھے تو وہ (عارف) قربِ حق سے محروم ہو جائے۔

ذوق

ذوق بھی شرب کی طرح ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ شرب صرف راحت و لذت کے لئے مستعمل ہے اور ذوق راحت و رنج دونوں پر عائد ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی عارف نے کہا ہے: ''میں نے مٹھاس چکھی میں نے رنج و راحت کا مزہ چکھا۔'' شرب سے متعلق کہا: ''میں نے وصل و محبت کا ساغر پیا'' وغیرہ۔ جب حق تعالیٰ نے شراب کا ذکر کیا تو فرمایا:

''کھاؤ پیو دل پسند اشیاء یہ اجر ہے ان اعمال کا جو تم کرتے رہے ہو۔''

ذوق کا ذکر کیا تو فرمایا:

(ترجمہ) ''چکھ! تحقیق تو کریم اور غالب ہے۔'' دوسری جگہ فرمایا:

(ترجمہ) ''دوزخ کا عذاب چکھو''

یہ تھے صوفیاء میں مروجہ اصطلاحات کے احکام اور معانی۔ اگر سب بیان کروں تو کتاب طویل ہونے کا احتمال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔'' (کشف المحجوب)

شریعت اور طریقت کے رموز جاننے کے لئے کسی بھی طالب مولیٰ کا مرشد کامل کے سامنے بیعت ہونا لازم ہے۔

Marfat.com

مرشد کامل طالب مولیٰ سے طریقت کی تعلیم و رموز بتانے سے قبل معاہدہ کرتا ہے۔ جسے اصطلاح تصوف میں ''بیعت طریقت'' کہتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت خضر علیہ السلام سے علم ہدایت (باطنی علم) کا سوال کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے مصاحبت و تعلیم کے لئے معاہدہ کی شرط رکھی کہ ''اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کے بارے میں نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔'' جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبول کیا۔

تعلیمِ طریقت و بیعتِ طریقت کا جواز نبی الرحمہ ﷺ کی مقدس تعلیمات اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم سے بھی ملتا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسا طریقہ بتائیں جو اللہ کے قریب ترین اس کے بندوں پر آسان ترین اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ترین ہو۔ تو حضورؐ نے فرمایا سراً و جہراً (ظاہری و باطنی طور پر) دائمی ذکر اللہ کرو۔ پھر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ ذکر تو سارے کرتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: سب سے افضل کلمہ **لا الہ الا اللہ** ہے۔ جو میں نے اور تمام انبیاء نے کہا۔ پھر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں یہ ذکر کیسے کروں گا؟ حضور پاک ﷺ نے تھوڑی دیر کے لئے خاموشی اختیار فرمائی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے۔ تین دفعہ کلمہ **لا الہ الا اللہ** پڑھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے علی میں پڑھتا ہوں اور تم آنکھیں بند کر کے سنو۔ تو حضور ﷺ نے تین مرتبہ کلمہ پڑھا اور فرمایا: اب اس طرح پڑھو۔ (ضیاء القرآن، تصوف کے روشن حقائق)

یہ کلمہ پہلا سبق طریقت تھا جو سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھا، بعد میں یہ سبق طریقت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو پڑھایا گیا۔ مثلاً حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''ہم نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں کوئی اجنبی (اہلِ کتاب) تو نہیں۔ ہم نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ تو آپؐ نے دروازہ بند کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: اپنے ہاتھوں کو بلند کرو اور کہو: ''**لا الہ الا اللہ**' ہم نے ہاتھوں کو بلند کیا اور کہا: **لا الہ**

Marfat.com

الا اللہ پھر نبی پاک ﷺ نے فرمایا: الحمد للہ اللہ تو نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ مبعوث فرمایا اور مجھے اس کا حکم فرمایا اس پر جنت کا وعدہ فرمایا اور بے شک تو وعدہ خلافی نہیں فرماتا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا۔ (احمد، طبرانی، بزاز، مجمع الزوائد)

قابل غور بات یہ ہے کہ کیا یہ کلمہ پاک ان اصحاب رضی اللہ عنہم نے پہلی مرتبہ پڑھا۔ نہیں! بلکہ وہ پہلے سے مومن اور صحابی رسول ﷺ تھے۔ معلوم ہوا حضور پاک ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بالترتیب و بتدریج علوم و رموز کے ظاہری و باطنی مراحل سے گزار کر منزل پر پہنچایا یعنی ابتداء کتاب شریعت پڑھائی اور زبان سے کلمہ کا ورد جاری کرایا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق باطن کی طرف توجہ کا حکم فرمایا۔

''اے ایمان والو سلامتی میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی اتباع نہ کرو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' (القرآن)

شیطان کا راستہ چونکہ باطن سے ہے اس لئے وہ اندر دل میں وسوسے ڈال کر گمراہ کرتا ہے۔ اب شیطان کے اس راستہ کو بند کرنے اور مکمل سلامتی حاصل کرنے کے لئے باطن کی طرف توجہ ناگزیر ہے۔ یعنی اندر سے شیطان کی سخت ناکہ بندی کے بغیر ایمان کی سلامتی ممکن نہیں کیونکہ صرف ظاہری علم وعمل سے آدمی اپنے باطن سے باخبر نہیں رہ سکتا۔ شیطان ظاہر سے نہیں بلکہ بندہ کے باطن سے حملہ کرتا ہے۔ جیسے فرمان حق تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ''وہ لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔''

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پڑھ پڑھ علم مشائخ سداون کرن عبادت دوہری ھو
اندر جھگی پئی لٹیوے تن من خبر ناں موری ھو

انسان کے اندر کونین سے بڑا ایک وسیع و عریض جہاں ہے جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اشعار میں فرماتے ہیں: ترجمہ

Marfat.com

1- درد تیرا تیرے اندر ہے اور تو نہیں جانتا دوا تیری تجھ سے ہے اور تو نہیں دیکھتا۔

2-اور تو امان کرتا ہے کہ تو چھوٹا سا جسم ہے حالانکہ تیرے اندر بہت بڑا جہان سمٹا ہوا ہے۔

3-اور تو وہ روشن کتاب ہے کہ جس کے حرفوں کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے پوشیدہ چیز۔

4-پس نہیں کوئی حاجت تیرے واسطے خارج سے اور فکر تیرا تیرے اندر ہے حالانکہ تو فکر نہیں کرتا۔ (مرآۃ العارفین از حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دل دریا سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانے ھو
وچے بیڑے وچے جھیڑے وچے ونجھ موہانے ھو
چوداں طبق دلے دے اندر تنبو وانگن تانے ھو
جو دل دا محرم ہووے حضرت باھو سوئی رب پچھانے ھو

اب سوال یہ ہے کہ علمِ باطن (طریقت کی تعلیم) جس کی سمائی اور اراقِ عقل پر ممکن نہیں اور نہ یہ کتابی تعلیم یا منطق کے کسی گر سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر یہ دیدہ جہاں اور مادی ترکیب و مادی واسطہ کا علم بھی نہیں تو پھر اس قدر مشکل ترین راستہ (طریقت) پر چلنا جو مثل پل صراط کے ہے اور اس کی تعلیم حاصل کرنا کیوں ضروری ہے؟ پھر فلسفہ تخلیق سے یہ بات ثبت ہے کہ ماسواء اللہ کے ہر شے فانی ہے جبکہ انسان کی روح جو امر الٰہی ہے کو اس دنیائے ناسوت میں آنے سے اس عارضی و فانی دنیا کے تصورات اور محبتیں مجبور و پریشان کرتی ہیں جبکہ اسے معلوم بھی ہے کہ اس دنیا و ما فیہا کو بقا نہیں۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''کیا انہوں نے اپنے اندر فکر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو آسمان (بلندیاں) اور زمین (پستیاں) پیدا کیں اور ہر ایک مقررہ وقت تک کے لئے ہے۔'' (القرآن)

انسان کی فطرت ہے کہ وہ جو کچھ اور جب بھی حواس خمسہ سے محسوس کرتا ہے اس

Marfat.com

کا ایک تصور و احساس اس کے اندر محفوظ ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی عمر رسیدہ آدمی سے اس کے بچپن کی بات کی جائے تو فوراً اس کے بچپن کی پوری فلم اس کے تصور و تخیل میں چلنا شروع ہو جائے گی انہی تصورات کے حوالہ سے کبھی وہ خوشی کا اظہار کرے گا اور کبھی غمی کا یعنی تصور و تخیل کے ساتھ ایک مدت پرانے احساسات ابتک محفوظ رہتے ہیں۔ دراصل اسے برسوں پرانی یاد آ جاتی ہے یعنی وہ منظر سامنے آ جاتا ہے دل کی سکرین پر نظر آنے والی یہ دنیا مادی نہیں بلکہ تصوراتی اور خیالی ہے لیکن انسان کو کلی طور پر متاثر کرتی ہے۔ پھر یہ دل کی دنیا اس قدر وسیع ہے کہ اس میں خدائے تعالیٰ کا تصور کرنا اور اس کا جلوہ محسوس و معلوم کرنا بھی روا ہے۔

فرمان حق تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ''اور میں تمہارے اندر ہوں کیا تم غور سے نہیں دیکھتے۔'' (القرآن)

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''نہ میں زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمان میں بلکہ بندہ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں۔'' (حدیث قدسی)

فرمان نبوی ﷺ ہے:

''مومن کا دل رحمٰن کا آئینہ ہے''

دوسری جگہ فرمایا:

''مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔''

حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دل دریا خواجہ دیاں لہراں گھمن گھیر ہزاراں ھو
رہن دلیلاں وچ فکر دے بے حد بے شماراں ھو

چونکہ دل میں ہزاروں تخیلات و تصورات موجود ہیں اور انسان ان میں الجھ جاتا ہے۔

Marfat.com

بھی بے شمار تصورات تخیلات خواہشیں اور محبتیں ہی ہیں جو اپنی کثافت و کدورت سے باطنی علم کو ماند اور بصیرت کو اندھا کرتی ہیں۔ یعنی بصارت کے باوجود انسان اندھا کہلاتا ہے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''پس یہ ظاہری آنکھیں اندھی نہیں بلکہ وہ دل اندھے ہیں جو سینوں میں موجود ہیں۔''

نص و حدیث کے مطابق یہی تصورات ہی غیر اللہ و شرک و کفر ہیں۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اے محبوب ﷺ کیا آپؐ نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو معبود بنا رکھا ہے۔'' (القرآن)

اس لئے صرف حرکتِ زبان سے ذکر و تسبیح جو دل سے مطابقت نہ کرے ریاکاری کے زُمرے میں آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر رکھا گیا ہے۔ جبکہ نیت کا تعلق باطن سے ہے جب تک باطن درست نہ ہو نیت درست نہیں ہو سکتی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: ''انسان کے جسم کے اندر گوشت کا لوتھڑا ہے۔ اگر وہ ٹھیک ہے تو سمجھ لو سارا جسم ٹھیک ہے اگر وہ بگڑ گیا تو سمجھ لو سارا جسم بگڑ گیا جان لو وہ دل ہے۔''

چونکہ انسان کی زندگی کا مقصد حق تعالیٰ کی معرفت و پہچان ہے جو باطنی نور بصیرت کی تکمیل کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے یہ دعا سکھائی گئی۔

ترجمہ: ''اے ہمارے رب ہمارے (اندر کے) نور کو مکمل فرما۔'' (القرآن)

جب طالب مرشد کامل کے سامنے جاتا ہے تو مرشد کامل اس کے باطن پر توجہ کرتا ہے اور تعلیم و تلقین میں شکل و حروف کی بجائے اس کی معنویت میں محو کرتا ہے اور طریق نبویؐ کے مطابق اپنی نگاہ سے اس کے باطن سے تزکیہ کی شمع جلاتا ہے اور کہتا ہے اپنے اندر سے پڑھ لا الہ الا اللہ یعنی اندر سے تمام خواہشات و تصورات جو غیر اللہ ہیں ان پر لا کی تلوار چلا دے جب وہ یہ عمل کرتا ہے تو اس

Marfat.com

کی باطنی آنکھ سے تمام پردے ہٹ جاتے ہیں اسے حی و قیوم ذات کے جلوے نظر آتے ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من مرے وچ لائی ھو
نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ھو

یعنی جب سے مرشدِ کامل نے میرے دل میں اسم اللہ ذات کی بوٹی لگائی تو میری رگ رگ سے غیر نفی ہو گیا اور ہمیشہ رہنے والی ذات باقی رہ گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

• تمام علوم اور اعمال کا مقصد دیدارِ حق تعالیٰ ہے۔ اگر یہ حاصل نہ ہو تو تمام عبادت و ریاضت بے کار ہے جبکہ یہ مرشدِ کامل سے پڑھے ہوئے کلمہ طریقت کے بغیر ممکن نہیں۔

زبانی کلمہ ہر کوئی پڑھدا دل دا پڑھدا کوئی ھو
جتھے کلمہ دل دا پڑھیئے اوتھے ملے زبان ناں ڈھوئی ھو
دل دا کلمہ عاشق پڑھدے کیہہ جانن یار گلوئی ھو
ایہہ کلمہ میتوں پیر پڑھایا باھو میں سدا سہاگن ہوئی ھو

انسان جب کسی بھی چیز کے قرب اور تصور میں رہتا ہے تو اس میں اس چیز کی تاثیر و محبت غالب آ کر اس کے جسم کا حصہ بنتی نظر آتی ہے حالانکہ حق تعالیٰ نے انسان کو فقط اپنی محبت اور ذکر و فکر کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ عالم لاہوت میں ہزاروں سال گزارنے اور وہاں عشق و محبت کے اظہار میں امانتِ الٰہیہ قبول کرنے اور اسے نبھانے کے وعدہ کے باوجود انسان نے دنیا میں آ کر اس عارضی صحبت میں اپنی اصلی چیز کھو کر نفس و دنیا کی محبت و خواہش کو اپنے اوپر وارد کر لیا ہے۔ جیسے یہ اس کے جسم کا حصہ ہوں جز و بدن بننے والی ان مجسم خواہشوں اور محبتوں کو اب پھر سے لا کی تلوار سے کاٹنا یقیناً تکلیف دہ مرحلہ ہے۔ جیسے فرمان حق تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''پھر وہ تمہیں مارے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا اور پھر تم اس کی طرف لوٹ جاؤ گے۔'' (البقرہ)

Marfat.com

اس مشکل ترین کام کو مرشد کامل یمیت نفس و یحیی القلب کے آسان کر لیتا ہے کیونکہ مرشد کامل ایسی حکمت عملی سے طالب کے جسم سے ان غیر محبتوں کو نکال کر حق تعالیٰ کی محبت وارد کرتا ہے جس طرح ایک سرجن ڈاکٹر مریض کے بیمار اور متعفن حصے کو نکال کر جسم میں تندرستی اور صحت داخل کرتا ہے۔ ان غیر محبتوں اور نفسی خواہشات کو قرآن مجید میں غیر الٰہی اور شرک بتایا گیا ہے۔

ترجمہ: ''اے محبوب پاک ﷺ کیا آپ نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے اپنے نفس کی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔'' (القرآن)

اور حضور پاک ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: ''ہر وہ چیز جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ مشغول کرے بس وہی تمہارا بت ہے۔''

تو گویا طریقت، ان غیر محبتوں اور نفسی خواہشوں کے ختم ہو جانے اور محبت الٰہیہ کے وارد ہونے کا نام ہے اب جو طالب، طلب اور محبت کے کمال کو پہنچتا ہے وہی محبت کے انعام سے نوازا جاتا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کے مطابق بہترین طلب اللہ ہی کی طلب ہے۔

ترجمہ: ''سب سے اچھی طلب اللہ ہی کی ہے اور سب سے بہترین ذکر اللہ ہی کا ذکر ہے۔''

جب طالب کامل کو مرشد کامل کی صحبت مل جاتی ہے تو وہ مرشد کامل طالب کو تلقین توحید و تصور اسم اللہ ذات عطا کر کے تسلیم و رضا کی تعلیم کے لیے ریاضت میں ڈال دیتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ اب تو ہر وقت اور ہر حال، ظاہر و باطن میں اس کی توحید کا مطالعہ کر۔

حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ز ہر حرف توحید بینی ہر سطر توحید بین
باش دائم در مطالعہ تا شوی حق الیقین

ترجمہ: تو حرف اور ہر سطر میں ہمیشہ توحید کا مطالعہ کرتا کہ تجھے حق الیقین کا مرتبہ حاصل

Marfat.com

ہو جائے۔''

تسلیم و رضا ہی چونکہ وہ بنیادی نقطہ ہے جس میں طالب کی کامیابی کا راز مضمر ہے اور محبت کاملہ کے صادق جذبوں کی علامت بھی یہی ہے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:

''اور ہم آزماتے ہیں تمہیں خوف، بھوک و پیاس مالوں اور اولاد کے نقصان سے خوشخبری دو صبر کرنے والوں کو کہ جب ان پر آزمائش کے لئے کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں بے شک ہم تو صرف اللہ کے لئے رہ رہے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جائیں گے۔'' (القرآن)

شیخ کامل طالب مولیٰ کے اندر تسلیم و رضا کا جذبہ کیسے ابھارتا ہے۔ اس کو مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مثنوی میں بیان فرماتے ہیں کہ ایک طالب مولیٰ مرشد کامل کی خدمت میں حاضر ہوا اور وصال حق تعالیٰ کی التجا کی۔ تو مرشد نے اسے لنگر خانہ میں کام پر لگا دیا اور فرمایا: ایک سال بعد میرے پاس آنا۔ جب سال پورا ہوا تو وہ مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ادھر مرشد نے اپنے خلیفہ سے فرما دیا کہ جب یہ میرا مرید آئے تو اس کے پاؤں پر اینٹ مارنا۔ چنانچہ جونہی وہ شخص قریب ہوا تو خلیفہ صاحب نے اس کے پاؤں پر اینٹ دے ماری۔ درد کی شدت اور غصہ سے وہ اینٹ اٹھا کر خلیفہ کو مارنے کے لئے دوڑا اور اسے برا بھلا کہا۔ پھر مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہ حکم ملا کہ ایک سال اور لنگر خانہ میں کام کرو پھر آنا۔ پھر جب اگلے سال خدمت میں حاضری کے لئے آیا تو اسی طرح اینٹ مروائی گئی تو اب وہ خلیفہ کو مارنے کے لئے تو نہ دوڑا البتہ وہیں کھڑے برا بھلا کہتا رہا۔ پھر مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک سال اور کام کرنے کا حکم مل گیا۔ پھر تیسری مرتبہ جب حاضر ہوا تو طبیعت تسلیم و رضا میں ڈھل چکی تھی۔ اب خلیفہ صاحب کی اینٹ پڑنے پر غصہ کی بجائے محبت کا اظہار کرنے لگا اور اینٹ چومنے لگا کہ یہ مرشد خانہ کی اینٹ ہے۔ یعنی اب کی بار ہر آزمائش پر راضی ہو چکا تھا۔ تب اسے مرشد نے اپنے پاس بلا کر گلے لگایا اور مہربانی فرما دی۔

Marfat.com

محبت کے بغیر کوئی بھی مشکل اور تکلیف برداشت نہیں ہوتی جیسے جیسے صحبت و ریاضت کا دورانیہ بڑھتا رہا اتنا ہی مرشد سے محبت بڑھتی گئی۔ یہ تقاضائے فطرت ہے کہ ریاضت اور خلوت سے محبتیں، تصورات اور غالب تاثیریں آہستہ آہستہ زائل ہو جاتی ہیں جس طرح دیارِ غیر جانے سے وقت کے ساتھ ساتھ انسان سابقہ تعلقات و تصورات بھولنے لگتا ہے اور موجودہ تعلقات و محبتیں غالب آ جاتی ہیں۔ اسی طرح انسان عالم ارواح سے اپنا تعلق اور انوار حق تعالیٰ کی محبت کو بھلا بیٹھا ہے جبکہ مرشد کامل طالب کو ریاضت میں رکھ کر اس کو اپنے اصلی وطن کی یاد دلاتا ہے اور اس میں حقیقی محبت اجاگر کرتا ہے۔ جب طالب میں وہ محبت غلبہ کرتی ہے تو اسے سب سے پہلے مرشد کمال کا مقام معلوم ہوتا ہے جس نے اسے یہ سبق پڑھایا پھر مرشد ہی اس کے دردِ محبت کا درماں نظر آتا ہے۔ تب وہ مرشد کی ہر آزمائش کو بخوشی قبول کرتا ہے جس طرح مریض صحت یابی کے لئے کڑوی دوائی کو بخوشی پی جاتا ہے۔

مرشد کامل طالب مولیٰ کو موتوا قبل ان تموتوا ''موت سے پہلے مرنے (اختیاری موت) کی عملی تربیت دیتا ہے یعنی اس کے دل سے حُب دنیا، خواہشات نفس اور وساوس شیطانی ختم کرنے کے لئے ایک مدت تک ریاضت میں رکھتا ہے پھر جب یہ چیزیں ختم ہو جاتی ہیں اس پر مہربانی کر دی جاتی ہے کیونکہ اس اختیاری موت کے بعد ہی دیدار حق تعالیٰ روا ہے۔

اس لئے ریاضت سے سخت تر امتحان اور کوئی نہیں کیونکہ مرشد وہ کرتا ہے جو طالب نہیں جانتا جس کی مثال حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہم السلام کے بیان میں موجود ہے اس لئے اکثر ناقص طالب مرشد کے امتحان اور ریاضت میں فیل و نامراد ہو جاتے ہیں اور ان کی ساری ریاضت و محنت رائیگاں جاتی ہے۔

حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۔ عاشق ہوئے ہزاراں باھو پر عشق نصیب کہیں دے ہو

اس لئے راہ طریقت میں استقامت اور مرشد کی اتباع و رضا پر عمل پیرا ہونا شرط ہے۔

Marfat.com

اس کی مثال اس طرح کہ اگر کسی آدمی کا بازو کٹ جائے تو کٹا ہوا وہ بازو ایک وقت تک پھڑکتا رہے گا ادھر وہ آدمی بھی چیختا رہے گا۔ اگر اس کٹے ہوئے عضو کو فوراً جوڑ دیا جائے تو جڑ جائے گا اور اگر وہ بازو پھڑک پھڑک کر ٹھنڈا ہو جائے تب جوڑا جائے تو ہرگز نہیں جڑے گا پھر ایک خاص وقت بعد وہ آدمی بھی سکون کر جائے گا۔ اسی طرح ہے آدمی کو جب مخلوق اور دنیا سے کاٹ کر علیحدہ کیا جاتا ہے تو دونوں طرف سے تکلیف محسوس کی جاتی ہے اور وہ آدمی فراق میں پھڑکتا ہے پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سابقہ محبت کی تاثیر زائل ہونے لگتی ہے اور مرشد تلقین و نظر سے جو تصور (تصور اسم اللہ ذات) دیتا ہے اس کی محبت بڑھتی ہے بالآخر وہ قرب و معرفت حاصل کر لیتا ہے۔

(بحوالہ "طریقت کیا ہے؟" ڈاکٹر محبوب خان)

Marfat.com

اسلام اور تصوف

تصوف کیا ہے؟ اس سوال کے جوابات بے شمار ہیں۔ ہر جواب ایک نیا سوال کھڑا کرتا ہے اور ناپختہ انسانی ذہن الجھتا چلا جاتا ہے۔ محقق عجیب عجیب طرح کی خیال آرائیاں کرتے ہیں۔ اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ اس راہ کے مسافر جن کی تربیت کامل نہ ہو جنہیں سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مرشد کی راہنمائی اور نگاہ میسر نہ ہو راستے سے بھٹک جاتے ہیں۔

باجھوں مرشد کامل باھوؒ نہیں ہوندی کدی تسلی ھو

منزل دھندلا جاتی ہے اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے دکھائی دیتے ہیں لیکن کسی مرد قلندر کی بارگاہ سے فیض یاب ہونے والا قلب ونظر کا فیض یافتہ نہ صرف اپنی سمت درست کر لیتا ہے بلکہ ایک ایسی روحانی سرشاری سے لذت آشنا ہو جاتا ہے کہ پھر وہ ساری زندگی راہ سلوک میں گزارنا عین سعادت جانتا ہے۔ سب سے پہلے ہم لفظ صوفی پر بحث کریں گے کہ اس کا ماخذ اشتقاق کیا ہے اور اس فن سے وابستہ لوگ اس کو کس مفہوم میں استعمال کرتے ہیں۔

ابوریحان البیرونی (973ء تا 1048ء) کا نام محتاج تعارف نہیں۔ یہ بیک وقت ریاضی، طب، فلک، تقادیم اور تاریخ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ انہوں نے کئی سال ہندوستان میں بسر کیے سنسکرت میں مہارت حاصل کی اور یہاں کے تمدن اور مذہبی افکار، اعمال کا گہری نظر سے

Marfat.com

مطالعہ کیا۔ وہ کہتے ہیں: ''صوفی'' کا ماخذ سوف ہے جو یونانی زبان کا لفظ ہے۔ سوف کا معنی ''حکمت'' ہے اسی لئے حکیم اور دانشور کو فیلسوف کہتے ہیں۔ فیلا کا معنی محب اور سوف کا معنی حکمت یعنی دانش و حکمت سے محبت کرنے والا۔ سوف کے لفظ کو جب عربی میں ڈھالا گیا تو تحریف کے بعد صوفی ہو گیا کیونکہ یونان میں حکماء کا ایک ایسا گروہ تھا جن کا نظریہ تھا کہ وجود حقیقی صرف علتِ اُولیٰ کے لئے ہے کیونکہ وہی ماسویٰ سے مستغنی ہے باقی سب اس کے محتاج ہیں اسی لئے وجود حقیقی صرف وہی علت اولیٰ ہو گی، باقی اشیاء کا وجود حقیقی نہیں بلکہ خیالی ہے کیونکہ مسلمانوں میں بھی بعض حضرات کا عقیدہ بظاہر ان سے قریب ہے۔ اسی مناسبت سے انہیں بھی صوفی کہا گیا۔ لیکن البیرونی کی یہ رائے قابل اعتنا نہیں چونکہ یونانی کتب کے عربی تراجم کا سلسلہ تیسری صدی ہجری کے نصف کے لگ بھگ شروع ہوا اور اہل عرب کے ہاں صوفی کا لفظ اس سے بہت پہلے مستعمل ہوتا تھا۔ جو صاحب سب سے پہلے صوفی کے لقب سے ملقب ہوئے وہ ابوالہاشم الکوفی تھے۔ جن کی وفات 150ھ میں ہوئی تھی۔ یعنی ترجمہ کے دور سے تقریباً ایک سو سال پہلے البیرونی کی رائے میں کوئی وزن نہیں رہا۔ البیرونی اپنے اس رویہ پر اس لئے مصر ہیں کہ اگر اس کے علاوہ صوفی کا کوئی اور مادہ اشتقاق مانا جائے تو اس میں حکمت و معرفت کی نسبت مفقود ہو جائے گی اور یہ لفظ سطحی قسم کا ہو جائے گا۔ البیرونی نے صوفی کے لفظ کی تقدیس کو تو برقرار رکھا لیکن انہیں یہ خیال نہ آیا کہ اس طرح وہ اسلامی تصوف کو یونانی علوم کا ریزہ چین ثابت کر رہے ہیں اور اس کی انفرادیت کو ختم کر رہے ہیں۔ اور تصوف کا قبلہ مدینہ منورہ سے موڑ کر ایتھنز کی طرف کر رہے ہیں جو واقعہ کے بھی خلاف ہے اور تصوف کے مقام سے بھی بہت فروتر۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ

سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

اس لئے البیرونی کے اس قول کو تمام مسلم محققین نے رد کر دیا۔ البتہ یورپ کے مستشرقین میں سے کئی لوگ انہیں اپنے حوالے گئے لیکن اس کی وجہ کچھ اور ہے جس سے قارئین واقف ہیں۔

Marfat.com

بعض کے نزدیک صوفی ''صفا'' سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ لوگ ظاہر اور باطن دونوں کی صفائی اور پاکیزگی کا ازحد اہتمام فرماتے تھے۔ اسی لئے ان کو صوفی کہا جانے لگا۔ لیکن صرف کے قواعد اس کی اجازت نہیں دیتے۔ اگر صفا کی طرف نسبت کو ملحوظ رکھنا ہوتا تو انہیں صوفی کے بجائے صفوی کہا جاتا۔ اشتقاقِ لغوی کے قواعد کو نظر انداز کرنا درست نہیں۔ بعض علماء نے صف کو صوفی کا ماخذ قرار دیا ہے کیونکہ جہاد اصغر ہو یا جہاد اکبر یہ لوگ ہمیشہ صفِ اوّل میں ظاہری اور باطنی دشمنوں کے سامنے سینہ سپر ہوتے ہیں لیکن قواعدِ اشتقاق اس قول کی بھی تقلید کرتے ہیں صف کی نسبت سے انہیں صفی کہلانا چاہئے تھا نہ کہ صوفی۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ اصحاب صُفّہ کی نسبت سے انہیں صوفی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ حضرات دنیا کے علائق سے اپنے آپ کو آزاد کر کے دن رات ذکر الٰہی اور اطاعت رسالت پناہی میں سرگرم رہتے تھے اور فقر و درویشی کی زندگی بسر کرنے والے لوگوں نے بھی دنیا کی لذتوں، آسائشوں اور دلچسپیوں کو طلاق دے دی ہے اور صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لئے شب و روز سرگرداں رہتے ہیں۔ اس لئے انہیں اصحاب صفہ سے خصوصی نسبت ہے۔ اسی وجہ سے انہیں صوفی کہا گیا۔ بظاہر تو یہ وجہ بڑی معقول معلوم ہوتی ہے لیکن قواعد واشتقاق اس کی اجازت بھی نہیں دیتے۔ اگر انہیں صفہ سے نسبت ہوتی تو صفی کہا جاتا۔ بعض محققین نے اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ یہ لوگ صوف کا لباس پہنتے تھے اس سے صوفی کا لفظ بنا ہے۔ قواعد کے لحاظ سے تو یہ نسبت درست ہے لیکن ضروری نہیں کہ ہر صوفی صوف کا لباس پہنے، بڑے بڑے جلیل القدر اصفیاء ایسے گزرے ہیں جو صوف کا لباس نہیں پہنتے تھے۔

امام قشیری مختلف آراء نقل کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

ترجمہ: ''یعنی صوفی کے لفظ کا ماخذ اشتقاقِ عربیّت کے لحاظ سے اور قواعدِ صرف کی رو سے معلوم نہیں ہوتا۔ سیدھی صاف بات یہ ہے کہ یہ اس فن کا لقب ہے۔''

علامہ ابن خلدون نے بھی قشیری کی اس رائے کو پسند کیا۔

صوفی کے لفظ کی لغوی تحقیق کے بعد اب ہم اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ

Marfat.com

تصوف کا مفہوم کیا ہے۔علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ میں علم التصوف کے باب میں اس کی توضیح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''تصوف کا معنی ہے عبادت پر ہمیشہ پابندی کرنا، اللہ تعالی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونا، دنیا کی زیب وزینت کی طرف سے روگردانی کرنا، لذت، مال اور جاہ جس کی طرف عام لوگ متوجہ ہیں اس سے کنارہ کش ہونا۔یہ طریقہ صحابہ کرام اور سلف صالحین میں عام مروج تھا۔''

اکثر حضرات تصوف کی تعریف میں اخلاقی پہلو کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں اور یہ نظریہ حلقہ صوفیاء میں بھی مقبول ہے۔اس نظریہ کے مطابق جن حضرات نے تصوف کی تعریف کی ہے ان میں سے چند نمونے پیش خدمت ہیں: ابوبکر الکتانی (متوفی 233ھ) فرماتے ہیں:

''تصوف، خلق کا نام ہے جو خلق میں تجھ سے برتر ہوگا وہ صفائی میں بھی تجھ سے بڑھا ہوا ہوگا۔''

ابومحمد الجریری (متوفی 311ھ) سے کسی نے تصوف کے بارے میں پوچھا۔آپ نے فرمایا:

''ہر اعلیٰ اور عمدہ خلق میں داخل ہونا اور ہر رذیل عادت سے باہر نکلنا تصوف ہے۔''

ابوالحسین النوری تصوف کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تصوف نہ رسم ہے نہ علم بلکہ یہ خلق کا نام ہے۔'' دوسرے مقام پر انہیں کا ارشاد ہے۔

''تصوف، حریت، کرم، بے تکلفی اور سخاوت کا دوسرا نام ہے۔''

اگرچہ اخلاقی نقطۂ نظر سے تصوف کی یہ تعریف شرق وغرب میں مشہور بھی ہے اور مقبول بھی لیکن اسے تصوف کی صحیح تعریف نہیں کہا جاسکتا۔بہت سے لوگ جو مکارمِ اخلاق میں اپنی نظیر نہیں رکھتے انہیں صوفی نہیں کہا جاتا۔یہ بات مسلّم کہ تصوف کی بنیاد اخلاق کریمہ پر ہے اور صوفی کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ مکارمِ اخلاق سے متصف ہو لیکن اسے تصوف کا حقیقی مفہوم نہیں قرار دیا جاسکتا۔

Marfat.com

تصوف کی تعریف میں دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس کا معنی زہد ہے یعنی دنیا اور دنیا کی زیب و زینت اور لذات سے کلیۃً کنارہ کشی، یہ بجا کہ صوفی کا دل دنیا سے بیزار ہوتا ہے لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلّم ہے کہ زہد وتقویٰ اور چیز ہے۔ بعض لوگوں نے عبادت گزار کو صوفی کہا ہے لیکن ان کا یہ قول بھی حقیقت سے بہت دور ہے۔ ایک شخص عبادت میں سرگرم ہوتا ہے لیکن پھر بھی اسے صوفی نہیں کہا جاتا۔

ابن سینا نے اپنی کتاب ''الاشارات'' میں بڑی وضاحت سے زاہد، عابد اور صوفی میں جو فرق ہے اسے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''جو شخص دنیا اور اس کی لذتوں سے منہ موڑے اسے زاہد کہتے ہیں، جو شخص ہر لحہ عبادت میں مصروف رہے اسے عابد کہتے ہیں اور جو شخص ہمیشہ اپنے فکر کو قدس جبروت کی طرف متوجہ رکھتا ہے اور ہر لحظہ اپنے باطن میں نور حق کی تابانی کا آرزومند ہوتا ہے، اسے عارف کہتے ہیں اور ابن سینا کے نزدیک عارف ہی صوفی کہلانے کا مستحق ہے۔''

زاہد اور عابد، زُہد و عبادت کو اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ انہیں دوزخ سے نجات ملے اور نعیم جنت کی سرمدی مسرتیں انہیں نصیب ہوں۔ صوفی بھی دنیا کی زینتوں اور لذتوں سے دامن کش رہتا ہے اور ہمہ وقت مصروف عبادت رہتا ہے لیکن اس کے پیش نظر کوئی خوف یا طمع نہیں ہوتا وہ فقط اس لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے کہ وہ اس کا محبوب مطلوب ہے اور ہر قسم کی عبادت و نیازمندی کا مستحق ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ کا یہ ارشاد اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔ ایک روز انہوں نے بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کیا:

''اے اللہ! اگر میں تیری عبادت آتش دوزخ کے خوف سے کرتی ہوں تو مجھے اس میں جھونک دے اور اگر میں جنت کے لالچ کے لئے تیری جناب میں سربسجود رہتی ہوں تو مجھے اس جنت سے محروم کر دے اور اگر میں صرف تیری ذات کے لئے تیری عبادت کرتی ہوں تو اے میرے محبوب! مجھے اپنے

Marfat.com

شرف دیدار سے محروم نہ رکھیو۔''

معلوم ہوا کہ تصوف نہ صرف اخلاق حسنہ کا نام ہے، نہ صرف دنیا کی لذتوں اور مسرتوں سے کنارہ کشی کا نام ہے اور نہ صرف شب و روز مصرف عبادت رہنے کا نام ہے۔ اگرچہ وہ ان تمام چیزوں کو شامل ہے لیکن وہ ان کے ماسوا اور چیز ہے۔

اس لئے ابھی ہمیں تصوف کی ایسی تعریف کی ضرورت ہے جس سے اس کی حقیقت تک رسائی حاصل ہو جائے۔

ابوسعید الخزار (متوفی 268ھ) سے ''صوفی'' کے بارے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا:

ترجمہ: ''جس کے دل کو اس کا رب پاک صاف کر دے اور اس کا دل نور الٰہی سے لبریز ہو جائے اور جو شخص ذکر الٰہی شروع کرتے ہی لذت و سرور میں کھو جائے۔''

حضرت جنید بغدادیؒ تصوف کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''تصوف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے تیری ذات سے فنا کر دے اور اپنی ذات کے ساتھ تجھے زندہ کر دے۔''

ابوبکر الکتانی کی تعریف ایجاز اور جامعیت کا شاہکار ہے۔ فرماتے ہیں:

''تصوف صفاء یعنی تزکیہ اور مشاہدہ کا نام ہے۔''

ان دو میں سے پہلی بات (صفاء) سبب ہے اور دوسری بات (مشاہدہ) غایت اور مدعا ہے۔ یہ تعریف بڑی جامع ہے اس میں سالک کی منزل کا بھی ذکر ہے اور اس راستہ کا بھی جو سالک کو اس منزل تک لے جاتا ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں اس حقیقت کو ذرا تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''اس منزل کا راستہ یہ ہے کہ پہلے مجاہدہ کر کے صفاتِ مذمومہ کو مٹائے۔ تمام تعلقات کو توڑ ڈالے اور پوری طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہو جائے جب یہ سعادت

Marfat.com

حاصل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دل کا متولی بن جاتا ہے اور علم کے انوار سے اس کو منور کرنے کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔'' یہ ہے تصوف کا وہ مفہوم جس کو اولیاء اللہ اپنا مقصد حیات بناتے ہیں۔ ان کی ساری زندگی صفا اور تزکیہ کے کٹھن مرحلوں کو صدق دل سے طے کرنے کے لئے وقف رہتی ہے تاکہ آخر کار وہ مشاہدہ کی منزل میں خیمہ زن ہونے کی سعادت حاصل کریں۔ اس طرح وہ انسانیت کے اس مقام رفیع کو پالیتے ہیں جہاں ''نفخت فیہ من روحی'' کا سِرّ نہاں عیاں ہوتا ہے اور وہ خلیفة الله فی الارض کی مسند جلیل پر متمکن ہوتا ہے۔

حضرت پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف پر ہونے والے اعتراضات کا بڑا بھرپور محاسبہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں: گزشتہ زمانہ میں بھی اور آج بھی اپنوں نے بھی اور بیگانوں نے بھی بدنیتی سے یا غلط فہمی کے باعث بڑی بے رحمی سے طعن و تشنیع کے تیروں کا مینہ برسایا ہے اور آج اس تحریک میں مزید شدت پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ یہاں تک کہ عدل و تحقیق کا دامن بھی بسا اوقات ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ اس حالیہ شدت کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ مادی لذتوں کی طرف رجحان دن بدن بڑھتا جا رہا ہے اور یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو لوگ تصوف کے علمبردار بنے ہوئے ہیں ان میں سے چند ایسے بھی ہیں جو باعث رسوائی اسلاف ہیں یا اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے آثار کو دیکھ کر ابلیسی قوتیں ہراساں ہیں اور وہ مسلمانوں کو اس چشمۂ حیات سے بدظن اور متنفر کرنے کا قبل از وقت پروگرام بنا رہی ہیں تاکہ مسلمان اس بیداری سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کے قابل نہ رہیں۔ وجہ کوئی بھی ہو ہمیں حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے ان اعتراضات کا جائزہ لینا چاہیے ۔ انہوں نے اگر کسی واقعی خامی کی نشاندہی کی ہے تو اس کے ازالہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اگر انہوں نے غلط اعتراضات کیے ہوں تو ان کا مسکت جواب دینا چاہیے۔

ایک بات میں ابتداء میں ہی صاف طور پر یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ صوفیاء کی صفوں میں ایسے لوگ بھی در آئے ہیں جو بظاہر عابد و زاہد نظر آتے ہیں لیکن دراصل اپنے زہد و عبادت کو حصول مال و جاہ کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔ لیکن مجھے تو بتایئے انسانی

Marfat.com

زندگی کا کون سا ایسا شعبہ ہے جہاں یہ کالی بھیڑیں موجود نہیں۔ علماء، اطباء، قضاۃ، تجار، صنعت کار جیسے لوگ موجود ہیں جو اپنے طبقہ کے لئے ننگ و عار کا باعث ہیں۔ لیکن اگر ان کے وجود سے صحیح اور راست باز لوگوں کی افادیت کم نہیں ہوئی تو جعلی صوفیوں کے ہتھکنڈوں سے صوفیاء کرام کی عظمت پر حرف نہیں آ سکتا۔ ہم جن صوفیاء کے بارے میں کلام کریں گے، وہ وہ لوگ ہیں جو صحیح معنی میں اس لقب کے اہل ہیں۔

پہلا اعتراض

تصوف پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا تھا اور اب بھی کیا جا رہا ہے کہ اس کا ماخذ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ یہ ایک اجنبی چیز ہے جسے اسلام میں زبردستی ٹھونس دیا گیا ہے۔ لیکن جب ان معترضین سے اس اجنبی مصدر اور منبع کے بارے میں استفسار کیا جاتا ہے تو بھانت بھانت کی بولیاں سننے میں آتی ہیں اور انسان تصویر حیرت بن کر رہ جاتا ہے کہ تصوف کے کسی معترض کی بات کو وقیع اور وزنی سمجھا جائے اور کسے لایعنی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے۔ ان معترضین کا باہمی اختلاف اور کسی ایک منبع پر متحد نہ ہونا ہی ان کے اس قول کے بطلان کے لئے کافی ہے۔ لیکن پھر بھی ہم تمام اقوال کا ایک ایک کر کے ذکر کرتے ہیں اور اس کا علمی تجزیہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں وہ خود ہی حق و باطل میں امتیاز کر لیں گے۔

معترضین کا ایک طبقہ جس میں مستشرقین کے چند علماء بھی شامل ہیں، یہ کہتا ہے کہ تصوف کا ماخذ ہندوؤں کے وید ہیں اور بڑے وثوق سے دعویٰ کرتے ہیں کہ تصوف میں چلہ کشی، ریاضت وغیرہ کے سارے طریقے ہندو جوگیوں اور سادھوؤں سے مستعار لئے گئے ہیں۔ اس طبقہ کے سرخیل ہارٹن (Horton) بلوشیٹ (Blochet) اور ماسی نیون (Massignon) ہیں۔ یہ لوگ بڑی بڑی کتابوں کے مصنف ہیں اور بڑے محقق اور مدقق شمار ہوتے ہیں۔ معلوم نہیں ان صاحبان کو اس بے مقصد تکلف کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ مسلمان صوفیاء

Marfat.com

کے ہادی ورہبر نبی کریم ﷺ نے غارِ حرا میں چلہ کشی کی تھی اور ذکر الٰہی پر مداومت کے متعدد احکام قرآن کریم اور احادیث نبوی میں بصراحت موجود ہیں اور یہ سب اس وقت ان کو میسر تھا جبکہ ہندوؤں کی تہذیب وتمدن کے بارے میں جزیرۂ عرب کے باشندوں کو سطحی قسم کی معلومات بھی میسر نہ تھیں۔اس لئے صوفیاء کرام کی ریاضتوں اور چلہ کشیوں کو ہندو جوگیوں کی طرف منسوب کرنا لغویت کی انتہا ہے۔مزید برآں دونوں ریاضتوں کے مقاصد میں بُعْدُ الْمَشْرِقَیْن ہے۔

دوسرا طبقہ ان معترضین کا ہے جو مسلمانوں کے زہد وتجمل کو بدھ مت سے ماخوذ سمجھتے تھے۔گولڈزیر (Goldziher) اور اولیری (O'Leary) کے پایہ کے مستشرق بھی یہ کہتے ہوئے جھکتے نہیں کہ صوفیاء کا دنیا سے قطع تعلق درحقیقت گوتم بدھ کی تقلید ہے۔جس طرح اس نے تخت وتاج کو ترک کر کے فقر وفاقہ کی زندگی اختیار کر لی تھی اسی طرح مسلمان صوفیاء نے بھی اپنے گھروں کے راحت وآرام کو ترک کر کے جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں آکر بسیرا کیا لیکن اتنا بڑا الزام لگانے سے پہلے ان حضرات نے یہ غور کرنے کی زحمت بھی برداشت نہیں کی کہ گوتم بدھ خدا کے وجود کا منکر ہے۔وہ نفسِ انسانی کو ہی سب کچھ خیال کرتا ہے۔اس کے برعکس مسلمان اللہ تعالیٰ کی ذات،اس کی وحدانیت پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اور یہ ریاضتیں مقصود بالذات نہیں بلکہ بارگاہِ الٰہی میں شرف باریابی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اسلام کا تصوف دراصل فارسی تصوف کا آئینہ دار ہے۔عرب ہر لحاظ سے فارس سے فروتر تھے۔انہوں نے ان سے ہی کچھ لیا ہے،فارسیوں کو دینے کے لئے ان کے پاس کوئی چیز نہ تھی۔اگر یہ لوگ اسلام سے پہلے کی بات کہہ رہے ہیں تو ہم اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔لیکن ہم اس زمانہ سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ہماری بحث اس تصوف سے ہے جو آفتاب اسلام کے طلوع ہونے کے بعد رونما ہوا۔جب قرآن کریم کے فیضان سے عربی مسلمانوں کی جھولیاں علم وحکمت کے جواہرات سے بھر گئیں تو وہ اپنے گھروں سے نکل کر دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچے اور بڑی دریا دلی اور فیاضی سے انہوں نے ان جواہرات کو لٹایا۔تاریخ کا

Marfat.com

ایک ادنیٰ طالب علم یہ کہنے کی جسارت نہیں کرسکتا کہ اہل فارس نے عرب مسلمانوں کو دینی، تہذیبی اور علمی اعتبار سے متاثر کیا۔ بلکہ وہ عرب تھے جنہوں نے اپنے ظاہری فتوحات کے جھنڈے گاڑنے کے بعد اہل ایران کے عقائد، نظریات و افکار اور تہذیب و تمدن کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ جب اسلام کی برکت سے اہل فارس آتش پرستی کو چھوڑ کر خداوند احد و یکتا کے پرستار بن گئے۔ باقی اور کیا چیز تھی جس کے لئے مسلمان صوفی ان کے شکست خوردہ افکار سے دریوزہ گری کرتے۔ پروفیسر براؤن کا یہ کہنا سراسر خلاف حقیقت ہے کہ ایرانی افکار نے عربوں کو متاثر کیا اور اسی سے ان کا تصوف ماخوذ ہوا۔ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ بہرحال اگر کہیں کچھ مشابہت پائی بھی جاتی ہے تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ اسلامی تصوف اہل فارس کے نظریات سے ماخوذ اور مستعار ہے۔ اسلام کا تصوف صرف اسلام سے ماخوذ ہے اور وہ ہر اعتبار سے بالکل الگ اور جداگانہ چیز ہے۔

معترضین کے ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ اسلام کے تصوف پر نصرانی تصوف کا بہت بڑا اور گہرا اثر ہے۔ اس دعویٰ کی تائید کے لئے وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ عربوں اور عیسائیوں میں عہد قدیم سے باہمی روابط تھے۔ عرب ایک غیر متمدن اور جاہل قوم تھے جبکہ عیسائی دنیا علم و حکمت کے نور سے جگمگا رہی تھی۔ اس لئے لازمی طور پر مسلمان صوفیوں نے عیسائی راہبوں سے تصوف سیکھا اور اس کو اپنایا۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ اسلام کی آمد سے پہلے کے بارے میں آپ کا یہ نظریہ درست ہے لیکن ہم اس زمانہ کی بات کررہے ہیں جبکہ عرب کے ظلمت کدہ کو وحی الٰہی کے نور تاباں نے رشکِ صد طور بنا دیا تھا اور ان ابجد ناشناسوں کو نہاں خانہ تقدیر کے اسرار و رموز سے آشنا کر دیا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے خود اپنے ماننے والوں کو دنیا کی لذتوں میں کھو جانے سے سختی سے روکا تھا۔ قرآن کریم کی صدہا آیات ہیں جو مسلمانوں کو زہد و تقویٰ کی تلقین کرتی ہیں اور دنیا کی بے ثباتی کا نقش لوحِ قلب پر ثبت کرتی ہیں۔ سورۃ الحدید کی ایک آیت ملاحظہ ہو:

ترجمہ: ''تم خوب جان لو کہ دنیوی زندگی محض لہو ولعب، زینت اور ایک

Marfat.com

دوسرے پر اترانے اور مال واولاد میں زیادتی پر فخر کرنے کا نام ہے۔ جیسے مینہ ہے کہ اس کی پیداوار کاشت کاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور خدا کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی بہت بہتر چیز ہے اور نہیں ہے دنیا مگر دھوکے کا سامان۔" (الحدید: 20)

اور حضور ﷺ کی ایک حدیث بھی سماعت فرمایئے۔

ترجمہ: "اپنے بعد میں تم سے جس چیز کے بارے میں ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ دنیا کی زینت اور کامیابی کے دروازے تم پر کھول دیئے جائیں گے۔" (بخاری ومسلم)

خود سوچئے کہ جس قوم کے پاس ان کی کتاب مقدس میں زہد و پرہیز گاری کے اتنے مؤثر مواعظ موجود ہوں، انہیں ان پریشان حال راہبوں کی تقلید کی کیا ضرورت ہے جو خود بے یقینی کی موجوں کے تھپیڑے کھا رہے ہیں۔ اسی طرح عبادت الٰہی کی تلقین وترغیب میں قرآن کریم کی بے شمار آیات موجود ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے کسی اور واعظ کی ایک مومن کو کیوں ضرورت محسوس ہوگی۔

ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: "اپنے رب کو یاد کیا کرو، اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام اور غافلوں میں سے مت ہو جانا۔" (الاعراف)

دوسری جگہ ارشاد پاک ہے:

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہا کرو۔"

قرآن کریم کی دوسری سورۃ کی یہ دل افروز اور روح افزا آیت بھی پڑھ لیجئے:

Marfat.com

ترجمہ: ''تم مجھے یاد کیا کرو، میں تمہیں یاد کیا کروں گا۔ میرا شکرادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔'' (البقرہ:152)

جب ذکر الٰہی کے لئے ایسی آیات موجود ہوں تو ان کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا کسی غیر کی طرف متوجہ ہونا کم از کم ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

مستشرقین جن کے غول کے غول اسلامی تصوف کو غیر اسلامی ثابت کرنے کے جنون میں جگہ جگہ ٹامک ٹوئیاں مارتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان میں چند ایسی شخصیتیں بھی ہیں جنہوں نے پہلے تو اپنے پیشروؤں کی تقلید کرتے ہوئے اسلامی تصوف کو غیر اسلامی افکار کا نتیجہ کہا لیکن مزید تحقیق کے بعد جب حقیقت ان کے سامنے واشگاف ہوگئی تو انہوں نے بڑی جرأت سے اپنے سابق افکار ونظریات سے رجوع کیا۔ یہی نکلسن جو پہلے تصوف کو عیسائیت کا عطیہ کہتے رہے، بعد میں ''انسائیکلو پیڈیا آف ریلی جن اینڈ ایتھکس'' میں تصوف کے عنوان پر اظہار خیال کرتے ہوئے اعتراف کرتے ہیں کہ آج تک اسلامی تصوف اسلام میں باہر سے آیا قطعاً قابل تسلیم نہیں بلکہ روز اول سے ہی مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ تھا جو تلاوت قرآن اور مطالعہ حدیث میں مشغول رہتا تھا اور ان کے تمام افکار ونظریات کا منبع قرآن وسنت کے بغیر کچھ بھی نہیں تھا۔

اکابر صوفیاء نے اپنی مستند کتب میں اس بات کو واضح طور پر لکھ دیا ہے کہ صوفی کے لئے کتاب وسنت کے ارشادات پر عمل پیرا ہونا کامیابی کے لئے شرط اول ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہر قسم کے شک وشبہ کے بطلان کے لئے کافی ہے۔ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''یہ راہ تو وہی شخص پاسکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن پاک ہو اور بائیں ہاتھ میں سنت مصطفیٰ ﷺ اور ان دونوں شمعوں کی روشنی میں وہ قدم بڑھاتا جائے تاکہ نہ شبہات کے گڑھوں میں گرے اور نہ بدعت کے اندھیروں میں پھنسے۔'' (تذکرۃ الاولیاء شیخ عطار)

شیخ ابوبکر طمستانی فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''راستہ کھلا ہوا ہے اور کتاب وسنت ہمارے سامنے موجود ہے۔''

Marfat.com

حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی ایک خط میں لکھتے ہیں:

''ترجمہ: ''اے بھائی! اگر تم فقراء کے مراتب کا پتہ آج لگانا چاہو تو ان کی اتباع پر شریعت پر نظر کرو۔ شریعت معیار ہے اس کسوٹی پر فقیر کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔''

صوفیاء کرام نے خود بھی کتاب وسنت پر عمل کیا اور اپنے حلقۂ عقیدت میں داخل ہونے والوں کو بھی کتاب وسنت کی پیروی کی تاکید فرمائی۔ مندرجہ بالا تصریحات کے علاوہ آپ قوت القلوب، رسالہ قشیریہ، کشف المحجوب، عوارف المعارف، فوائد الفوائد وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ آپ کو ان کے ہر ہر صفحہ پر کتاب وسنت پر عمل کرنے کی تلقین ملے گی۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص تصوف کو شریعت کے خلاف کہتا ہے تو اس کی اپنی مرضی۔

دوسرا اعتراض

معترضین یہ بھی کہتے ہیں کہ تصوف جاہلوں اور ناخواندہ لوگوں کا مسلک ہے۔ جو لوگ زیورِ علم سے آراستہ ہیں اور تحقیق و دقیق کے میدان میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں وہ تصوف کے قریب بھی نہیں بھٹکتے۔ یہ ایک ایسا الزام ہے جو الزام لگانے والے کی کم نظری اور لاعلمی پر دلالت کرتا ہے۔ اکابر صوفیاء اپنے اپنے زمانہ میں علم وفضل میں بھی اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ وہ اپنے ہم عصر علماء وفضلاء پر ہر لحاظ سے فوقیت رکھتے تھے۔ بلکہ تصوف کے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے وہ علوم وفنون میں مہارت حاصل کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ حضرت غوث الاعظم، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت شہاب الدین سہروردی، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی، حضرت بہاؤ الدین نقشبندی، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم نہ صرف اقلیم درویشی کے شہنشاہ تھے بلکہ کشور علم وفضل کے بھی تاجدار تھے۔ کون ہے جو ان حضرات اور ان کے جلیل القدر خلفاء پر جہالت کی تہمت لگا سکے۔ ان کی تصانیف آج بھی اہل علم وتحقیق سے خراج تحسین وصول کر رہی ہیں۔ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جاہل مسخر شیطان ہو جاتا ہے۔ اس کی نگاہ حقیقت اور سراب میں امتیاز کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ وہ دل کی

Marfat.com

بیماریوں کی صحیح تشخیص، مناسب علاج نہیں کرسکتا۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''پیر ایسا ہونا چاہیے جو شریعت طریقت اور حقیقت کے احکام کا علم رکھتا ہو۔ اگر ایسا ہوگا تو وہ کسی ناجائز کے لئے نہ کہے گا۔'' (فوائد الفوائد)

حضرت محبوب الٰہی کا یہ احوال بھی تھا کہ وہ کسی ایسے شخص کو خلافت عطا نہیں فرماتے تھے جو عالم نہ ہو۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی کا قول ہے:

ترجمہ: ''تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے اجتناب کیا کرو۔ ایسے عالموں سے جو غافل ہوں، ایسے فقیروں سے جو دھوکے باز ہوں اور ایسے صوفیوں سے جو جاہل ہوں۔'' (کشف المحجوب)

علامہ ابن جوزی جو صوفیاء پر تنقید کرنے میں مشہور عالم ہیں، وہ بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

ترجمہ: ''صوفیاء متقدمین علوم قرآن، فقہ، حدیث اور تفسیر میں امام ہوا کرتے تھے۔''

تیسرا اعتراض

صوفیاء نے عیسائی راہبوں کی طرح دنیا سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی تھیں، ان سے وہ لطف اندوز ہونے سے دست کش ہو گئے تھے۔ حالانکہ حدیث پاک میں موجود ہے کہ لا رھبانیۃ فی الاسلام ''اسلام میں رہبانیت کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔''

بے شک صوفیاء کرام ابتداء میں ہر قسم کے علائق سے دست کش ہو کر خلوت گزیں ہو جاتے ہیں اور اچھے کھانے، اچھے پہننے، رات کو آرام کرنے وغیرہ جیسی راحتوں کو ترک کر دیتے ہیں لیکن ان کا مقصد حیات نہیں ہوتا بلکہ وقتی طور پر وہ تزکیہ قلب اور تربیت نفس کے لئے ان مجاہدات کو اختیار کرتے ہیں اور جب وہ اس مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نور عشق سے ان کے سینے منور ہو جاتے ہیں۔ مذموم عادات سے ان کی طبیعت پوری طرح متنفر ہو

Marfat.com

جاتی ہے اور محاسن اخلاق ان کی فطرت ثانیہ بن جاتے ہیں۔ تو پھر ستیزہ گاہِ حیات میں اسلام کا پرچم تھامے ہوئے وہ قدم رنجہ فرماتے ہیں۔ ان کے تربیت یافتہ نفوس کے راستہ میں آلام و مصائب کی کوئی چٹان حائل نہیں ہوسکتی۔ ابلیس کی کوئی فسوں کاری ان کو متاثر نہیں کر سکتی بلکہ وہ عزم وثبات کا پیکر بن کر تسلیم ورضا کے پرخار راستہ پر خراماں خراماں گزرتے چلے جاتے ہیں اور وہ شخص جو اپنی زندگی اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کرنا چاہتا ہو اور دنیا کے گوشے گوشے میں اس پیغامِ حق کو پہنچانے کے لئے میدان میں نکلنا چاہتا ہو اس کے لئے ناگزیر ہے کہ پہلے وہ تزکیہ قلب اور تربیت نفس کے کٹھن مرحلہ کو کامیابی سے طے کرے۔ اگر اس میں ذرا بھی خامی باقی ہوگی تو اس کی ادنیٰ سی لغزش اسلام کے وقار کو سخت نقصان پہنچانے کا باعث بنے گی۔

آج جب کہ ہم تبلیغ اسلام کے لئے تحصیل علم کو ہی کافی سمجھتے ہیں اور ریاضت مجاہدہ کو غیر ضروری بلکہ خلافِ اسلام چیز قرار دیتے ہیں تو ہماری تبلیغ کا رنگ ہی بدل گیا ہے۔ نہ کلام میں اثر ہے نہ وعظ ونصیحت کا کوئی نتیجہ برآمد ہوتا ہے اور ہماری اَخلاقی کمزوریاں قدم قدم پر عیاں ہوتی ہیں اور اسلام کی تضحیک کا باعث بنتی ہیں۔ آپ یوں سمجھئے کہ کفار کے ساتھ گھمسان کی لڑائی شروع ہے۔ آپ سپاہی بھرتی کرتے ہیں کیا آپ انہیں بھرتی کرنے کے فوراً بعد میدان جنگ کی طرف روانہ کریں گے یا پہلے میدان جنگ سے بہت دور ایک چھاؤنی میں بھیجیں گے جہاں وہ فوجی نظم و ضبط کے علاوہ اسلحہ کے استعمال کے ڈھنگ سیکھیں گے اور جب وہ تربیت کے اس مرحلہ کو مکمل کر لیں گے تب وہ اس قابل ہوں گے کہ انہیں میدان جنگ میں کسی محاذ پر متعین کیا جائے۔ اگر آپ عجلت سے سپاہیوں کو فوراً جنگ میں جھونک دیں گے تو وہ دشمن کے بجائے اپنے دوستوں کو نقصان پہنچائیں گے اور کوئی بعید نہیں کہ وہ خود ہی اپنی گولی کا نشانہ بن جائیں۔

عیسائیوں کے نزدیک رہبانیت مقصد حیات ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے الگ تھلگ زندگی بسر کرنے میں ہی سلامتی اور نجات سمجھتے ہیں۔ صوفیاء کرام کے ہاں اس قسم کا قطعاً کوئی تصور نہیں۔ صوفیاء کرام کی سوانح حیات کا مطالعہ کیا جائے تو روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی

Marfat.com

ہے کہ انہوں نے دنیا کو ترک کرنے کی تلقین نہیں بلکہ دنیا کے بے اعتدالانہ استعمال اور اس کی محبت میں کھو جانے سے منع کیا ہے۔ انہوں نے شادیاں کیں، ان کے اہل و عیال تھے۔ ان کے ذاتی مکانات اور مزروعہ اراضی تھیں ان حقائق کی موجودگی میں ان پر رہبانیت کا الزام کیوں درست ہو سکتا ہے اور یہ قرآن کریم کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی ان الفاظ میں ثنا گستری فرماتا ہے:

رجال لا تلهيهم تجارة و لا بيع عن ذكر الله.

''یعنی یہ وہ مردان پاک باز ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے انہیں نہ تو تجارت غافل کر سکتی ہے اور نہ خرید و فروخت۔''

حضرت محبوب الٰہی کا ارشاد بھی سماعت فرمایئے:

''ترجمہ: ''ترک دنیا کا یہ معنی نہیں کہ کوئی آدمی اپنے آپ کو برہنہ کرے اور لنگوٹ باندھ کر بیٹھ جائے بلکہ ہمارے نزدیک ترک دنیا یہ ہے کہ لباس بھی پہنے، کھانا بھی کھائے اور حلال کی جو چیز دستیاب ہو اسے استعمال بھی کرے لیکن دولت کو جمع کرنے کی طرف راغب نہ ہو اور دل میں اس کو جگہ نہ دے۔'' (فوائد الفواد)

یہ اعتراض بڑے زور و شور سے تصوّف اور صوفیاء پر کیا جاتا ہے اور اس زمانہ میں تو اس اعتراض نے بڑی اہمیت اختیار کر لی ہے اور شخص جو چند سطریں لکھنے کی صلاحیت کا مالک بن جاتا ہے، وہ اہل حق پر یہ اعتراض کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے۔ آیئے پہلے معترضین کی بات سنیں اور اس کے بعد حقیقت کی کسوٹی پر اسے پرکھیں۔

معترضین حضرات کہتے ہیں کہ تصوف ایک افیون ہے اور صوفیاء نے ملت کے قوائے عمل کو مضمحل بلکہ مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ اُن کو اِس بات پر اصرار ہے کہ ملت کو چاہئے کہ تصوف کی بنائی ہوئی ان روپہلی اور سنہری زنجیروں سے اپنے آپ کو رہا کرائیں اور تصوف کی پیدا کردہ

Marfat.com

خواب آلودہ فضا سے نکل کر حقائق کی تلخیوں سے دوچار ہونے کے لئے تیار ہو جائیں۔

بات یہی ہے لیکن معترضین نے اسے نئے نئے جاذب قلب ونظر اسالیب میں بیان کر کے بڑی رنگ آمیزیاں کی ہیں۔

ہم بڑی ذمہ داری اور وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ یہ الزام سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ان بزرگوں نے ملت کے عروق مردہ میں ہمیشہ نئی روح پھونکی ہے۔ ان کی فیضِ نگاہ سے حوصلوں میں بلندی، عزائم میں پختگی، ولولوں میں جولانی اور قوتِ عمل میں برق کی سی سرعت اور چمک پیدا ہوتی ہے۔ آپ ذرا تعصب کی پٹی اتار دیجئے اور تبلیغ اسلام کی تحریک کے جواں مرد، علمبرداروں کے نقوش پا کو دیکھتے ہوئے ان میدانوں تک پہنچنے کی کوشش کیجئے جہاں حق نے باطل پر ابدی فتح حاصل کی۔ برصغیر پاک وہند پر ذرا سرسری نظر ڈالئے، سنجر کا ایک درویش تبلیغ اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے وطن کو چھوڑتا ہے، اپنے اقارب واحباب کو الوداع کہتا ہے۔ اپنی منقولہ اور غیر منقولہ املاک سے دست کش ہوتا ہے اور تنہا بت کدۂ ہند کا رخ کرتا ہے۔ یہاں بھی کئی ایسے گوشے تھے۔ جہاں اسلام نے اپنے قدم جما لئے تھے لیکن اس کے حوصلہ کی بلندی اور اس کے عزم کی پختگی اور اس کے جوش کے جولانی سے راجپوتانہ کے اس علاقہ میں لے جاتی ہے جہاں کفر کی کالی رات چھائی ہوئی ہے۔ ایک آمر مطلق راجہ وہاں کا حکمران ہے۔ اس ظالم راجہ کی اس ریاست کے کسی دور افتادہ گوشہ کو اپنا مسکن نہیں بناتا بلکہ اس کی راج دھانی میں جا کر اپنا مصلی بچھا دیتا ہے۔ ساری آبادی بت پرست ہے اور اپنے ان مشرکانہ عقائد میں حد درجہ غلو رکھتی ہے۔ وہ اپنے ان معبودوں کے خلاف کوئی بات سننا گوارا تک نہیں کر سکتی۔ جگہ جگہ مندر موجود ہیں۔ بڑے بڑے برہمن ان لوگوں کے عقائد ونظریات کی حفاظت کے لئے ہر قسم کے علوم وفنون سے مسلح ہیں۔ مسند حکومت پر پرتھوی راج جیسا جابر، ظالم اور متعصب ہندو راجہ براجمان ہے۔ اس ناسازگار ماحول میں جو شخص حق کی دعوت دیتا ہے اور ہر قسم کے خطرات کے لئے سینہ سپر ہوتا ہے اور پھر اسلام کے پرچم کو یوں لہراتا ہے کہ اسے صدیوں کے انقلابات بھی

Marfat.com

سرنگوں نہیں کر سکتے۔ وہ شخص کون ہے؟ وہ ایک صوفی ہے تصوف کے رنگ میں اس کا ظاہر اور باطن، اس کا ذہن، اس کا دل، اس کی سوچ اور اس کا نطق سب رنگے ہوئے ہیں۔ کیا ایسے شخص کے بارے میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی تعلیمات، قوائے عمل کو مفلوج کر دینے والی ہیں۔ وہ رزمگاہ حیات سے فرار کا راستہ بتاتا ہے۔ اگر آپ میں یہ جرأت ہے تو آپ کہئے اور کہتے رہیے لیکن آپ کے یوں غل مچانے سے حقیقت مسخ نہیں ہو سکتی۔ اسی کی خانقاہ کے فیض یافتہ صوفی ہندوستان کے شرق و غرب میں پھیل جاتے ہیں اور کفر و شرک کا اندھیرا جو صدیوں سے یہاں خیمہ زن تھا اس کو اپنے نعرۂ قلندرانہ سے نیست و نابود کر کے رکھ دیتے ہیں۔ کاش! اس قسم کے نفوس قدسیہ ملت کو ہمیشہ نصیب ہوتے۔

شاید معترضین کے علم میں نہ ہو کہ جب چنگیزی طوفان نے دنیائے اسلام کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا، ہزاروں آباد شہر ویران کر دیئے گئے، لاکھوں بے گناہوں کو تہ تیغ کیا گیا تھا، عروس البلاد بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی تھی، عقل و دانش کے پرستار اسلام کے مستقبل سے مایوس ہو گئے تھے۔ معلوم ہے آپ کو کہ کس نے ان سرکش طوفانوں کا رخ موڑا تھا، کس نے اسلام کے دشمنوں کو اسلام کی شمع کا پروانہ بنا دیا تھا۔ وہ یہی صوفیاء کے گروہ کا ایک فرد تھا جس کی ایک نظر نے ساری فضا کو بدل کر رکھ دیا تھا۔

ایک خراسانی بزرگ جو سلسلہ عالیہ قادریہ سے نسبت رکھتے تھے اشارہ غیبی کے تحت ہلاکو خان کے بیٹے تگودار خان کو دعوت اسلام دینے کے لئے تشریف لائے۔ وہ شکار سے واپس آ رہا تھا۔ اپنے محل کے دروازے پر ایک درویش کو دیکھ کر اس نے ازراہِ تمسخر پوچھا: ''اے درویش! تمہاری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کتے کی دم!'' اس بیہودہ سوال پر آپ قطعاً برہم نہ ہوئے۔ بڑے تحمل سے فرمایا: 'اگر میں اپنی جاں نثاری اور وفاداری سے اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کر لوں تو میری داڑھی کے بال اچھے ہیں ورنہ آپ کے کتے کی دم اچھی ہے جو آپ کی ماتبرداری کرتا ہے اور آپ کے لئے شکار کی خدمت انجام دیتا ہے۔''

Marfat.com

تگودار خان اس غیر متوقع جواب سے بہت متاثر ہوا اور آپ کو مہمان کی حیثیت سے اپنے پاس ٹھہرایا اور آپ کی کوشش سے اس نے در پردہ اسلام قبول کر لیا لیکن اپنی قوم کی مخالفت کے خوف سے اس کا اظہار نہ کیا۔ پر انہیں یہ کہہ کر رخصت کیا کہ سر دست آپ تشریف لے جائیں میں اپنی قوم کو ذہنی طور پر اسلام قبول کرنے پر آمادہ کروں گا۔ چنانچہ آپ وطن واپس آ گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ وفات سے پہلے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ وہ تگودار خان کے پاس جائے اور اسے اپنا وعدہ یاد دلائے۔ کچھ عرصہ بعد وہ تگودار کے پاس پہنچے اس کو اپنا تعارف کرایا اور اپنے آنے کی وجہ بتائے۔ اس نے کہا کہ دوسرے تمام سردار اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہیں لیکن فلاں سردار ابھی اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اگر وہ راہ راست پر آ جائے تو یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے۔ آپ نے اسے بلا بھیجا اور تبلیغ کی۔ اس نے کہا: میری ساری عمر میدان جنگ میں گزری ہے، میں علمی دلائل کو نہیں سمجھ سکتا۔ میرا ایک ہی مطالبہ ہے کہ یہ درویش میرے پہلوان سے مقابلہ کرے اگر اسے پچھاڑ دے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ تگودار خان نے آپ کا نحیف و لاغر جسم دیکھ کر اس مطالبہ کو مسترد کرنا چاہا لیکن آپ نے اس کا چیلنج قبول کر لیا۔ مقابلہ کے لئے تاریخ اور جگہ کا تعین ہو گیا۔

مقررہ دن بے شمار مخلوقات یہ عجیب و غریب دنگل دیکھنے کے لئے جمع ہو گئی۔ ایک طرف نحیف و کمزور پیر فرتوت اور دوسری طرف ایک چیل تن گرانڈیل نوجوان، تگودار خان نے بڑی کوشش کی کہ یہ مقابلہ نہ ہو لیکن وہ درویش مقابلہ کرنے کے لئے مصر تھا۔ جب دونوں پہلوان اکھاڑے میں نکلے تو آپ نے اس زور سے اپنے حریف کو ایک طمانچہ مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا وہ غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ وہ سردار حسب وعدہ میدان میں نکل آیا۔ آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ تگودار خان نے بھی اپنے ایمان کا اظہار کر کے اپنا نام احمد رکھا۔

ہلاکو خان کا ایک چچازاد بھائی تھا۔ جس کا نام برکہ تھا۔ اسے بھی حضرت شیخ شمس الدین

Marfat.com

باخوری نے مشرف با اسلام کیا۔ اس طرح ان پاک نہاد صوفیاء کی جرأت ایمانی اور دل آویز اسلوب تبلیغ کے طفیل پاسبان مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے۔

فتح قسطنطنیہ، اسلامی فتوحات کی تاریخ کا ایک لافانی واقعہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ بائیس سالہ سلطان محمد کو کس نے اس کٹھن مہم کو سَر کرنے کے لئے برانگیختہ کیا، وہ ایک صوفی تھے (حضرت عاق شمس الدین) جو سلطان محمد کے مرشدِ طریقت تھے۔ انہیں کی ترغیب اور بشارت سے سلطان نے یہ بے نظیر کارنامہ انجام دیا۔

جن صوفیاء کی مساعی جلیلہ کے صدقے دنیا میں اسلام پھیلا، قلعے اور شہر فتح ہوئے، قوموں اور ملکوں کے مقدر سنور گئے۔ ان کے بارے میں اسی ملت کے افراد اگر یہ کہیں کہ تصوف ایک افیون ہے، یہ غور و فکر کی قوتوں کو شل کر دیتی ہے، قوائے عمل کو اپاہج بنا دیتی ہے تو اس زیادتی پر کس سے شکوہ کیا جائے۔ آیئے بیگانوں سے پوچھتے ہیں کہ وہ صوفیاء کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"یورپ کے مستشرق جب اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی زوال بھی ان کے دینی نظام کو تباہ نہ کر سکا بلکہ بقول پروفیسر ہٹی (Hitti) اکثر ایسا ہوا کہ سیاسی اسلام کے تاریک ترین لمحات میں مذہب اسلام نے بعض نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ ہالینڈ کے ایک فاضل لوکے کاروتے دبے انداز میں اس بات پر استعجاب کا اظہار کیا ہے کہ گو اسلام کا سیاسی زوال تو بارہا ہوا لیکن روحانی اسلام میں ترقی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔"

پروفیسر مذکور نے ایک مشہور مستشرق ایچ اے آر گب (Gibb) کی ایک تقریر کا بھی حوالہ دیا ہے جو انہوں نے آکسفورڈ یونیورسٹی کی مجلس کے سامنے کی تھی۔

Marfat.com

گب نے کہا:

''تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیاء کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اپنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔''

اسلام کے مخالف اور بدخواہ تو اس طوفانی قوت کا اندازہ کر کے لرزہ براندام ہیں جو تصوف کے چشمۂ شیریں سے ملت کو حاصل ہوتی ہے۔ اِدھر ہم ہیں کہ اس احساسِ کمتری میں مبتلا ہیں اور شکوک وشبہات کے خس وخاشاک سے اس چشمہ صافی کو گدلا کرنے کے درپے ہیں۔

تحریک پاکستان میں صوفیاء کرام نے جو شاندار کردار انجام دیا ہے یہ تو کل کی بات ہے۔ اس کا کون انکار کر سکتا ہے۔ عصرِ حاضر مادیت گزیدہ ہے۔ ہر شخص مادی ثروت، مادی لذتوں اور مسرتوں اور مادی جاہ ومنصب کے حصول کے لئے دیوانہ وار مصروف عمل ہے۔ اس دور میں اسے اس کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کہ پاکیزہ اخلاقی قدریں کس طرح پامال ہو رہی ہیں۔ روحانیت کا رُخ زیبا کیونکر مسخ ہو رہا ہے اور دل کی دنیا طمع وحرص اور حسد وبغض کی آلائشوں سے کس قدر متعفن ہو رہی ہے۔ اگر یہ دیوانگی ہمیں کسی اچھے انجام سے دوچار کر دیتی تو ہم قطعاً اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کرتے۔ لیکن ہم کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہم بڑی سرعت سے زوال وانحطاط کے قریب ہوتے جا رہے ہیں اور یہ ایسا گڑھا ہے جس میں جو قوم گری ہے پھر اسے ابھرنا نصیب نہیں ہوا۔ ملت کے بہی خواہوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی جملہ علمی، روحانی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنی ملت کو اس گڑھے میں گرنے سے بچائیں۔ اس کا مؤثر ترین طریقہ یہ ہے کہ ان پاکیزہ فطرت ہستیوں کی زندگی کا مرقع زیبا پیش کریں جہاں للّٰہیت، خلوص، قناعت، استغناء، اعلیٰ حوصلگی، جرأت سخاوت اور ہر انسان سے بے پناہ ہمدردی کے انوار قلب ونظر کو روشنی بخش رہے ہوں اور یہ ساری خوبیاں اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ صوفیاء

Marfat.com

کرام کے سوانح حیات میں ہی دستیاب ہو سکتی ہیں۔

آج تصوف پر ہر طرف سے یورش ہو رہی ہے۔ الزام تراشی میں ایسی جدت طرازیاں اور ندرت آفرینیاں برتی جا رہی ہیں کہ انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ بیگانے تو عرصہ دراز سے تیر اَفگنی میں مشغول تھے۔ انہیں ایسا کرنے کا حق بھی تھا۔ تصوف نے ان کے ظلمت کدوں کے اندھیروں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ وہ اندھیروں کی مخلوق تھے۔ اس چکا چوند نے ان کی دنیا تاریک کر دی۔ ان کی بزم عیش ونشاط الٹ دی گئی۔ ان کے ہوا وہوس کے صنم کدے ویران ہو گئے۔ ان کی عمرانی، معاشی اور معاشرتی قدریں جو انہیں بے حد عزیز تھیں اپنی قدر و قیمت کھو بیٹھیں۔ تصوف اور اس کے حاملین کے ہاتھوں جنہیں اتنے چرکے لگے ہوں، ان کی برہمی اور ناراضگی بے جا نہیں۔ اپنی آتشِ انتقام کو بجھانے کے لئے اگر انہوں نے کذب و افتراء کا سہارا لیا تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں اور نہ ہمیں ان کا شکوہ کرنا زیب دیتا ہے لیکن حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اب اپنے بھی تیشہ اور کدال لئے اس حصار محکم کو منہدم کرنے کے درپے ہیں جن کو کئی صدیاں اس قلعہ نے حوادثِ دہر کی بے رحم یلغاروں سے بچایا۔ وہ لوگ بھی اس چشمۂ شیریں کو بند کرنے میں کوشاں ہیں، جس کے آب زلال نے ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے گلستانوں کو شاداب کیا اور پر بہار رکھا۔ جس قوم کی تاریخ تصوف کے تخلیقی اور تعمیری کارناموں سے درخشاں ہے، وہی قوم اب اس سے نالاں ہے۔ یہ صورت حال قابل برداشت نہیں وہ لوگ جو تصوف کی افادیت کے قائل ہیں، جو اس کے دوررس اثرات کا علم رکھتے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ آگے آئیں، ذہنی انتشار کی پیدا کردہ ہولناک تاریکیوں میں اپنی تحقیق کے چراغ روشن کریں تاکہ سالکِ راہِ حقیقت بہک نہ جائے اور دامانِ خضر اس کے ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے۔

سب سے پہلے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ تصوف ہے کیا؟ اس مقصد کے لئے میں فقط ان اولیاء و عارفین کے ارشادات پر اکتفا کروں گا جو کشورِ تصوف کے تاجدار ہیں، جو بحرِ حقیقت کے ماہر غواص ہیں۔ جن کا قول، قول فیصل ہے، جن کی بات قطعی اور آخری ہے۔ جب تصوف کی

Marfat.com

صحیح تعریف آپ کے ذہن نشین ہو جائے گی، تو پھر منزل کی طرف آگے بڑھنا آسان ہو جائے گا۔

حضرت معروف کرخی (م200ھ۔816ء) تصوف کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حقائق کو گرفت میں لانا، دقائق پر گفتگو کرنا اور خلائق کے پاس جو کچھ ہے، اس سے ناامید ہونا تصوف ہے۔'' (تذکرۃ الاولیاء ص174)

حضرت ذوالنون مصری (245ھ۔859ء) سے پوچھا گیا کہ صوفی کون لوگ ہیں؟ فرمایا:

''وہ لوگ صوفی ہیں جنہوں نے تمام کائنات میں سے صرف اللہ تعالیٰ کو پسند کیا۔''

حضرت سہیل بن عبداللہ تستری (283ھ۔896ء) کا ارشاد ہے:

''صوفی وہ ہے جس کا دل کدورت سے خالی اور تفکر سے پر ہو اور قرب خدا عزوجل میں بشر سے منقطع ہو، اس کی آنکھوں میں خاک اور سونا برابر ہو۔''

حضرت جنید بغدادی (297ھ۔910ء) کا ارشاد گرامی ہے:

''صوفی وہ ہے جس کا دل دنیا سے متنفر اور فرمان الٰہی کو ماننے والا ہو۔ اس میں تسلیم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح، اندوہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح، فقر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح، صبر حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح، شوق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اور اخلاق سید الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کی طرح ہو۔'' (تذکرۃ الاولیاء)

ان تصریحات کے الفاظ میں تفاوت ضرور ہے لیکن مدعا اور مقصد سب کا ایک ہے۔

حضرت شیخ کامل شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب 'عوارف المعارف' میں ''صوفی کون ہے؟'' کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شیخ عبدالواحد سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک صوفی کون ہے؟ آپ

Marfat.com

نے جواب دیا کہ میرے نزدیک صوفی وہ لوگ ہیں جو اپنی عقل کے بقدر پیہم سنت رسول اللہ ﷺ پر قائم ہیں اور اپنے دلوں کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہیں اور اپنے نفوس کی شرارتوں سے بچنے کے لئے اپنے پیشوا اور سردار کا دامن پکڑے ہوئے ہیں۔"

جب صوفیائے کاملین کے نزدیک تصوف اور صوفی کی یہ تعریف ہے تو اب میں ان مدعیان علم و دانش سے پوچھتا ہوں جو تصوف کو غیر اسلامی نظریات کا مجموعہ عجمی افکار و تصورات کا مظہر کہتے ہوئے نہیں جھجکتے کہ کیا پوری یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع، اس کے ہر حکم کی تعمیل، اس کی رضا کے حصول کے لئے سارے عالم سے روٹھنا اور اس کے حبیب مکرم، نور مجسم سے والہانہ عقیدت و محبت اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ نہیں اور وہ شخص جو ان احوال سے بہرہ ور ہو، جو ہر ناشائستہ حرکت سے گریاں اور تمام محامد و محاسن کا پیکر رعنا ہو، کیا وہ اسلامی تعلیمات کا حسین و جمیل نمونہ نہیں؟ کیا ایسے پاک نہاد کی نکھری ہوئی شخصیت اسلام کی حقانیت کی روشن دلیل نہیں؟ اگر آپ ان تعلیمات کو غیر اسلامی گردانتے ہیں اور ایسے نفوس قدسیہ کو عجمی تصورات و افکار کا نمائندہ کہنے پر بضد ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ اسلام کو اس کی عظمتوں اور رفعتوں سے محروم کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ آپ اپنی ملت کو ان نابغۂ روزگار اور فخر دہور و اعصار ہستیوں سے محروم کر دینا چاہتے ہیں جو اسلام کی آبرو اور انسانیت کے لئے وجہ شرف ہیں۔ پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک خطاب میں فرماتے ہیں:

"معترضین میں سے کوئی اسلامی تصوف کو مسیحی رہبانیت کا عکس قرار دیتا ہے، کوئی افلاطونیت کے فلسفہ کو اس کا ماخذ قرار دیتا ہے، کوئی اس کا رشتہ بدھ مت اور ہندومت سے جوڑتا ہے، کوئی مانویت اور ایرانی فلسفہ کو اس کا سرچشمہ ثابت کرنے کے درپے ہے۔ تصوف سے ذرا بیر رکھنے والے لوگ بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہیں۔ ان میں خود بھی وحدت فکر مفقود ہے۔ البتہ ایک بات سب میں متحد ہے کہ تصوف کی پاکیزہ تعلیمات کا تعلق اسلام سے نہیں۔ میرا جی تو چاہتا ہے کہ میں ان تمام غیر اسلامی مصادر و مراجع کا تجزیہ کروں جن کو مستشرقین اور ہمارے ہاں

Marfat.com

محققین کہلانے والے تصوف کا ماخذ ثابت کرتے ہیں اور بتاؤں کہ تصوف ان تمام سے الگ، ان تمام تصورات سے جدا ایک مستقل نظریہ ہے۔ جس کا سرچشمہ صرف قرآن حکیم اور سنت رسول کریم ﷺ ہے لیکن وقت کی کمی اس کی اجازت نہیں دیتی۔ امید ہے حاضرین کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ صوفیائے کاملین کے نزدیک تصوف اور صوفی کا کیا مفہوم ہے اور ان کی تصریحات کے سامنے نوڈیکی، دان کریمر اور نکلسن کے اقوال کی کوئی اہمیت نہیں۔

مسلمانوں میں بھی بعض مدعیان علم وتحقیق ایسے ہیں جو تصوف کو عجمی تصورات کا مجموعہ سمجھتے ہیں اور تصوف پر تنقید کرتے ہوئے بڑے شدومد سے یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی موجودہ سیاسی پستی اور معاشی بدحالی کی وجہ صوفیانہ نظریات ہیں۔ تصوف اپنے ماننے والوں کو رہبانیت کی زندگی گزارنے کی دعوت دیتا ہے۔ کشمکش حیات سے الگ تھلگ رکھتا ہے۔ تصوف کے زیر اثر عملی قوتیں مفلوج ہوجاتی ہیں اور انسان کارگاہِ حیات میں اپنا فرض ادا کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اپنے اس قول کی تائید کے لئے وہ صوفیاء کرام کی چلہ کشی، ریاضات وعبادات اور خانقاہوں میں عزلت گزینی کو پیش کرتے ہیں لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو حقیقت اس کے برعکس ہے۔ بے شک شیخ کامل مرید سے چلہ کشی کراتا ہے۔ جہاں وہ علائق دنیا سے الگ رہتا ہے، ذکروفکر میں چند روز گزارتا ہے لیکن جب مبتدی ریاضات وعبادات اور چلہ کشیوں سے اپنے کردار اور سیرت کو اسلام کے حسین سانچے میں ڈھال لیتا ہے اور احکام الٰہیہ کی تعمیل اس کے لئے فطرت ثانیہ بن جاتی ہے اور اس کے اخلاق میں پختگی آجاتی ہے۔ اس وقت وہ شمشیرِ برہنہ بن کر میدان عمل میں قدم رکھتا ہے اور کارنامے انجام دیتا ہے۔ جن کی نظیر ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ اس کی مثال بعینہٖ ایسی ہے جیسے فوج میں رنگروٹ کو بھرتی کیا جاتا ہے۔ اسے کچھ عرصہ کے لئے چھاؤنی میں رکھ کر اس کی عسکری تربیت کی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے بچاؤ کے ساتھ دشمن پر مؤثر دھاوا بول سکے۔ اسے اسلحہ کو استعمال کرنے کی پوری پوری مشق کرائی جاتی ہے۔

اگر کوئی ملک، دشمن سے برسرپیکار ہو اور جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں اس وقت بھی

Marfat.com

جن لوگوں کو فوج کے لئے بھرتی کیا جاتا ہے، انہیں فوراً محاذ جنگ پر نہیں بھیج دیا جاتا بلکہ انہیں تربیت کے لئے لامحالہ چھاؤنی میں رکھا جاتا ہے۔ جب وہ ہتھیار چلانے کی مشق کر لیتے ہیں، لڑائی کرنے کے طریقے سیکھ لیتے ہیں۔ تب انہیں دشمن کا سر کچلنے کے لئے روانہ کیا جاتا ہے۔ اگر انہیں ٹریننگ کے بغیر میدانِ جنگ میں بھیج دیا جائے تو وہ دشمن کا نقصان کرنے کے بجائے اپنے لشکر کے لئے وبال جان بن جائیں گے۔ پہلے اکثر علماء تکمیل علوم کے بعد تلاش مرشد میں شہر بہ شہر سرگرداں رہا کرتے اور جب کوئی مرد کامل نظر آتا تو اس کے دست حق پرست پر بیعت کرتے اور اس کی خانقاہ میں رہ کر روحانی تربیت حاصل کرتے اور جب ان میں دینی پختگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں تو پھر مرشد کامل انہیں لوگوں کی رشد و ہدایت کے لئے کسی علاقے میں متعین فرماتا ہے۔ اس طرح اس کا روحانی فیض ہزاروں، لاکھوں کی بگڑی بنا دیتا۔ اس لئے چلہ کشی اور ریاضت، رہبانیت نہیں۔ جس طرح ہمارے بعض احباب کو غلط فہمی ہوئی ہے بلکہ رزمگاہ حق و باطل میں اپنا صحیح کردار انجام دینے کے لئے یہ تربیت کے لمحے ہیں جو اس کی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے ازبس مفید ہیں۔

آپ اولیائے کاملین کی سیرت کا مطالعہ کیجئے، ان کی کتاب زیست کا ہر ورق جہاد اور مجاہدے کے روح پرور کارناموں سے تابندہ ہے۔ ہم ہندوستان کی تاریخ پر ہی نظر ڈالتے ہیں۔ بے شک حضرت خواجہ غریب نے تحصیل علم کے بعد کافی سال اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خانقاہ میں گزارے۔ یہ مدت بے شک خلوت اور عزلت کی تھی۔ اس عرصہ میں ان کی تمام تر توجہ اصلاح باطن اور تزکیہ قلب پر مرکوز رہی لیکن جب سلوک کی یہ منزلیں طے کر کے مسند ارشاد پر فائز ہوئے تو آپ کے عزم محکم ہمت بلند نے کفر و باطل کے جو قلعے سر کئے، شرک کے جن صنم کدوں کو پیوند خاک کیا، دنیا کا کوئی بڑا فاتح اور جرنیل بھی اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ اس دور میں جب ہر طرف آمریت اور ملوکیت کا دور دورہ تھا۔ یکہ و تنہا، لق و دق صحراؤں کو عبور کرتے ہوئے راجپوتانہ کی مرکزی ریاست اجمیر میں آ کر ڈیرہ لگانا کسی راہب کا کام نہ تھا بلکہ اس مردِ خدا

Marfat.com

کا کام تھا جو خطرات کی آندھیوں میں اپنا چراغ روشن رکھنے کی صلاحیت رکھتا تھا، جو مہلک گردابوں اور تند طوفانوں سے اپنا سینہ سلامتی سے نکال کر لے جا سکتا تھا۔ جو مشکلات کا ہر چیلنج قبول کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار تھا، جس کے نزدیک راہِ حق میں جان دینا حیات جاوید تھی، جس کے دل کی دنیا میں کسی رائے پتورا کے لئے کوئی جگہ نہ تھی، وہ صرف اپنے خدا سے ڈرتا تھا صرف اس کے حکم کے سامنے اس کی گردن جھک سکتی تھی۔ جس جرأت بہادری اور ہمت سے حضرت خواجہ غریب نواز نے تبلیغ اسلام کا کام کیا اور لاکھوں برگشتۂ قسمت لوگوں کی تقدیر کو سنوار دیا۔ کیا یہ رہبانیت ہے؟ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ سپہر فقر و ولایت کے اس نیّر اعظم کی تابانیوں کو دیکھنے کے بعد بھی لوگ یہ کہنے کی جرأت کیونکر کرتے ہیں کہ تصوف افیون ہے۔ یہ قوائے عمل کو ناکارہ کر دیتی ہے، زندگی کے متلاطم سمندر میں کودنے کی جرأت سلب کر لیتی ہے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ وہ عزم جو شکست قبول ہی نہیں کر سکتا وہ دل میں پیدا ہی اس وقت ہوتا ہے جب کسی مرد کامل کی نگاہِ کرم پڑتی ہے۔

ہندوستان میں نو صدیوں پر پھیلی ہوئی اپنی تاریخ کا آپ مطالعہ کریں۔ آپ کو پتہ چلے گا کہ جن سلاطین کی شجاعت اور بیدار مغزی کے ہم گن گاتے ہیں، جن سپہ سالاروں کے کشور کشائیوں کا ذکر کر کے ہمارا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے، جن علماء اور فضلاء کے علمی کارناموں سے ایک دنیا فیض یاب ہوئی، وہ قادر الکلام اور مغز گو شعراء جنہوں نے اپنے کلام معجز نظام سے نیکی اور بھلائی کو فروغ دیا اور برائی اور بدی کی بیخ کنی کی، ان میں سے اکثر کسی نہ کسی مرد کامل کے بستہ فتراک تھے۔ محمود غزنوی سے لے کر شہاب الدین غوری، قطب الدین ایبک، شمس الدین التمش، اورنگ زیب عالمگیر رحمہم اللہ علیہم تک سب اولیائے کرام کے فیض یافتہ تھے۔ صرف ہندوستان تک ہی محدود نہیں، جہاں جہاں بھی اسلام کے جرنیلوں نے اپنی فتوحات کے پرچم گاڑے ہیں۔ ان کی پشت پناہی کرنے والی کوئی روحانی طاقت تھی۔ قسطنطنیہ کی فتح دنیائے حرب کا محیر العقول کارنامہ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ جس ترکی سلطان کو اس شہر کی فتح کی سعادت نصیب ہوئی، اس کا نام نامی سلطان محمد ہے جو فاتح کے لقب سے چار دانگ عالم میں مشہور ہے۔ کیا آپ جانتے

Marfat.com

ہیں کہ اس خطرناک مہم کا محرک کون تھا؟ اور کس نے سلطان محمد فاتح کو یہ سعادت حاصل کرنے کا شوق دلایا؟ وہ اس کے شیخ طریقت تھے۔ سلطان کی عمر اس وقت صرف بائیس سال تھی۔ ان کے مرشد کمال نے کہا کہ تم قسطنطنیہ پر حملہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کامیابی عطا فرمائے گا۔ اپنے شیخ طریقت کی ترغیب اور تشویش پر سلطان محمد فاتح نے جنگوں کی تاریخ کا یہ محیر العقول کارنامہ انجام دے کر دانشوران عالم اور ماہرین فن حرب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اگر صوفیاء راہبانہ زندگی گزارنے کے خوگر ہوتے اور تصوف افیون ہوتا، تو آپ کی تاریخ ان زریں کارناموں سے جگمگا نہ رہی ہوتی۔

اکبر کے زمانہ میں جب ساری الحادی قوتیں اسلام کو مٹانے کے لئے میدان میں نکل آئی تھیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس طوفان بلاخیز کا رخ کس نے موڑا تھا۔ وہ ایک مرد درویش تھا جو خواجہ باقی باللہ کی خانقاہ کا تربیت یافتہ تھا، جو فقر و درویشی کی آغوش میں پل کر جوان ہوا تھا۔ جسے دنیا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

یہ تاریخی شواہد ان لوگوں کے باطل نظریہ کی تردید کے لئے کافی ہیں۔ جو تصوف پر طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں۔ خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ تصوف وہ نظام ہے جو انسان کی صرف جسمانی تربیت کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی روحانی بالیدگی پر اپنی ساری مساعی کو وقف کر دیتا ہے۔ اس کے مکتب کے طالب علم جب نماز ادا کرتے ہیں تو صرف ان کی زبان ہی تسبیح و تہلیل نہیں کرتی، ان کے ظاہری اعضاء ہی قیام اور رکوع و سجود میں مصروف نظر نہیں آتے بلکہ ان کا دل، ان کی روح، ان کے جسم کا رُواں رُواں ذکر الٰہی سے سرشار ہوتا ہے۔ ان میں تواضع، انکسار، بردباری، تحمل، ایثار، عفو و درگزر، محبت و مودت کے وہ مکارم اخلاق رونما ہوتے ہیں کہ دنیا ان کے نورانی چہرہ کی زیارت کر کے ان کا دین قبول کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب کسی نے حضور نبی کریم ﷺ کے خلق عظیم کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ازحد مختصر اور جامع جواب دیا۔

كان خلقه القرآن "یعنی حضور کا خلق قرآن کریم تھا۔"

Marfat.com

اخلاق محمدی کا یہی پرتو صوفی کے دل کو منور کرتا ہے اور اس کے ظاہر و باطن کو صبغة اللہ ومن احسن من اللہ صبغة کے رنگ میں سے رنگین بنا دیتا ہے...... کسی انسان کو صحیح انسان بنانا سب کاموں سے زیادہ اہم اور زیادہ مشکل کام ہے اور جو ہستیاں ایک نہیں، لاکھوں کو درندگی اور وحشت کی آلودگیوں سے پاک کر کے راست و رحمت کا پیکر بنا دیتی ہیں، ان سے بڑھ کر انسانیت کا محسن اور کون ہو سکتا ہے۔ تصوف کی تاریخ اور صوفیاء کرام کی پاکیزہ زندگیوں کو دیکھ کر ایک منصف مزاج محقق اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اسلام میں تصوف کا وہی مقام ہے جو روح کا جسم میں، خوشبو کا پھول کی پتی میں اور روشنی کا مہتاب میں ہے۔ جب سے تصوف کی طرف ہماری رغبت کم ہوئی ہے، عبادات کے گلشن میں جو پھول کھلتے ہیں وہ اس مہک سے عاری ہیں۔ اعمال کے جو درخت ہیں وہ پھل سے محروم ہیں۔ جسم تو بارگاہِ الٰہی میں جھکتا ہے لیکن روح کو خبر تک نہیں ہوتی۔ زبان تسبیح وتہلیل میں مصروف ہوتی ہے لیکن دل کسی اور صحرا میں بھٹک رہا ہوتا ہے، نہ عبادت میں لطف رہا نہ عوامل کی نورانیت کے جلوے نمایاں ہوتے ہیں۔ (بحوالہ: "مقالات" پیر محمد کرم شاہ الازہری)

Marfat.com

طریق تبلیغ

فقر کے سلطانِ ششم سائیں سلطان اصغر علی کی شخصیت ہمہ جہت تو تھی ہی، اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے مختصر سے مطالعے سے یہ سمجھنے میں کامیاب ہوا ہوں کہ آپ اِس قحط الرّجال کے دور میں بھی ایک مردِ خود آگاہ تھے آپ نے اپنے اسلاف کی ہر اُس سُنّت کو اپنایا جو جُہدِ مسلسل اور تحریک سے عبارت ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی عظمت کیلئے اتنا ہی کافی تھا کہ آپ سلطان العارفین کے پوتے تھے اور خود بھی عارف تھے آپ کو دیگر تبلیغی و تحریکی سلسلے کیوں شروع فرمائے۔ تو میں اِس نتیجے پہ پہنچا ہوں کہ آپ نے **پدرم سلطان بُود** اور **پدرم سلطان العارفین بُود** میں فرق واضح کیا کہ خانوادۂ سلطان باھُو کا فرد ہونے کی ذمہ داریاں بہت ہیں اور اُن کو نبھانا کسی مردِ خود آگاہ کا ہی کام تھا۔ سلطان محمد اصغر علی صاحب نے جہاں بین الاقوامی نوعیّت کے ادارے قائم کئے اور اُن کو جدید اور مستقل بنیادوں پہ آگے بڑھایا وہاں آپ نے صوفیائے اوّلین کے طریقۂ کار کے مطابق لوگوں کو بہ نفسِ نفیس تبلیغ کی اور اُن کی روحانی توانائیوں کو اُجاگر کیا۔ کیونکہ صوفیائے کرام کا طریقہ کار کتاب وسنت کے احکام اور انبیاء و صالحین کے اخلاق پر مبنی ہے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک طریق تصوف وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

ترجمہ: ''پس تم دوڑو اللہ کی طرف۔'' (الذاریات:50)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں وہی مجھے ہدایت دے گا۔''
(العنکبوت:26)

مرید وہ ہے جو طریقہ تصوف کو اختیار کرے یا رب کو پانے کے لئے سفر کرے وہ قدم بقدم، مرحلہ بمرحلہ، مقام بمقام اپنے رب تک پہنچ جائے گا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس منزل کی ابتداء مکاشفات اور مشاہدات سے ہوتی ہے اور پھر منازل طے کرتے کرتے اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں کہ حالت بیداری میں فرشتوں اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کرتے ہیں ان کی آوازیں سنتے اور فائدہ اٹھاتے ہیں اور پھر صور اور امثال کے مشاہدہ سے ترقی کرتے کرتے ایسے درجات کو پالیتے ہیں جن کے بیان سے زبان قاصر ہے لیکن یہ منزل جلد اور بآسانی حاصل ہونے والی نہیں کہ ہر کوئی ان مقامات کو پالے بلکہ یہ منزل مشکلات و مصائب سے بھرپور اور دشوار گزار ہے۔ مصائب کے ساتھ ساتھ اس راہ میں سالک کو شدید قسم کے دشمنوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے سالک کو ارادت و عبادت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ رغبت آرزوئے عمل اور جہاد اکبر میں مصروف رہے۔ جس طرح کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

ترجمہ: ''ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کیا۔'' (متفق علیہ)

شیطان، نفس، خواہش نفسانی یہ تمام سالک کے دشمن ہیں یہ تمام کے تمام فتنے اور گمراہی کا سبب ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مقصد تک کیسے پہنچ سکتے ہیں اور وہ کون سی کشتی ہے جو ہم کو ساحل مراد تک پہنچا سکتی ہے کیا یہ ممکن ہے کہ ہم عقلی گھوڑے پر سوار ہو کر عقلی نتائج اور تحقیقات کے ذریعے اس کو پا سکتے ہیں یا علم کے راستے سے اس تک پہنچیں یا کہیں ایسا تو نہیں کہ تصوف کی منزل مشکل اور کٹھن ہے کہ نہ تو عقل اس کے دروازے پر پہنچ سکتی ہے اور نہ ہی علم اس کے دروازے پر دستک دے سکتا ہے تو پھر کیا ایسا ممکن ہے کہ ہم روحانی قوت کے ذریعے اس منزل

Marfat.com

تک پہنچ جائیں اگر ہمیں روحانی قوت کے ذریعہ بحرِ تصوف کی گہرائیوں تک رسائی نہیں ہو سکتی تو کیا یہاں کوئی اور بھی وسیلہ ہے جو اس کے لئے ممد و معاون ہو سکے؟

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''اس منزلِ مراد کو پانے کا طریقہ ایمان اور تقویٰ ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ترجمہ) ''اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین میں سے برکتیں کھول دیتے۔'' (القرآن)

وہ اس آیہ کریمہ کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ ''لفتحنا علیھم برکات'' کا معنی یہ ہے کہ ہم انہیں انوار ملکوت و اسرار جبروت اور علوی و سفلی علوم کے متعلق آگاہ کرتے ہیں۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:

(ترجمہ) ''اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کیلئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان نہ ہو۔'' (القرآن)

امام ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رزق کی دو قسمیں ہیں:

1-روحانی 2-جسمانی

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ''اور اللہ سے ڈرو، اللہ تمہیں سکھاتا ہے۔'' (البقرہ:286)

اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں وہ علوم سکھائے گا جو تم نہیں جانتے پس ایمان اور تقویٰ ہی اس منزلِ مقصود کا راستہ اور زینہ ہے جس کے ذریعے سالک اپنی منزل تک پہنچ سکتا ہے اس کی مؤید قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: ''سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم۔'' (یونس:62)

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے بعد حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ منزل

Marfat.com

نظر وفکر اور عقل کے ذریعے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ تو وہ نور ہے جو قرآن وسنت کی اتباع کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اس لئے اس کا علم یقینی ہے نہ کہ ظنی وتخمینی۔ اس لئے معلوم ہوا کہ یہ منزل نہ تو فکر وعقل سے اور نہ ہی مطالعہ کتب اور ان کے حفظ سے حاصل کی جا سکتی ہے بلکہ عبادت، سلوک، ترک معاصی اور اتباع قرآن وسنت سے اس کے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جو تمام معاملات میں اسے راہنمائی دیتا ہے یہ تقویٰ اور ایمان کا نور ہے اور جب تک بندہ قرآن وسنت کے اوامر کی پیروی کرتا ہے اور اس کے نواہی سے اجتناب کرتا ہے تو اس کا دل نور سے بھرا رہتا ہے اور وہ سراپا نور بن جاتا ہے اور یہ نور ہی اکثر معارف ربانیہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے جس طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

''جب بندے کا دل نور سے بھر جاتا ہے تو بندے اور خدا کے درمیان تمام حجابات ہٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو علم لدنی عطا فرماتا ہے۔''

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس منزل تک پہنچنے کے دو ذرائع بتائے ہیں:

1- جذب الٰہی (اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایات)

2- بیعت شیخ

کسی شیخ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دینا تا کہ وہ اسے سلوک کی منازل طے کرائے۔ جو شخص ان دونوں راستوں میں سے کسی ایک کو اختیار نہیں کرتا تو اس کے لئے اس منزل کو پانا محال ہے۔

پہلا طریقہ: جذب الٰہی کا طریقہ ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جذبات الٰہی میں سے ایک جذبہ، جن وانس کے عمل کے برابر ہے۔

دوسرا طریقہ: شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے تا کہ مرید اپنے شیخ کے سلسلہ سے منسلک ہو جائے اور اس کا تعلق اس طرح ہو جائے جس طرح لوہے کی زنجیر کا ایک حلقہ ہوتا ہے جب ایک حلقے کو حرکت دی جائے تو ساری زنجیر متحرک ہو جاتی ہے ہر ولی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان وہ تعلق ہے جو زنجیر کا اپنے حلقوں سے۔ بخلاف اس شخص کے جو بلا مرشد ہو وہ

Marfat.com

ٹوٹی ہوئی زنجیر کی طرح ہوتا ہے اگر کوئی مشکل آن پڑے تو وہ زنجیر اسے عدمِ ارتباط کی وجہ سے اسے کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ اِسی تعلق کے بارے میں ڈاکٹر عبدالحلیم محمود فرماتے ہیں کہ یہ روحانی تاثیر تصوف کی بنیادی شرط ہے اور یہ شیخ کے واسطہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے تصوف اسلامی میں بہت طرق اور سلاسل موجود ہیں۔ دراصل ہر سلسلہ اس روحانی تاثیر پر قائم ہوتا ہے جو مرید کو اپنے شیخ سے حاصل ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ یہی مرید آئندہ شیخ کامل بن کر دوسروں کو روحانی فیض پہنچائے۔

امام شعرانی کی رائے شیخ سہروردی سے ملتی ہے کیونکہ شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفیائے کرام میں بعض ایسے ہیں جو محنت اور کوشش سے منازل سلوک طے کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جن کو رب کی خاص عنایات سے بغیر محنت کے یہ مقام ملتا ہے اور یہ حال محبوبین کا ہوتا ہے کہ للّٰہیت عالیہ بغیر محنت کے اپنی عنایات اور نوازشات سے نوازتی ہے اور دوسرا طریقہ مریدین کا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو للّٰہیت عالیہ کی بارگاہ میں رجوع اور محنت سے مقام حاصل ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔'' (سورہ العنکبوت:69)

یعنی اللہ تعالیٰ انہیں مختلف قسم کی ریاضتوں اور عبادتوں سے گزار کر بلند مقام سے نوازتا ہے اور یہ حال اس سالک کا ہے جو محب اور مرید ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دونوں طریقوں کو جامع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(ترجمہ) ''اللہ اپنے قرب کے لئے چن لیتا ہے جسے چاہے اور اپنی طرف راہ دیتا ہے اسے جو اس کی بارگاہ کی طرف رجوع کرے۔'' (القرآن)

جن نفوس قدسیہ کا انتخاب اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں انہیں پھر ایسی خوبیوں سے مزین فرما دیتے ہیں جو انسانی عقل و شعور کی گرفت میں نہیں آسکتیں۔ شاید یہی وہ مقام ہے جس کی طرف

Marfat.com

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بلیغ اشارہ فرمایا ہے۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

تمام معاملات کی عقلی توجیہات تلاش کرنا خود کو سوائے گمراہی میں دھکیلنے کے اور کیا معنی رکھتا ہے۔ انسان جتنا بھی علم میں کمال حاصل کرلے لیکن اسرار و رموز فطرت جاننے کے لئے اسے ''مرشد'' کی راہنمائی ''نگاہ'' اور ''توجہ'' درکار ہوتی ہے۔

فخر موجودات سرور انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح کے ہوں گے۔'' (الحدیث)

اِس حدیث کی روشنی میں اگر اُمت مسلمہ کے ولیوں، صوفیوں اور بزرگوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو ان میں واقعی اسرائیلی نبیوں کی سی شان نظر آتی ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ انبیاء سے ان کی صداقت کے لئے جو خوارق عادت واقعات ظہور میں آتے ہیں، انہیں معجزہ کہا جاتا ہے جبکہ ولی کے ذریعے پیش آنے والا کوئی بھی عجیب وغریب واقعہ کرامت کہلاتا ہے۔

خوارق عادات کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی بات جو کائنات کے معمول اور قدرت کے مقرر کردہ فطری قاعدہ واصول کے برعکس پیش آئے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے ''سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں ابن سینا کے اشارات اور نجات، امام رازی کے مباحث شرقیہ اور ابن مسکویہ کے فوز الاصغر کے حوالے سے ''خارق عادت'' پر جو کچھ لکھا ہے وہ درج ذیل ہے:

''دنیا کے مادی حوادث جس طرح مادی اسباب وعلل کے نتائج ہیں، اسی طرح وہ نفسیاتی اسباب کے نتائج بھی ہوتے ہیں۔ نفس کے اندر مختلف قسم کے جذبات اور حرکات پیدا ہوتے ہیں اور ان سے ہمارا مادی جسم متاثر ہوتا ہے۔ درخت یا دیوار پر چڑھنے والے کو اکثر یہ پیش آتا ہے کہ جہاں اس کے

Marfat.com

دل میں خوف پیدا ہوا، اس کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں اور وہ کانپ جاتا ہے اور گر پڑتا ہے۔ وہی خوف سے انسان بے ہوش ہو جاتا ہے، بیمار پڑ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مر بھی جاتا ہے۔ شرمندگی اور خجالت سے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے، غیظ وغضب میں چہرہ تمتما اٹھتا ہے۔ یہ کمزور نفوس کا حال ہے۔ اس سے زیادہ قوی نفس اپنے تاثرات سے دوسروں کو متاثر کر لیتے ہیں اور اپنی قہر ومحبت کی نگاہ سے دوسروں کو اپنا معمول بنا لیتے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اصحاب نفوس قدسیہ اور ارباب قوت کمالیہ اس مادی دنیا میں بہت کچھ تصرف کر سکتے ہیں۔" (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد سوم ص 17)

یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر آج تک کسی نے بھی تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی بلکہ اکثر معجزہ کی حقیقت بیان کرنے سے قاصر رہے یعنی وہ اہلِ علم کو مطمئن نہیں کر سکے کہ معجزہ کس طرح ظہور میں آتا ہے یا کرامت کیسے ظاہر ہوتی ہے اور اس کا دنیا کے اسباب وعلل اور ان کے فطری تسلسل سے کوئی واسطہ وتعلق کیوں نہیں ہوتا؟

میں یہاں کسی بحث میں الجھنا نہیں چاہتا۔ قدرت کے فطری اصول وقواعد کے باوجود جن پر کائنات کے قیام اور ارتقاء کا دارومدار ہے دنیا میں کچھ واقعات ایسے بھی آتے رہتے ہیں جو عقل انسانی کو حیران وششدر کر دیتے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ وہ واقعات قوانین قدرت سے ہٹ کر پیش آئے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں بہ تکرار فرماتا ہے۔

"ولن تجد لسنت الله تبديلا."

ترجمہ: "اور تو اللہ کے اصول اور قانون کو تبدیل ہوتے ہوئے نہیں پائے گا۔"

کائنات کے مادی اصول واسباب وعلل کے فطری سلسلے سے ہٹ کر ایک روحانی سلسلہ بھی ہمیشہ قائم رہا ہے اور اس سلسلے میں محیر العقل واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ جن کی عقل انسانی کوئی توجیہہ پیش نہیں کر سکی، مگر دنیا میں روایت، درایت اور شہادت یا کسی واقعہ کی صحت معلوم

Marfat.com

کرنے کے جتنے بھی طریقے رائج ہیں وہ سب ان محیرالعقل یا خارق عادت واقعات کی تصدیق کرتے رہے ہیں۔ جس سے اس روحانی سلسلے کی حقیقت ظاہر ہوتی رہی ہے یا پھر نبیوں کے معجزات اور ولیوں کی کرامات پر عام لوگ حیرت کا اظہار کرتے رہے ہیں جو بجائے خود ان خارق عادت واقعات کی تصدیق کا ایک ذریعہ ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ انبیاء کے معجزات کی طرح اولیاء کی کرامتیں بھی بڑی حیرت انگیز ہوتی ہیں، جن کا عقل انسانی میں احاطہ ممکن نہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ حقیقت بھی نظرانداز نہیں کر سکتے کہ عقیدت مند کبھی کبھی کسی کرامت کے اظہار میں مبالغہ آرائی سے بھی کام لیتے ہیں۔ جس سے معاملے کی صورت بدل جاتی ہے اور انسانی ذہن اس مبالغہ آرائی کو قبول نہیں کرتا۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ کشف وکرامت کے الفاظ ایک دوسرے سے بلحاظ معنی ومفہوم بہت قریب قریب ہیں۔ اس کے باوجود عملاً ان میں بڑا فرق ہے۔ اولیاء اور صوفی حضرات بعض نظارے کشف میں دیکھتے اور انہیں اپنے مریدوں کے سامنے بیان کرتے ہیں مگر بعض مریدان کشفی واقعات کو ظاہر پر محمول کر کے لوگوں کو سناتے ہیں۔ اس طرح ان واقعات کی حیثیت ہی تبدیل ہو جاتی ہے یا سلوک ومعرفت کی دنیا میں بعض الفاظ یا اشارے مخصوص روحانی کیفیات کے مظہر ہوتے ہیں۔ جنہیں کچھ لوگ ظاہری معنی پہنا دیتے ہیں۔

میں یہاں یہ تذکرہ کرتا چلوں کہ سائیں سلطان محمد اصغر علی صاحب کرامات کے ظہور کی بجائے مقاصد کے حصول پہ زیادہ توجہ دیتے۔ جیسا کہ حضرت سُلطان باھُو اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''عین الفقر'' میں فرماتے ہیں۔

''جان لے کرامت مرتبۂ حیض ونفاس ہے اور استقامت مرتبۂ خاص ہے۔ اِس لئے صاحب استقامت کا کیا کام ساتھ کرامت کے۔''

جو صاحب استقامت ہوتا ہے وہ بدرجۂ اُولیٰ صاحب کرامت ہوتا ہے جس طرح حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب کی شخصیت تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ تصورِ اسم اللہ ذات کو جو شخص اپنے دل پہ نقش کر لیتا ہے وہ صاحب یقین مُستحکم بن جاتا ہے کیونکہ دلوں کی استقامت اور اطمینان

Marfat.com

صرف ذکرِ ذاتِ الٰہی میں ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

"الا بذکر اللہ تطمئن القلوب"۔

ترجمہ: "سن لو! اللہ کی یاد میں ہی دلوں کا چین ہے۔"

قرآن کریم ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم اپنے دنیاوی مقدر کو ترک نہ کریں۔ وہ ہم کو دعوت دیتا ہے کہ ہم بہادر اور قوی رہیں اور اس چیز کی راہنمائی کرتا ہے کہ دانت کے بدلے دانت، آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے میں ناک بطور قصاص ہوگا اور اسی طرح قرآن ہمیں دعوت دیتا ہے کہ جہاد ہر مسلمان پر واجب ہے اسی طرح قرآن کریم نے دنیاوی مشکلات کو حل کرنے کے لئے متبادل نظام دیا ہے لیکن آیات قرآنیہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی نظر میں اخروی زندگی بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر اور معزز وہی ہے جو اس سے زیادہ ڈرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں دنیاوی زندگی لہولعب اور باہمی فخر سے عبارت ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی اور قرآن کریم میں جو یہ ارشاد ہوتا ہے کہ بندے کو چاہئے کہ وہ دنیاوی زندگی سے اپنا حصہ لے لے تو یہ محض اس لئے ہے کہ مومن کسی غیر کا محتاج نہ ہو پھر قرآن کریم مومنین کی صفات بیان کرتا ہے کہ وہ زمین پر آہستہ آہستہ اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان کا واسطہ کسی جاہل کے ساتھ پڑتا ہے تو بڑی سنجیدگی سے اپنا دامن بچا لیتے ہیں اور اپنی راتوں کو رکوع وسجود میں گزار دیتے ہیں یہ تمام آیات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ اس دار فانی میں مومن کی تمام زندگی آخرت کی تیاری کے لئے وقف ہوتی ہے کیونکہ آخرت ہی مومن کے لئے زیادہ بہتر اور دائمی ہے لیکن اگر کوئی شخص اخروی زندگی ہی کا ہو کر رہ جائے تو یہ بھی اسلامی تعلیم کے منافی ہے۔ حقیقی صوفی آخرت کی تیاری کے ساتھ ساتھ دنیاوی حقوق وفرائض کا بھی خیال رکھتا ہے۔ شادی کرتا ہے، کسب حلال کا اہتمام کرتا ہے اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ قوی مومن اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہوتا ہے بسبب ضعیف اور کمزور مومن کے۔ صوفیائے کرام قرآن کریم کی آیات

Marfat.com

بینات سے اپنی آراء پر استدلال کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اور نہیں پھینکا آپ نے، جب کہ پھینکا لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔''

یہ آیت کریمہ ان کے اس مذہب پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل مطلق ہے اور ہر فعل کا صدور اسی سے ہوتا ہے اور بندے کی اپنے رب کے سامنے وہی حیثیت ہوتی ہے جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم وہ اپنی مرضی سے جو چاہتا ہے لکھتا ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ ہے۔''

صوفیائے کرام ان دو آیات کو ہی نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے لئے بنیاد بناتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہر شے میں جلوہ افروز ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم میں کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کو پیارے ہوں گے اور اللہ ان کا پیارا ہوگا۔ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔''

اس آیت کریمہ سے صوفیائے کرام نے اخذ کیا ہے کہ حُب الٰہی کی دو قسمیں ہیں:

1- حب الٰہی انسان کے لئے۔ 2- انسان کی محبت اللہ کے لئے۔

ارشاد رب ذوالجلال ہے:

ترجمہ: ''کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ زمین اور آسمان بند تھے تو ہم نے انہیں کھولا۔''

اس آیت کریمہ سے انہوں نے حقیقت محمدیہ کا استدلال کیا ہے جسے وہ تعین اول سے تعبیر کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ تعین اول ہی تمام تعینات علویہ اور سفلیہ کا جامع ہے دراصل حقیقت محمدیہ ہی تمام اشیاء کا اجمالاً سرچشمہ ہے اور بعد میں تمام اشیاء کا ظہور اسی حقیقت سے ہوا

Marfat.com

اور آسمان وزمین کا وجود بھی اسی اجمال کی تفصیل ہے۔

معترضین کا یہ بھی کہنا ہے کہ ''تصوف'' یونانی پابندیٔ افکار سے لے لیا گیا ہے تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ پانچویں صدی تک جو کہ تصوف کے عروج کا دور ہے اسلامی ماخذ کے مقابلہ میں یونانی مصادر کی کوئی حیثیت نہیں تھی، صرف امام غزالی کو ہی لے لیجئے۔ آپ بہت بڑے متکلم اور فلسفی تھے اور فلسفۂ یونان پر آپ کی گہری نظر تھی۔ آپ نے ''مقاصد فلاسفہ'' میں ایرانی فلسفہ کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ لکھا ہے اس کے بعد آپ نے مذاہب فلسفہ کے ردّ اور ان کے عقلی دلائل کے بطلان کے لئے ''تہافۃ الفلاسفہ'' لکھی لیکن فلسفہ میں اتنی مہارت کے باوجود اپنی روحانی زندگی کے اعتبار سے خالصۃً مسلمان صوفی تھے۔ ان کے ذکر واذکار اور طریقۂ تصوف، قرآن و سنت سے ماخوذ تھا اور اس بات کی سب سے بڑی دلیل آپ کی بے مثل کتاب ''احیاء العلوم'' ہے یہ کتاب اس بات پر شاہد ہے کہ امام غزالی بہت بڑے صوفی تھے اگرچہ آپ کی دوسری تالیفات میں یونانی فلسفے کے آثار پائے جاتے ہیں لیکن روح اسلام آپ پر غالب تھی اور آپ اکثر وبیشتر قرآن وسنت سے استدلال کرتے تھے آپ کے مسلم صوفی ہونے پر اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی کہ آپ نے اتحادیہ کی رائے کی تردید کی جس کو ابن سینا نے ''کتاب النجاۃ'' میں اختیار کیا اور دوبارہ کتاب ''الاشارات'' میں اس رائے سے دست بردار ہوئے۔

ڈاکٹر عبدالحلیم محمود اس اختلافی موضوع کی وضاحت بڑے منفرد انداز میں کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تصوف کے موضوع پر لکھنے والوں نے تصوف کو ان کنسی عوامل پر قیاس کیا ہے جو بیرونی عوامل کا اثر قبول کرتے ہیں۔ عام طور پر مصنف، شاعر اور مفکر اپنے افکار اور خیالات کو اپنے اردگرد کے ماحول سے اخذ کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیرونی ماحول ان کے افکار پر اثرانداز ہوتا ہے لیکن صوفی اور صوفیاء کا تعلق ان چیزوں سے نہیں ہوتا۔ اس مفہوم کی وضاحت کے لئے اس مسئلہ کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

1۔ سلوک تصوف کا رجحان 2۔ شعور تصوف

Marfat.com

1- سلوکِ تصوف کا رُجحان

جہاں تک تصوف کی طرف رُجحان کا تعلق ہے اس میں انسان کے داخلی اثرات کا عمل دخل ہے اور ان اسباب کا تعلق خارجی عوامل سے زیادہ داخلی عوامل سے ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان میں فطری طور پر یہ استعداد موجود ہو کیونکہ منزل سلوک کا آغاز کسی ایک کلمہ، اشارہ یا حادثہ سے ہوتا ہے جو سالک کی زندگی میں اثر انداز ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس راہ پر چل نکلتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں وہی مجھے ہدایت دے گا۔''

وہ ایک کلمہ جو اس عزم مصمم کا باعث ہوتا ہے اس کے لئے فطری استعداد لازمی امر ہے اور اس فطری استعداد کا تعلق نہ تو افلاطونی اور ہندی افکار سے ہے اور نہ ہی ایرانی نظریات سے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک افلاطونی افکار اور ہندی عقائد کا علم رکھتا ہے لیکن اس کا یہ علم اس کے صوفی ہونے کے منافی نہیں ہوتا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صوفیائے کرام کی کتب کا مطالعہ کیا اور خود ہی اس کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ میں نے صوفیائے کرام کے علوم کو حاصل کرنے کی ابتداء ان کی کتابوں کے مطالعہ سے کی۔ میں نے ابو طالب مکی کی ''قوت القلوب'' حارث محاسبی کی کتب، جنید، شبلی، ابو یزید بسطامی سے منقول اقوال کا مطالعہ کیا حتیٰ کہ میں علمی مقاصد کی حقیقت پر مطلع ہو گیا۔ تعلیم اور سماع کے ذریعے جو بھی علوم ممکن تھے حاصل کر لئے لیکن ان کتب اور فلسفہ یونان کے گہرے مطالعہ کے باوجود صوفی نہ بن سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض علوم ایسے بھی ہیں جو محض تعلیم سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ ذوق، حال اور تبدیلی صفات کی ضرورت ہوتی ہے۔ المختصر یہ کہ تصوف ان امور کسبیہ سے نہیں جو اپنے اردگرد ماحول کا اثر قبول کرتے ہیں بلکہ یہ خالص ذوق اور مشاہدے کا نام ہے اور ذوق اور مشاہدے کا حصول، خلوت، ریاضت، مجاہدہ اور اشتیاق کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس، تہذیب اخلاق

Marfat.com

اور تصفیۂ قلوب سے ہوتا ہے اور صوفیائے کرام کے مشاہدہ کو غیر اسلامی ماخذ کی طرف منسوب کرنا قرین قیاس نہیں۔ مسئلہ تصوف کی حقیقت سے ناآشنا لوگوں کا تصوف، کو موضوع بحث بنانا سراسر خطا ہے۔ اس تمام بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ تصوف کی طرف رجحان اور میلان فطری امر ہے۔ صوفیاء کرام کا ذوق، شعور اور معرفت منبع نور و ہدایت سے مستفاد ہے۔ سابقہ بحث کا حاصل یہی ہے کہ تصوّف عربی اور اسلامی ہے جس طرح کہ وہ قرآن مجید جس سے اصول بنائے گئے ہیں تصوف کے اصول براہ راست اخذ کئے گئے ہیں۔ عربی اور اسلامی ہیں اور جب اصول تصوف قرآن مجید سے ہی مستنبط ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ استنباط فہم قرآن، تدبیر اور تفسیر قرآن کے بعد ممکن ہوا ہے تو سب سے پہلے قرآن کریم کی لغوی، منطقی اور کلامی تفسیر ہوئی اور پھر مزید گہرائی میں جانے کے لئے صوفیانہ تفسیر کی ضرورت پیش آئی۔

حیات طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی مسلمان بلکہ غیر مسلم کے لئے بھی راہنمائے حیات ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل باعث خیر و برکت اور اصلاح کا ضامن ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانیت کے لئے معلم اور جمیع خلائق کے لئے رحمت بن کر آئے۔ آپ کے رب نے ہی آپ کو بہترین آداب سکھائے۔ جیسا کہ آپ سے مروی ہے:

''مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہترین سکھایا۔'' (الحدیث)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا میں تشریف لائے تو یتیم تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عنایت کے سوا کوئی سہارا نہ تھا اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام رسولوں سے اعلیٰ اور خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا تھا اس لئے حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ خود آپ کی تربیت فرماتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ایسے بہترین خاندان کا انتخاب فرمایا جو پاکیزگی اور عفت و عصمت اور ایمان میں اپنی مثال آپ تھا۔ آپ کے جدِّ امجد خوبرو، کریم، خوش خلق اور بڑے شیریں بیان تھے۔ آپ بڑے قوی الایمان تھے۔ آپ کے دل و دماغ پر مذہبی چھاپ تھی۔ آپ نوجوانانِ قریش کی طرح بڑے ہی ذہین فطین، غیور اور بہادر تھے لیکن آپ کو یہ امتیازی خصوصیت

Marfat.com

حاصل تھی کہ آپ سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے جبکہ نوجوانان قریش اس سے عاری تھے۔

آپ دین کے معاملے میں بڑے سخت تھے جبکہ وہ لوگ اس بات کو ناپسند کرتے تھے۔

آپ کو غیبی طاقت حاصل تھی جس کی وجہ سے آپ مختلف امور کو سرانجام دیتے تھے اور اکثر اوقات آپ کو خواب میں ایک شخص دکھائی دیتا جو آپ کو مشورہ دیتا کہ فلاں کام کرو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد بھی حضرت عبدالمطلب کے طریقہ پر کاربند تھے اور آپکی زندگی کا یہ نصب العین تھا کہ حرام کھانے سے موت بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبل از بعثت بھی قریش میں امین کے لقب سے مشہور تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بڑی پاکیزہ اور عبادت وزہد سے عبارت اور خالص فکرو روحانیت کا مرقع تھی۔ اسی حالت پر آپ نے ایام شباب گزارے۔ لیکن آپ اپنے ہم عمروں کی طرح کھیل کود میں مشغول نہ ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت سے ان چیزوں سے محفوظ رہے اور وہ قبل از نزولِ وحی بھی ''دنیا و مافیہا'' کو ترک کر کے غار حرا میں عبادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور جب تنہائی میسر ہوتی تو کائنات میں غور وفکر کرتے، وسیع وعریض ریگستان اور بلند و بالا پہاڑوں، نیلگوں آسمانوں میں چمکتے ہوئے ستاروں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور کبریائی کا مشاہدہ کرتے کیونکہ یہ تمام چیزیں خالق کائنات کی طرف دلالت کرتی تھیں۔ اس لئے آپ ان کے مشاہدہ میں اس قدر مستغرق ہو جاتے کہ اہل مکہ کہنے لگے:

ترجمہ: ''بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے عاشق ہو گئے۔''

ڈاکٹر محمد حسین ہیکل اپنی کتاب ''حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' میں رقمطراز ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غار حرا میں تنہا ہوتے تو کائنات کی حقیقت میں غور وتدبر کیا کرتے۔ تو آپ کو طمانیت قلبی حاصل ہوتی اور آپ کا میلان خلوت کی طرف ہونے لگا۔ غار حرا شمال مکہ میں بلند پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے جو کہ خلوت اور عبادت کا بہترین مقام ہے۔ آپ ہر سال رمضان شریف میں اس غار میں آرام فرماتے اور قلیل زادِ راہ اپنے ساتھ لے جاتے۔ معرفت خداوندی

Marfat.com

کے حصول میں دنیا کے شور وغل سے الگ تھلگ رہنا آپ کا مقصد حیات تھا اور بعض اوقات معرفت خداوندی کی طلب میں استغراق اس حد تک بڑھ جاتا کہ کھانا پینا اور دیگر دنیاوی مشاغل بھول جاتے۔اسی طرح تقریباً چھ مہینے بیت گئے ایک دن آپ غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ ایک فرشتہ آیا جس کے ہاتھ میں ایک صحیفہ تھا۔اس نے کہا:"اقراء"

غار حرا میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ عبادت وریاضت ایک حقیقی صوفی کے لئے کامل نمونہ ہے خالق کائنات کی عظمت وکبریائی میں غور وفکر منازل سلوک کی بنیاد ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔صوفیائے کرام آپ کی سنت کے متبعین ہیں۔تصوف ابتداء طہارت،عبادت اور زہد سے عبارت ہے پھر کشف فیض الٰہی اور تجلیات الٰہی کا درجہ ہے بعد ازاں وصال بالحق کی منزل ہے۔

مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض اوقات ایسی حالت طاری ہو جاتی جو وجد کے مشابہ ہوتی۔انسان وجد کی حالت میں اپنی ذات اور اردگرد کے ماحول سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں تھے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔جب آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا: کون؟ انہوں نے جواب دیا: میں عائشہ! آپ نے دوبارہ پوچھا: کون عائشہ؟ انہوں نے عرض کیا: ابوبکر صدیق کی بیٹی۔لیکن حضور نے پھر سوال کیا: کون صدیق؟ جواب میں عرض کیا: محمدؐ کے سسر لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کون محمدؐ؟ تو وہ خاموش ہو گئیں کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام حالت میں نہیں ہیں۔بقول ایک صوفی کے

لِیْ مَعَ اللّٰہ شانِ خود فرمودہ ئی

اگرچہ تصوف بیشتر پاکستانیوں کے لئے مختلف سطحوں پر ایک زندہ حقیقت ہے،مگر ہمارا دانشور طبقہ بھی اس کی عمارت اور تصورات سے مکمل طور پر آشنا نہیں۔شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ذات باری تعالیٰ کی لامحدود وحدت کے بحر بیکراں سے اس کی ربوبیت

Marfat.com

کی لہریں اٹھتی رہتی ہیں یہ مد ہے جو ہمارے اس محدود جہانِ فانی کے ساحل سے ٹکرا کر واپس اس کی طرف جزر کی صورت میں لوٹ جاتی ہیں۔ تصوف ان واپس مڑتی ہوئی لہروں میں چھلانگ لگانے کی وہ سائنس اور آرٹ ہے جو انسانی روح کو اس غیر فانی اور لامحدود ماخذ کی طرف لے جائے۔

قرآن کریم کے مطابق اللہ تعالیٰ دور بھی ہے اور قریب بھی۔ وہ وراء الورا بھی ہے اور شاہ رگ سے قریب تر بھی۔ عمومی طور پر بنیاد پرست علماء، اللہ کی ماورائیت کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں جبکہ صوفیائے کرام اس کے قریب ہونے پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ روایتی طور پر بنیاد پرست علماء ظاہری پابندی پر زیادہ زور دیتے ہیں جبکہ صوفیاء ان عبادات اور رسوم کی ماہیت اور تعلق باللہ کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اللہ سبحان تعالیٰ کی طرف جانے والے راستے کو صوفیاء سلوک کا نام دیتے ہیں اور اس مقدس راستہ پر سفر کرنے کے آداب اور ضبط و نظم کو جو صوفیاء کے مختلف مدارس فکر نے مفصلاً مرتب کئے ہیں۔ طریقہ (جمع طرق) کہا جاتا ہے۔ مثلاً پاکستان میں معروف طرق قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ ہیں۔ جب کسی طریقہ کی کوئی شاخ ایسی ہو جس کا درمیانی روحانی سربراہ کوئی رجل الغیب ہو تو اس طریقہ کے نام کے ساتھ اویسیہ کا تعارفی لقب لگا دیا جاتا ہے۔ ان طرق کے اپنے اپنے اذکار اور اشغال ہیں مگر ان سب میں مشترک نسبت دل پر اللہ کی ضرب لگانا ہے۔ جیسے اقبال نے بھی کہا:

نویس اللہ بر لوح دل من
کہ ہم خود را ہم او را فاش بینم

عمومی طور پر کسی طریقہ میں شمولیت کے لئے مرید (ارادہ کرنے والا) کو کسی مستند استاد (مرشد) کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہوتی ہے۔ ہر طریقہ کی روحانی زنجیر (سلسلہ) اپنے مرشد اعلیٰ اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوتی ہوئی ہادیٔ اعظم، سید کائنات و خاتم الرسل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتی ہے۔ کسی طریقہ کے مجوزہ (سلوک) پر سفر کرنے والے کو سالک کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

مرشد کا کام ہے کہ اپنے مرید کے اندر چھپے ہوئے انا کے بتوں کو ایک ایک کر کے توڑ دے اور اس کے قلب کو دنیاوی آلائشوں سے پاک کر دے۔ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مرشد کا بھی جاسوس القلوب ہونا ضروری ہوتا ہے۔ علماء جو کچھ زبان سے کہتے ہیں، صوفیاء اس کو عمل میں دکھاتے ہیں۔ پند ونصیحت حال کی زبان سے مؤثر ہوتی ہے، قال کی زبان سے کچھ نہیں ہوتا۔ خانقاہ میں مرید کی تربیت قلت طعام، قلت کلام، قلت منام، قلت صحبت اور کثرت خدمت سے کی جاتی ہے۔ مرشد کا یہ کام ہوتا ہے کہ مرید کا سینہ صیقل کر کے آئینہ کے مانند کر دے تا کہ اس پہ اللہ کی تجلیات منعکس ہوں۔

دل کر صیقل شیشے وانگوں دور تھیون کل پردے ھُو

مرشد جانتے ہیں کہ کسی با کردار کافر کی اصلاح تو آسان کام ہے لیکن ایک بے کردار منافق کی اصلاح نہایت ہی دشوار ہوتی ہے۔

شوق وطلب کی ان طویل اور کٹھن راہوں میں سالک اپنے کسب اور مشقت پر بھی انحصار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور عنایات کا بھی طلب گار ہوتا ہے۔ وہ اپنی محنت مسلسل سے اللہ تعالیٰ کا قُربِ خاص کماتا ہے۔ چند اکابر صوفیاء کا یہ خیال ہے کہ اللہ کی طرف روح کے سفر کے دوران اتنی غیر متعین کیفیتوں کا سامنا ہوتا ہے کہ ان کا کوئی مستند تصوراتی خاکہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ لاکھوں جو سلوک کا راستہ اختیار کرتے ہیں، ان میں سے صرف چند ایک ہی آخری منزل کو پاتے ہیں ۔کلیۃ الاولیاء کے مصنف ارشاد فرماتے ہیں کہ ''مرشد طالب سے کہتا ہے کہ اب اسم اللہ ذات کو دیکھ چنانچہ اس وقت حروف اسم اللہ ذات سے سورج کی روشن تجلی نور ظاہر ہوتی ہے جس کی روشنی میں طالب اللہ کو دل کے گرد چودہ طبق سے زیادہ وسیع تر میدان دکھائی دیتا ہے جس میں دونوں جہان اسفند کے دانے برابر نظر آتے ہیں۔'' تو گویا یہی وہ میدان ہے جہاں عشق کی بازی کھیلی جاتی ہے کیونکہ عشق الٰہی جس قدر طاقت اور تیز رفتاری کا حامل ہے اس کو وسیع وعریض میدان درکار ہے اور حقیقت میں یہ قلب مومن ہے یہی وہ مقام ہے کہ جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

''نہیں سماتا میں آسمانوں میں نہیں سماتا زمین میں مگر سما جاتا ہوں قلب مومن میں۔''

اور دل کے گرد یہ وسیع وعریض میدان جو چودہ طبق سے زیادہ وسیع ہے طالب اللہ کو اس وقت نظر آتا ہے جب وہ تصور اسم اللہ ذات میں کھو کر اس مادی دنیا کے موجودات سے اپنی نظریں اٹھا لیتا ہے جب سیم وزر اور زین وزن کے چکر سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اسے کسی حاکم وقت کا خوف ہوتا ہے اور نہ اسے کوئی سروکار۔ اللہ کے عشق میں اس طرح محو ہوتا ہے کہ دنیا والے اس کے دامن کو آلودہ کرنا چاہتے ہیں مگر وہ اپنا دامن محفوظ رکھتا ہے جیسا کہ عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے دور خلافت میں شیعہ اور سنی کے درمیان فتنہ بڑی شدت اختیار کر گیا تو اس فتنہ کو روکنے کے لئے امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرح کی ایذائیں دی گئیں، ان پر کوڑے برسائے گئے مگر ان کے پایۂ استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی اور وہ اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے۔ بعد میں خلیفہ متوکل کے دور خلافت میں امام صاحب کی دل جوئی کے لئے خلیفہ نے ان کی خدمت میں درہم بھجوائے تو امام صاحب نے فرمایا کہ یا اللہ یہ معاملہ تو میرے لئے اور بھی سخت ہے کیونکہ وہ دین کا فتنہ تھا اور یہ دنیا کا فتنہ ہے اور یہ درہم مجھے ان کوڑوں سے زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ لہٰذا آپ نے وہ درہم لینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ فقیر روشن ضمیر کے سامنے اگر ملک سلیمانی بھی پیش کیا جائے تو وہ اسے ہرگز قبول نہیں کرتا کیونکہ وہ مادی دنیا کو چھوڑ کر اپنے دل کی دنیا آباد کر چکا ہوتا تھا۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دل کی بیداری ہی اصل بیداری ہے جو محض جاگنے، چلہ کشی یا ریاضتوں سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ تو معرفت کا ادراک ہے جو مرشد کی توجہ کا مرہون منت ہے۔''

کیونکہ جب دل بیدار ہو جاتا ہے تو فقراء مال و دولت چھوڑ کر منزل فقر میں قدم رکھتے ہیں۔ اپنے نفس کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان توحید میں خوب دوڑاتے ہیں اپنی جان آتش عشق میں جلاتے ہیں اور آخر کار بازی جیت کر میدانِ عشق سے گزر جانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ جس میدان میں یہ بازی کھیلی جاتی ہے وہی قلب مومن ہے۔

Marfat.com

مرشد کیوں؟ اور کیسا ہونا چاہئے؟

حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب اپنے عہد کے مُرشدِ اکمل اور طالبانِ مولیٰ کے رہنُماَ تھے آپ کی ذاتِ گرامی کو سامنے رکھتے ہوئے ضرُورتِ مُرشِد اور مرشد کے معیار پہ بات کریں گے۔

گزشتہ ابواب میں کی گئی گزارشات کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انسان صرف اپنی عقل اور شعور سے یہ ادراک حاصل کرسکتا ہے؟ ظاہر ہے اس کا جواب نفی میں ہوگا کیونکہ انسانی عقل محدود اور اللہ کی حکمتیں لامحدود ہیں۔ انہیں سمجھنا بڑے سے بڑے عالم فاضل کے لئے کار دارد ہے۔ انسانی عقل ٹھوکر کھا سکتی ہے، گمراہ ہوسکتی ہے اور بسا اوقات صورت حالات کو مروجہ صورت حال کے برعکس سمجھ سکتی ہے۔ الحمدللہ ہم مسلمان ہیں اور ہماری ہر نماز کی ہر رکعت میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے التجا کی جاتی ہے کہ اے باری تعالیٰ ''ہمیں سیدھے راستہ پر چلا ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔''

ہر انسان جب بارگاہِ ایزدی میں اپنی جبینِ نیاز جھکانے کے لئے حاضر ہوتا ہے تو اسے حکم ہوتا ہے کہ اپنے معبودِ حقیقی سے یوں التجا کرے کہ ابتدا اس کی حمد وثنا کے نغمے الاپے، پھر میری شانِ معبودیت اور اپنے تعلق عبودیت کا اظہار کرنے کے بعد یوں عرض گزار ہو کہ یا اللہ! ہمیں

Marfat.com

سیدھے راستہ پر چلا، ان کے راستے پر نہ چلا جو گمراہ اور مغضوب ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدھی راہ کون سی ہے اس میں تو کوئی شک نہیں کہ سیدھی راہ قرآن وسنت کی ہی راہ ہے۔ دنیا کے اندر ہر ایک دعوے دار ہے کہ ہم سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔ ہر مذہب، ہر فرقہ اور ہر دھرم بھی اعلان کر رہا ہے کہ ہم صراط مستقیم پر ہیں۔ کوئی قرآن کا حوالہ دے کر کہتا ہے چونکہ ہم قرآن زیادہ پڑھتے ہیں اور شیخ القرآن کہلاتے ہیں لیکن قرآن فرما رہا ہے:

ترجمہ: ''اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے۔'' (القرآن)

بہت سے لوگ قرآن پڑھتے ہیں لیکن قرآن سے انہیں ہدایت نہیں ملتی۔ قرآن پڑھنے کے باوجود بھی منزل مقصود کو نہیں پاسکتے بلکہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی سوچ کا رخ بدل جاتا ہے اور وہ جادۂ حق سے بھٹک جاتے ہیں۔ کوئی سوچ رہا ہے کہ ہم حدیث زیادہ پڑھتے ہیں اور ہم ہی اہلحدیث ہیں اس لئے ہم سیدھے راستہ پر ہیں۔ الغرض ہر ایک اپنا اپنا راگ الاپ رہا ہے۔ لیکن قرآن نے کچھ اور ہی اسلوب دیا ہے اور خود ہی صراط مستقیم کو متعین فرما دیا ہے کہ ان لوگوں کا راستہ صراط مستقیم ہے جو انعام یافتہ ہیں۔ گویا اس آیت کریمہ نے آگاہ فرما دیا کہ انعام یافتہ بندوں کے دامن سے منسلک ہونے کی خیرات طلب کر، اگر ان سے تیرا تعلق منقطع ہو گیا تو پھر جتنی کاوشیں کرتا رہ، سیدھے راستہ سے بہک جانے کے امکانات ہمیشہ موجود رہیں گے۔

اگر وہ کریم ذات جل وجلالہ چاہتی تو یوں بھی فرما سکتی تھی کہ اے میرے بندے! میری بارگاہ صمدیت سے اس طرح طلب کر کہ اے باری تعالیٰ! مجھے سیدھا راستہ دکھا جو تیری کتاب اور تیرے محبوب کی سنت کی راہ ہے لیکن قرآن مجید نے افراد کا ذکر فرمایا ہے کہ تیرے انعام یافتہ بندوں کی راہ چاہئے تاکہ ہم بھی ان کے پیچھے ان کے نقش قدم پر چلتے جائیں۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ انعام یافتہ بندے کون ہیں؟ جن سے منسلک ہونے کی قرآن تعلیم فرما رہا ہے۔ تو قرآن پاک ادھوری بات نہیں کرتا بلکہ جامع و مانع کرتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

Marfat.com

ترجمہ: ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیق، شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔''

میری اور میرے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے میرے انعام یافتہ بندوں کے ساتھ ہوں گے اور وہ انعام یافتہ بندے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور ان کی سنگت کتنی اچھی ہے۔

چار طبقات میں پہلا طبقہ انبیاء علیہم السلام کا ہے یہ بہر صورت انعام یافتہ ہیں ہی، کیونکہ انہیں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے نبوت و رسالت جیسی نعمت عظمٰی عطا ہوئی لیکن تین طبقات ایسے ہیں جو انبیاء نہیں، غیر نبی ہیں۔

اس صورت حال میں بہتر وضاحت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بیان فرمائی ہے۔ اس کا اقتباس پیش خدمت ہے۔

> ''صدیق فعیل'' کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا لغوی معنی ''المبالغ فی الصدق'' نہایت راست باز اور راست گفتار ہے اور مقامات قرب الٰہی میں سے ایک مقام کا نام بھی ہے۔''
>
> الشیخ محمد عبدہ لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''صدیقین وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی فطرت اور جن کا باطن ہر گرد و غبار سے یوں پاک وصاف ہوتا ہے کہ جب ان پر حق پیش کیا جاتا ہے تو بے ساختہ اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ خیر و شر کے درمیان انہیں التباس نہیں ہوتا بلکہ نگاہ جیسے سیاہ و سفید کے درمیان بے تکلف امتیاز کر لیتی ہے اس طرح وہ حق و باطل اور خیر و شر میں امتیاز کر لیتے ہیں۔ یہ صدیقیت کا مرتبہ حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی جلیل القدر صحابہ کو حاصل تھا اور صدیق اکبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے جن کی زندگی کا ہر لحہ اسی صدیقیت کبریٰ کا مظہر اتم ہے۔'' (تفسیر روح البیان)

یعنی صدیقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو صدق والے ہیں اور تصدیق کرنے والے ہیں۔

Marfat.com

جن کے دل اتنے صاف ہو چکے ہیں کہ جو وحی اللہ تعالیٰ کے رسول پر نازل ہوتی ہے اور جو حکم اللہ تعالیٰ کا رسول بیان کرتا ہے وہ فوراً اس حکم کی تائید کرتے چلے جاتے ہیں۔

جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ ربوبیت ہیں۔ جیسا کہ حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق تعالیٰ کو دیکھا۔''

اسی طرح صدیق سے مراد وہ ہستی ہے جو آئینہ نبوت کے مرتبے پر فائز ہو۔ جس طرح آئینے کو سورج کے سامنے رکھا جائے تو سورج اپنی تمام تر تجلیات کے ساتھ منعکس ہو جاتا ہے۔ نبی وحی الٰہی کا سورج ہوتا ہے جب اس کی نبوت کا سورج چمکتا ہے تو صدیق کے دل کے آئینے سے اس کی نبوت آشکار ہو جاتی ہے اور وہ براہ راست نبوت کے فیض کو اپنے سینے میں منتقل کر کے امت مصطفیٰ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) تک پہنچا رہا ہوتا ہے۔

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: ''جو کچھ رب لم یزل نے میرے سینے میں ڈالا میں نے سارے کا سارا ابوبکر کے سینے میں ڈال دیا۔'' معلوم ہوا کہ صدیق آئینہ نبوت ہیں۔ جو بھی ان کی صحبت میں بیٹھے اس کو ان کا نہیں بلکہ آفتاب نبوت کا فیض نصیب ہوتا ہے۔ نبی کے بعد صدیق اسی لئے رکھا گیا کہ ہر کسی کو صحبت نبوت نصیب نہیں ہو سکتی۔ اب قیامت تک کوئی قطبیت، غوثیت اور عبدیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر کیوں نہ فائز ہو جائے وہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کی گرد پا کو بھی نہیں پا سکتا۔ یہ شرف صحابیت قیامت تک کے لئے بند ہو گیا۔

جب ظاہری صحبت کا دور ختم ہو گیا، تو اب ایک صورت ایسی پیدا کر دی کہ امت کو صدیق عطا فرما دیئے جو کوئی ان کی صحبت میں جائے گا اسے بالواسطہ صحبت نبوی کا فیض نصیب ہوگا۔

حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ صدق کی تعریف میں یوں رقمطراز ہیں:

Marfat.com

ترجمہ: ''(اے انسان!) جب تو جملہ خواہشات نفسانی سے پاک ہو کر اللہ عزوجل سے صدق دل سے محبت کرے گا تو وہ تیرے دل کو ایسا آئینہ بنا دے گا کہ جب تو اس آئینے میں جھانکے گا تو دنیا و آخرت کے اسرار و حقائق تیرے سامنے منکشف ہو جائیں گے۔''

وہ آئینہ پھر پرتو نبوت بن کر آفتاب نبوت سے فیوضات الٰہیہ حاصل کرتا ہے اور تشنگان امت مصطفیٰ میں تقسیم کرنے کا فریضہ ادا فرماتا ہے۔

جنہیں اللہ جل وجلالہ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی صداقت کا اتنا پختہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کر دیتے ہیں اور اس سے بھی ان کی آتش محبت سرد نہیں ہوتی۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا رب کی ذات میں فنا ہونے کا یہ عالم تھا کہ جب قوال اس شعر کا پہلا مصرعہ پڑھتے تو آپ جاں بحق ہو جاتے، جب دوسرا مصرعہ پڑھتے تو پہلی حالت میں زندہ ہو جاتے۔ یہاں تک کہ کئی بار ایسا ہوا۔ جب آپ کی زندگی کی گھڑیاں تمام ہوئیں تو خداوند قدوس کی قدرت سے قوالوں کے ذہن سے دوسرا مصرعہ اتر گیا اور وہ پہلے مصرعے کی رٹ لگاتے رہے اور خواجہ صاحب واصل بحق ہوئے۔

جب یہ ہستیاں اس رفیع مقام پر فائز ہوتی ہیں تو گویا زبان حال سے کہتی ہیں کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تیرے وجہہ الکریم کے دیدار نے وہ کیف اور لطف عطا کیا ہے اور ایسی مستی سے سرشار کیا ہے کہ ایک جان تو کیا اگر ہزار جانیں ہوں تو تیری ایک جھلک پر قربان کرتے چلے جائیں۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:
''جو عقائد اور اعمال دونوں لحاظ سے صالح ہو۔''

Marfat.com

یعنی جن کا ایمان توحید باری تعالیٰ، حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، قرآن کریم کی حقانیت اور دیگر ایمانیات پر اتنا مستحکم ہوتا ہے کہ کوئی ابلیسی وسوسہ اندازی اور کوئی مصیبت اسے متزلزل نہیں کرسکتی اور ان کا ظاہر و باطن تقویٰ کے نور سے جگمگا رہا ہوتا ہے۔ ان تمام اعمال و اخلاق سے ان کا دامن یکسر مبرا ہوتا ہے جو ان کے خالق کو ناپسند ہیں۔ شرکِ جلی و خفی داخلی، حسد، کینہ، تکبر اور حرص و ہوس غرضیکہ تمام اخلاق ذمیمہ سے وہ پاک ہوتے ہیں۔

یہی تقویٰ کا وہ بلند مقام ہے جہاں جب انسان پہنچتا ہے تو اسے خلعتِ ولایت سے مشرف کیا جاتا ہے اور اس پیکر عجز و نیاز کو وہ بلندی عطا کی جاتی ہے جسے دنیا رشک بھری نگاہ سے دیکھتی ہے۔ قرآن کریم اعلان فرماتا ہے کہ انبیائے کرام کے علاوہ صاحب صدق، صاحب شہادت اور صاحب صالحیت حضرات سب میرے انعام یافتہ بندے ہیں تو نبی کے دامن سے لپٹ جاؤ یا نبی کے فیض کے حصول کے لئے کسی صدیق، کسی شہید یا کسی صالح کی بارگاہ میں آجاؤ۔ ان میں سے جس کسی کے دامن سے لپٹ جاؤ گے تو وہی راہ میری اور میرے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ ہے کیونکہ ان کی راہ اللہ جل شانہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ سے جدا نہیں۔ مرشد کامل کی دینی ضرورت کے بارے میں قرآن کریم کی اس آیت طیبہ سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

(ترجمہ) ''تو اے لوگو اہل ذکر سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔''

اللہ فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں کسی چیز کے بارے میں علم نہ ہو تو اہل ذکر کی بارگاہ میں آکر اپنے دامن طلب کو بھر لیا کرو کیونکہ ان صلحاء اور اتقیاء کی صحبت اور فیضان نظر کے بغیر دین سمجھ میں نہیں آسکتا۔

دین کتابوں کی ورق گردانی سے نہیں آتا کیونکہ کتابیں تو صرف راستہ دکھاتی ہیں۔ لیکن دین کی اصل روح اور حقیقت کتابوں سے نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مقرب بندے کی صحبت اثر بار سے نصیب ہوتی ہے۔ اگر انسان ذرا غور کرے تو بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ قرآن کریم نے

Marfat.com

''فسئلوا اهل الذکر'' فرمایا ہے ''فسئلوا اهل العلم'' نہیں فرمایا کہ علم والوں سے پوچھ لو کیونکہ علم والے تو خود بھی ٹھوکر کھا سکتے ہیں۔ کیونکہ علم وہ خبر ہے جس کا محل دماغ ہے جبکہ ذکر وہ خبر ہے جس کا محل دل ہے۔ علم دماغ کی تختی پر لکھا جاتا ہے اور ذکر دل کی تختی پر مرتسم ہوتا ہے۔

اس کی تائید ایک دوسری آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے۔ رب قدوس نے فرمایا:

(ترجمہ) ''وہ بڑی رحمت والا تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ۔''

یعنی وہ ذات سراسر پیکر رحمت ہے لیکن اس کی خبر لینی ہو تو کسی باخبر سے پوچھ۔ اگر اس کے آداب سے شناسا ہونا چاہتے ہو اور اس کے وصال کی راہ اور معرفت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اسی سے پوچھو جس کو اس کی بارگاہ کا قرب نصیب ہو اور اس کے وصال کی دولت سے بہرہ ور ہو۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیب کے خزانے عطا فرما دیئے ہیں اور آپ کے واسطہ سے آپ کے غلاموں کو بھی عطا فرما دیئے ہیں۔ مثال کے طور پر حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم خداداد میں سے حروف مقطعات کا علم ہے جس کے بارے میں صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''ان حروف کا صحیح مفہوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں اور اولیائے کاملین کو یہ علم بارگاہِ رسالت سے عطا ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ حروف خود اپنے اسرار کو اولیائے کرام سے بیان کر دیتے ہیں۔ جیسے یہ حروف اس ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے گویا تھا جن کی ہتھیلی میں کنکریوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی تھی اور ہرنی نے کلام کیا تھا۔''

مرشد کامل کی نگاہ فیض اور صحبت اثر بار کے بغیر دین کی اصل روح کی سمجھ اور آشنائی میسر نہیں آ سکتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے قرآن نازل ہوا اور انہوں نے الحمد سے والناس تک پڑھا اور اس کے احکامات کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے سنا اور سمجھا لیکن سب کچھ ہونے کے باوجود نماز پڑھنے کا کامل طریقہ میسر نہ آ سکا۔ انہوں نے بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی کہ سب کچھ سنا اور پڑھا لیکن نماز کا کامل طریقہ پڑھنے

Marfat.com

اور سننے سے میسر نہ آ سکا، کیا کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(ترجمہ) ''جس طرح میں پڑھتا ہوں اسی طرح مجھے دیکھ کر پڑھ لیا کرو۔''

اس حدیث پاک سے اشارۃ النص کے ذریعے معلوم ہوا کہ دین فقط قیل وقال سے نہیں، صاحب حال کے حال کو دیکھنے سے آتا ہے تو حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے سننے اور پڑھنے کی تعلیم ہی نہیں دی بلکہ حال کو دیکھنے کی تعلیم فرمائی۔

اب معاملہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کے احکامات تمام ہم تک پہنچ گئے اور حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حدیث کا بیان بھی صحابہ کرام نے ہم تک روایات کے ذریعے پہنچا دیا۔ تو قابل توجہ بات یہ ہے کہ قرآن کریم اور سنت رسول کے ہوتے ہوئے ہمیں مرشد کامل کی ضرورت کیوں ہے؟ تو جاننا چاہئے کہ سنت الٰہیہ یہ ہے کہ وہ ذات لوگوں کو ہدایت صرف تعلیمات کے بیان کرنے سے نہیں دیتی بلکہ کامل شخصیتوں کو بھیج کر ان کے اعمال واحوال دکھا کر عطا کرتی ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے اور وہ کتب وصحائف سماویہ جو انبیاء کو عطا کئے گئے اگر رب قدوس چاہتا تو انبیاء علیہم السلام کی بجائے براہ راست بندوں کی طرف بھیج دیتا، توحید اور ہدایت کی جملہ کلیات و جزئیات سے آگاہ فرما دیتا۔ لیکن اللہ جل وعلا نے ایسا نہ کیا بلکہ کامل شخصیتوں کو لوگوں کے اندر مبعوث فرمایا۔ انہوں نے اپنی زندگی کے ماہ وسال ان کے اندر بسر فرمائے۔ زبان سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بیان فرمایا اور اپنے عمل سے اس کی توضیح وتشریح فرمائی اور منشاء ایزدی کے مطابق اپنے اعمال واحوال کو لوگوں کے سامنے رکھا۔ اگر حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو اپنی تعلیمات واحکامات کی کروڑہا کاپیاں اور نقلیں کروا کے اطراف واکناف عالم میں تقسیم کروا دیتے اور حکم فرماتے کہ یہ قرآن ہے، یہ میری سنت اور یہ میری بیان کردہ تفصیلات۔ انہیں پڑھو، سمجھو اور ان پر عمل کرو لیکن آقائے کل جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہرگز نہ کیا۔ صرف قرآن کریم کو بھی کتابی صورت میں مرتب نہ فرمایا اور نہ ہی احادیث مبارکہ کے مجموعے اطراف عالم میں بھیجے بلکہ

Marfat.com

شخصیات کو تیار فرمایا۔ اپنی صحبت اثر بار سے صدیق، فاروق، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کو خلافت کا امین بنایا۔ عبادلۂ اربعہ میں سے کسی کو مفسر قرآن، کسی کو محدث، کسی کو قاری قرآن اور کسی کو فقیہ بنایا۔ سلمان و بلال رضی اللہ عنہما پر صبغۃ اللہ کا نورانی رنگ چڑھایا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور دیگر اپنے غلاموں کو تیار کر کے اطراف عرب میں بھیجا اور فرمایا: لوگو! اس قرآن کو پڑھو اور میری سنت کا مطالعہ کرو اور اس کے فہم اور حقائق سے آگہی حاصل کرنے کے لئے ان کے حال کو دیکھو تو پھر قرآن و سنت کو سمجھو۔ تو جس طرح حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو دیکھے بغیر صحابہ کرام کو قرآن سمجھ نہیں آ سکتا تھا' اسی طرح اب صحابہ کرام کے عمل کو دیکھے بغیر تابعین عظام کو قرآن کا فہم کیسے نصیب ہو سکتا تھا۔

صحابہ کرام آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں موجود تھے۔ قرآن مجید ان کے پاس آ گیا اور سنت' عمل کے طور پر ان کے سامنے موجود تھی۔ تو سنت ان کے لئے عمل نہیں بلکہ عمل کا مشاہدہ تھا۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جنہوں نے اس نورانی روئے زیبا کا دیدار نہ کیا' ان کے لئے اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے جس طرح قرآن علم ہے اس طرح حدیث بھی علم ہے عمل نہیں' شفیع عاصیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت متشکل شکل میں موجود نہیں۔ اب ان کامل ہستیوں کی ضرورت تھی جو قرآن و سنت کا عملی نمونہ ہمارے سامنے پیش کریں تو حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تیار کیا۔ صحابہ کرام نے تابعین کو' انہوں نے تبع تابعین کو تیار کیا۔ علیٰ ہٰذ القیاس وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کامل شخصیات نسلاً بعد نسل قرآن و سنت کے علم کو عملی جامعہ پہنا کر امت مرحومہ کے سامنے پیش کرتی رہیں اور کرتی رہیں گی۔

جب تک قرآن و سنت کا علم ہمارے سامنے رہے گا اور کامل شخصیتوں کا عمل اور ان کا حال ہماری آنکھوں کے سامنے نہ آئے گا تو اس وقت تک نہ قرآنی مفاہیم و مطالب سے صحیح طور پر آشنائی ہو سکتی ہے اور نہ ہی سنت رسول کا صحیح ڈھب ہمیں نصیب ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

معلوم ہوا کہ جب تک کامل نمونہ نظروں کے سامنے نہ ہو' علم پر عمل کرنا ممکن نہیں رہتا۔ آیئے ان بزرگ اور برگزیدہ ہستیوں کے حالات زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں جو علم کے بحرِ ذخار تھے اور انہوں نے علم کی کوئی حد نہ چھوڑی تھی۔ لیکن محض علم کے بل بوتے پر حق تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ جب تک کہ کامل نمونہ ان کی زندگی میں نہ آیا تھا۔

حجتہ الاسلام والمسلمین امام محمد الغزالی رحمتہ اللہ علیہ جنہوں نے قرآن فہمی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ قرآن' حدیث' فقہ' منطق' فلسفہ اور علم کلام الغرض دنیا کے تمام علوم کو اپنے اندر سمو لیا تھا۔ آپ نظامیہ یونیورسٹی بغداد شریف کے وائس چانسلر تھے۔ اطراف و اکناف عالم سے تشنگان علم اپنی علمی تشنگی مٹانے کے لئے آپ کے قدموں میں کشاں کشاں حاضر ہوتے اور علم کے سمندر سے سیراب ہو کر اکنافِ عالم میں خدمت دین کے لئے پھیل جاتے لیکن وہی امام غزالی فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، علم اور فن کی دنیا میں میں شہسوار تھا لیکن حق کا پھر بھی طلبگار رہتا۔ میں ہر فن کے ماہرین کے پاس گیا کہ کہیں سے حقیقت میسر آ جائے لیکن کہیں سے بھی ساحل مراد تک رسائی حاصل نہ ہو سکی۔ بالآخر میں صوفیائے کرام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور دو سال تک تصوف پڑھا۔ بالآخر تصوف پڑھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ تصوف علم نہیں، سراسر عمل کا نام ہے اور حق، حقیقت میں اسی درِ فیض بار سے ہی میسر آ سکتا ہے اور حقیقت کو پانے کے لئے عمل کی ضرورت ہوتی ہے اور عمل کی دنیا میں قدم رکھنے کے لئے کسی سرپرست اور مرشد کامل کا ہونا ضروری ہے۔

یہ بات ثابت ہو گئی کہ کسی مرشد، پیر، ہادی، راہنما کا وجود اور اس کی اطاعت ہر راہ حق کے طلبگار کے لئے ضروری ہے تو پھر یہ سوال کھڑا ہوا کہ ''مرشد'' کی پہچان کیا ہے؟ اس دور میں کہ جب اخبارات کے آدھے سے زیادہ صفحات نام نہاد پیروں، عاملوں، صوفیوں اور مرشدوں کے اشتہارات سے بھرے ہوئے ہیں، جو پلک جھپکنے میں تمام تکالیف کا ازالہ کرنے، حالات کو آپ کی توقعات کے عین مطابق ڈھالنے اور کاٹ پلٹ کے ماہر ہوتے ہیں جبکہ حقیقت میں یہ سب

Marfat.com

فراڈیے، دغاباز اور ریاکار ہیں تو انسان کہاں سے ''مرشد'' کو کھوجے۔ ایسے راہنما کو تلاش کرے جو اپنی ایک نگاہ پاک سے اس کے قلب کو بدل کر رکھ دے اور واقعی اس کی کایا پلٹ جائے۔

اس سوال کا جواب بھی ہم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھتے ہیں۔

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مرشد کیا ہے''؟ سوال کے جواب میں فرمایا:

مرشد اسم فاعل اور ''رشد'' سے مشتق ہے جس کے معنی ارشاد ہدایت، راہبری، بھولے بھٹکے کے لئے چراغ اور نشان شناخت کے ہیں۔ یعنی مرشد گم کردہ راہ مسافروں اور ناکام و نامراد راہگیروں کو راہ دکھانے کے لئے راہنما اور سرچشمۂ ہدایت ہوتا ہے۔ راستہ کی پیچیدگیوں سے مکمل باخبر ہوتا ہے اس لئے صحیح و کامل راہبری کرتا ہے۔ اصطلاح تصوف میں مرشد معرفت الٰہی قرب و دیدار و زندگی کے مقصد میں کامیابی کے لئے کامل و کامیاب وسیلہ ہوتا ہے جو باکمال مراتب پر فائز اور باطن سے باخبر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر و محبوب ہوتا ہے۔ دائم الوصال احوال و مستغرق فی انوار ذات ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہدایت و اجازت یافتہ ہوتا ہے۔ ایسا مرشد اپنے طالب کو نفس شیطان و دنیا کے چنگل، بہکاوے و فریب سے بچا کر مقام لاتخف میں پہنچاتا ہے جہاں بندہ کو معرفت خداوندی کا عظیم انعام نصیب ہوتا ہے۔

مرشد کامل ہر ایک کے حال سے باخبر اور کامل تصرف کا مالک ہوتا ہے چنانچہ مرشد کامل فیض بخش، منبع ہدایت، نور الہدیٰ، شفاء بخش، روحانی امراض کا معالج و طبیب، سخی، یحی القلب ویمیت النفس (دلوں کو زندہ کرنے والا اور نفس کو مارنے والا ہوتا ہے) مجدد و محی الدین ہوتا ہے۔ طالبان مولیٰ کے لئے محافظ و نگہبان، راہبر و رہنما و منارہ نور واصل باللہ کرنے والا، مریدین کے لئے شفیق و کریم اور دستگیر ہوتا ہے اور عوام کے لئے باعث رحمت و برکت ہوتا ہے۔ چونکہ ہر ایک کے حال سے باخبر اور کامل تصرف کا مالک ہوتا ہے۔ حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مرشد کامل وہ ہے جو طالب کے ہر حال، ہر قول، ہر فعل، ہر حالت معرفت و قرب و وصال اور ہر حالت خطرات و دلیل و وہم و خیال سے باخبر رہے۔ مرشد کو اس قدر ہوشیار ہونا

Marfat.com

چاہیے کہ وہ ہر وقت طالب کی گردن پر سوار رہے اور اس کی ہر بات اور ہر دم کی نگہبانی کرتا رہے۔ مرشد اس قدر باطن آباد ہو کہ طالب اسے حاضرات اسم اللہ ذات کی مدد سے ظاہر و باطن میں ہر وقت حاضر و ناظر سمجھے اور اس سے کامل اعتقاد رکھے۔ ہر عام و خاص مرشدی کا اہل نہیں ہوتا۔ مرشد تو پارس پتھر کی مثل ہوتا ہے جسے چھو کر لوہا سونا بن جاتا ہے۔'' (کلید التوحید کلاں صفحہ 173)

''جان لے مرشد کے چار حروف ہیں یعنی ''م، ر، ش، د'' حرف ''م'' سے مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اور زندہ دلوں کو ایک ہی توجہ سے وحدانیت ''الا اللہ'' کا مشاہدہ کرا کے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری بخشتا ہے۔ حرف ''ر'' سے طالب کو ریاضت سے رہائی دلا کر راز بخشتا ہے۔ حرف ''ش'' سے شرِ نفس و شرِ شیطان و شرِ خلق و شرِ دنیا و شرِ سیاہ دلی اور ہر اس شر کے شر سے طالب کو نجات دلاتا ہے کہ جس نے اس کے وجود کو جکڑ رکھا ہو اور اسے اس قابل بناتا ہے کہ اس کے ساتوں اعضاء یعنی ہڈیاں و مغز و گوشت و چمڑا اور رگیں اور بال وغیرہ اسم اللہ ذات کے ذکر میں زبان کھولتے ہیں اور یوں ذکر اسم اللہ ذات سے اس کا جسم اور دل اس طرح پاک و صاف ہو جاتا ہے جس طرح کہ بہتے ہوئے دریا کا پانی اور اس کے جسم کا ہر عضو اللہ پکارنے لگتا ہے اور وہ اپنے لب بند کر کے استغراق مع اللہ میں گم ہو جاتا ہے۔ حرف ''د'' سے دم و دلِ طالب اللہ نظر مرشد سے بذریعہ قدم اثبات (حاضرات اسم اللہ ذات و کلمہ طیب **لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ**) غرق فنافی اللہ ذات ہو کر دنیا و آخرت میں زندہ و جاوید ہو جاتا ہے۔ جو مرشد ان صفات سے متصف ہو وہ مرشد جامع و جمعیت بخش اور راہبر رحمان ہے اور جو مرشد ان صفات سے متصف نہ ہو وہ مرشد ناقص و خام ہے۔'' (کلید التوحید کلاں)

گویا مرشد کامل راہ حق کے راہی طالبان مولیٰ کے لئے راہبر و راہنما، کشتی امان، دیدہ بان اور خود ملاح ہوتا ہے مرشد کو ''پیر'' یا ''شیخ'' بھی کہتے ہیں ظاہر کے ساتھ ساتھ باطنی ترقی و عروج کے لئے تعلیم کے ساتھ تلقین کرتا ہے اس لئے اسے معلم علم ربانی عامل اور مرشد و مربی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان بندہ کے فرائض میں سے فرض ہے اور ہر بندہ اپنی طلب اور

Marfat.com

حوصلہ کے مطابق اس مرتبہ کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تہتر کروڑ تراسی لاکھ اور اکیس مراتب ہیں جو بندہ جس درجہ مقام و مرتبہ تک پہنچا وہاں تک وہ جانتا پہچانتا بھی ہے اور وہاں تک وہ راہبری بھی کرسکتا ہے۔ اس لئے دنیا میں سینکڑوں ایسے لوگ موجود ہیں جو راہبر کے بھیس میں راہزن ہیں، ہدایت کے بدلے گمراہی اور بدعقیدگی پھیلا رہے ہیں۔ اصل میں یہی ناقص لوگ دوسرے بندوں کی نظر میں مرشدی و مشائخیت کے عظیم مرتبہ کو غلط ثابت کر رہے ہیں۔ پھر خاص طور پر جن لوگوں کی طلب ناقص ہوتی ہے وہ بھی کامل کی تلاش سے گریز کرتے ہوئے مرشد و شیخ کے مقام سے منکر ہو جاتے ہیں حالانکہ راہبر تو منزل دکھاتا اور اس تک پہنچاتا ہے جبکہ جو خود راستہ میں گم ہے وہ دوسروں کو بھی اپنے تک محدود کر لیتا ہے پھر اس کے طالب بالآخر شیطان و نفس کے چنگل میں آ جاتے ہیں اور وہ بھی اپنے مرشد کی طرح مراتب اور مال وزر کی خواہش میں پڑ جاتے ہیں۔ لیکن کامل و اکمل کے نزدیک یہ تمام مراتب دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔ عام طور پر علم و عرفان و کمال کا اندازہ یقین کے تین مراتب سے کیا جاتا ہے۔

1- علم الیقین: یہ یقین کا پہلا مرتبہ ہے جس میں علمی و عقلی استدلال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے اس درجے کی معرفت کا دارومدار محض قیل وقال پر ہوتا ہے جس کی پرکھ تخمین وظن یعنی علمی و عقلی اندازے سے ہوتی ہے جس سے تنقید و اختلاف کی صورت پیدا ہوتی ہے جیسے کہ آج کل موجود ہے۔

2- عین الیقین: یہ یقین کا دوسرا مرتبہ ہے۔ عین الیقین یہ ہے کہ مشاہدہ سے اللہ تعالیٰ کو پہچاننا اللہ تعالیٰ کی معرفت کا یہ مرتبہ بھی درمیانہ ہے کیونکہ اس کا انحصار سنی سنائی باتوں کی بجائے مشاہدہ پر ہوتا ہے لیکن اس میں شیطانی استدراج کے دھوکے واقع ہو سکتے ہیں اور انسان ناقص مرشد کے باعث گمراہی کا شکار ہو سکتا ہے۔ اکثر ناقص مرشد اس مرتبہ پر ہوتے ہیں استدراج اور نفس و دنیا کے مشاہدات میں آ کر اپنے آپ کو صاحب کرامت سمجھتے ہیں اور مرشد بن کر لوگوں کو اپنی طرف بلانا شروع کر دیتے ہیں۔

3- حق الیقین: یقین کا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ نور بصیرت سے انوار الٰہی کے مشاہدہ کی

Marfat.com

تحقیق کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو پہچاننا معرفت حق تعالیٰ کا یہ کامل و مکمل درجہ ہے۔ مختلف مقام و مراتب پر اکتفا کرنے والے لوگ اپنے آپ کو مرشد و عارف بتاتے ہیں حالانکہ وہ کامل عارف نہیں ہوتے ایسے ناقص لوگوں کے بارے میں حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جان لے کہ دنیا میں مرشد نام، مرشد نان، مرشد قصہ خواں، مرشد لاف زن اہل زبان، مرشد پریشان اور مرشد حیوان بکثرت پائے جاتے ہیں اسی طرح طالب بھی بے شمار ہیں اور ایسے ہی عارف ہیں۔ عارف عام، عارف نام اور عارف اقدام (آگے بڑھانا) بہت ہوتے ہیں۔ اسی طرح عارف علم مطالعہ کتاب خوانی، عارف تلاوت حافظ قرآنی، عارف ذکر سلطانی، عارف ذکر قربانی، عارف عیانی، عارف نفسانی، عارف روحانی، عارف نانی، عارف حیوانی، عارف مسخرات خلق، بادشاہ، امراء، صاحب مراتب بے جمعیت اہل نقش و دائرہ کشی پریشانی عارف علم دعوت میدانی عارف فرشتہ در حیرت مانی اور عارف جنونیت، شیطانی بھی بہت ہوتے ہیں لیکن ہزاروں میں سے کوئی ایک فقیر ہوتا ہے جو فنافی اللہ عارف ربانی واقف اسرار سبحانی، عارف فناء، عارف بقاء، عارف محبوب، عارف مجذوب، عارف مرغوب، عارف مطلوب، عارف کشف الارواح اور عارف کشف القلوب ہوتا ہے۔ (نور الہدیٰ)

مزید وضاحت کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''عارف تین قسم کے ہوتے ہیں:

عارف دنیا، عارف عقبیٰ اور عارف مولیٰ۔

اول عارف دنیا:

زرو مال و جان و رجوعات خلق کا طالب ہوتا ہے مرید کی ہڈیاں بیچ کھانے، خانقاہیں بنانے، زمین و آسمان کی سیر کرانے، کشف کرامات اور ظل اللہ (عادل بادشاہ) کی ملاقات کا طالب ہوتا ہے یہ مراتب مخنث (ہیجڑہ) کے ہیں عارف دنیا مرشد مخنث ہے اور اس کا طالب بھی مخنث ہے۔

دوم عارف باللہ عقبیٰ:

Marfat.com

زاہد عابد اہل علم متقی پرہیزگار دوزخ کے خوف سے ڈرنے والا اور بہشت کی خاطر عبادت کرنے والا اس کے مراتب مؤنث (عورت) کے ہیں۔ اس کا طالب بھی مؤنث ہے۔ سوم عارف باللہ عارف مولیٰ: توحید میں غرق صاحب حضور دنیا و عقبیٰ سے دور تصور اسم اللہ ذات میں مسرور ہوتا ہے اس کے مراتب مرد کے ہیں۔'' (عین الفقر)

مرشد ناقص طالب کو چلہ کشی، ریاضت اور پھر اپنی خدمت پر لگاتا ہے جبکہ طالب صادق جب عارف باللہ فانی اللہ مرشد کامل اکمل کے ہاتھ میں آتا ہے تو وہ اسے ایک ہی توجہ سے ایک ہی دم اور قدم پر وحدت میں مستغرق کر دیتا ہے۔

طالب اللہ کو چاہئے کہ پہلے وہ کامل اکمل مرشد کی تلاش کرے پھر اس سے تلقین حاصل کرے۔

''مرشد کی دست بیعت کے بغیر ذکر کی تلقین اور یقین کی تصدیق حاصل نہیں ہوتی خواہ ساری عمر ہی کیوں نہ پڑھتا رہے باطنی معرفت سے ہمیشہ محروم رہے گا۔ عالم سے ظاہری تعلیم حاصل ہوتی ہے لیکن مرشد کامل سے باطن میں معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔'' (قرب دیدار)

حضرت سخی سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں سب سے زیادہ شان و کمال کا مالک سروری قادری مرشد ہے۔ آپ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہر طریقہ خرقہ پوش ہے لیکن قادری طریقہ محبت و معرفت توحید الٰہی کا دریا نوش ہے ہر طریقہ میں سجادگی ہے لیکن قادری طریقہ میں غرق فناء فی اللہ ہو کر نفس سے آزادگی ہے ہر طریقہ میں جبہ و دستار ہے لیکن قادری طریقہ میں مشاہدہ جمال حضور اور شرف دیدار ہے ہر طریقہ میں ورد و تسبیح ہے قادری طریقہ میں غرق وحدت و نفس ذبح ہے۔''

مرشد کامل کی نشانی کیا ہے؟ پل بھر میں دونوں جہاں سے گزار لے جانے والا۔ مرشد کامل کی نشانی کیا ہے؟ ایک ہی نظر میں غرق استغراق کر دیتا ہے۔ مقام فنا فی اللہ میں وہ قصہ خواں

Marfat.com

نہیں ہوتا نہ ہی زبانی ذاکر ہوتا ہے مرشد کامل کی نشانی کیا ہے؟ اس کی ایک نظر بہتر ہے عبادت جاوداں ہے۔ مرشد کامل کی نشانی کیا ہے؟ ہاتھ پکڑ کر وہاں لے جاتا ہے جہاں امن ہی امن ہے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:''ومن دخله كان امنا.''

ترجمہ:''جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں آ گیا۔''

اے مردوا (نامرد) کوشش کرتا کہ نامردی کے مرتبہ سے نکل کر مرتبۂ مردی حاصل کرلے۔ مرتبۂ نامردی کیا ہے؟ مرتبہ مرد کیا ہے؟ نامردی کا مرتبہ یہ ہے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں نفس و شیطان سے لڑتا ہے اور مرتبہ مرد غازی یہ ہے کہ ایک ہی وار سے اغیار نفس کے سر کو ہوا و ہوس سے جدا کر دے تا کہ ہر وقت کے محاربہ سے نجات مل جائے۔ استقامت بہتر ہے کرامت سے۔

مرشد کامل کی نشانی کیا ہے؟ بغیر حضوری ذکر کا حکم دینا طالبوں کے لئے سینکڑوں گناہ اور ہزاروں زیاں کا موجب ہے۔ کیونکہ مرشد کامل صاحب استغراق ہوتا ہے اور ذکر دوری و ہجر و فراق کا نام ہے۔ صاحب مسمیٰ کا ذکر سے کیا تعلق؟ پس مرشد کامل مکمل واصل اسے کہتے ہیں جو غیر ماسویٰ اللہ سے باہر نکال لائے اور دفتر پریشان کو دھو ڈالے اور ریاکارانہ ریاضت کی جستجو نہ کرائے۔ (عین الفقر)

سن! مرشد کامل مکمل وہ ہے جو اسم اللہ ذات یا اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش لکھ کر طالب اللہ کے ہاتھ میں تھما دے اور اس کا مشاہدہ کرا دے۔ جو طالب اللہ اس نقش کا مشاہدہ کرتا ہے بے شک وہ صراط مستقیم پا لیتا ہے جو طالب ایسے مرشد سے روگردانی کرتا ہے وہ یقیناً اسم اللہ ذات اور اسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روگردانی کرتا ہے پس جبکہ کلمہ طیب بھی یہی دو اسماء ہیں اس لئے درحقیقت وہ کلمہ طیب سے روگردانی کرتا ہے اور جو کلمہ طیب سے روگرداں و منحرف ہوتا ہے وہ مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد کی نماز، روزہ اور کسی بھی قسم کی عبادت قبول نہیں۔ (عین الفقر)

مرشد کامل کی پہچان یہ ہے اور وہ طالب صادق کو آٹھ چیزیں عطا کرتا ہے۔ طالب خطا

Marfat.com

سے محفوظ رہے اور اگر خطا کرے بھی تو مردود نہ ہو۔ وہ آٹھ چیزیں یہ ہیں۔

1-صدق المقال (سچ بولنا)

2-اکل الحلال (حلال کھانا)

3-طاعت

4-ہمت وتوفیق

اور چار چیزیں جن کا تعلق باطن سے ہے:

1-ذکر زوال جن سے تمام چیزیں ذاکر کی طرف رجوع کرتی ہیں۔

2-ذکر کمال جن سے جملہ فرشتے ذاکر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

3-ذکر حال سے جملہ انبیاء و اولیاء ازل تا ابد مومن مسلم کی ارواح ملاقات کرتی ہیں۔

4-ذکر احوال سے ذاکر غرق فی التوحید ہو کر نور حضور کے لازوال مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے۔ اور اس کا وجود پاک ہو کر معرفت الٰہی و مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضوری کے قابل ہو جاتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

''جان لے کہ قادری طریقہ بادشاہ ہے اور دوسرے تمام طریقے اس کے فرمانبردار محکوم ورعیت ہیں۔'' (نور الہدیٰ)

''تمام طریقوں کی جہاں انتہا ہوتی ہے وہاں سے سروری قادری کی ابتداء ہوتی ہے۔''

طلب تینوں بے خدا دی ہے اوّل مرشد گول کمال میاں

مرشد کا ہاتھ پکڑتے ہوئے سلطان العارفین کا یہ شعر یاد رکھنا چاہئے۔

ذاکر آں بے سر بود سرار دار

بین اوّلش دیدار بعد از اختیار

ترجمہ: ''سرفروش ذاکر (طالب) صاحب اسرار ہوتے ہیں پہلے وہ دیدار الٰہی کرتے ہیں پھر اختیار کرتے ہیں۔'' (بحوالہ مرشد کامل مؤلف ڈاکٹر محمد ایوب حسن)

Marfat.com

اب یہ سوال پیدا ہوا کہ مرشد کامل کی پہچان آخر کیا ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

طالب مولیٰ جب تلاش حقیقت کے لئے سفر کا آغاز کرتا ہے تو اس کے لئے کامل کا ہاتھ پکڑنا لازم ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اب مرشد کامل کی پہچان کیا ہے؟ وہ کیسی شخصیت کا مالک ہونا چاہئے جس کے پاس جا کر بندہ اس کی صحبت اختیار کر سکے اور اس سے سبق طریقت پڑھے اور خاص طور پر آج کل کے مشکل ترین اور پرفتن دور میں کامل کی پہچان اور بھی مشکل ترین کام ہے۔

حضرت ابو العباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی معرفت آسان ہے لیکن ولی اللہ کی حقیقت کی معرفت مشکل اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال و جمال کی وجہ سے معروف ہے لیکن ولی اللہ ایک مخلوق ہے اس لئے مخلوق کو مخلوق کی معرفت مشکل ہے کیونکہ وہ انہی کی طرح احکام شرع کی پابندی کرتا ہے لیکن اس کا باطن انوار فقر میں مشغول ہے اس لئے اس کی معرفت مشکل ہو جاتی ہے۔'' (روح البیان)

حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ان کی ظاہری شکل کو ہر کوئی دیکھتا ہے لیکن ان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں ہوتی کسی خوش بخت کو ان کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔'' اگر کسی قوم کو ان کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے تو وہ ان لوگوں کے لئے بمنزلہ محبت ہو جاتی ہے کہ اگر انہوں نے ان کی قدر و منزلت کے مطابق تعظیم و تکریم کی تو کامیاب و کامران رہیں گے۔ اگر ان سے ان کی مخالفت سرزد ہوئی یا معمولی گستاخی و بے ادبی ہوئی تو مارے جائیں گے اور خاتمہ خراب ہوگا۔ (روح البیان)

اگر طالب صادق ہو تو مرشد کامل کی پہچان آسان ہے کہ وہ اسے اپنے مطلب سے پہچانتا ہے۔ بعض لوگوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج کے گمراہی کے دور میں مرشد کامل کا ملنا ناممکن ہے۔ اس لئے اس کی طلب اور تلاش تو اپنی جگہ وہ تو سرے سے ہی انکار کر دیتے ہیں حالانکہ یہ خیال غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بے راہ روی کے دور میں بھی اہل اللہ موجود ہیں

Marfat.com

جیسے کہ حدیث شریف میں ہے "میری امت میں کچھ لوگ قیامت تک دین حق پر قائم رہیں گے۔" (مسلم)

دوسری حدیث میں ہے:

"قیامت نہیں آئے گی جب تک زمین پر اللہ والے لوگ موجود ہیں۔"

ان لوگوں کی تلاش کرنا ان کی صحبت اختیار کرنا ہم پر فرض ہے۔

فرمان حق تعالیٰ:

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔" (القرآن)

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اگر علم و عالم اور فقراءِ کامل نہ ہوتے تو جہان میں بچے کھیل کود میں اور جوان تکبر کے ساتھ مستی و ہوا میں اور بوڑھے غیبت و گپ شپ میں لگے رہتے اور ہرگز کھیل کود و مستی و ہوا و غیبت سے باز نہ آتے۔" (عین الفقر)

حدیث قدسی میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں جنہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

تاہم ایسے حقائق و شواہد بھی موجود ہیں جن سے بندہ بآسانی راہنمائی حاصل کر کے مقصد تک پہنچ سکتا ہے۔ علماء و محقق حضرات نے مرشد کی چار قسمیں بیان کی ہیں:

1- مرشد شریعت 2- مرشد طریقت 3- مرشد معرفت 4- مرشد حقیقت۔

اگر کسی طالب کو جامع صفت مرشد کامل مل جائے تو اس کی خوش نصیبی۔ اسی طرح تکوینی امور و اختیار اور باطنی عہدہ کمال کے لحاظ سے مختلف درجات و مقامات مقرر ہیں، انہیں رجال الغیب کہا جاتا ہے۔ جن کے ذمہ نظام کائنات چلانے کی کوئی نہ کوئی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

ان میں سلطان الفقر سب پر حاکم اور مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر فائز ہوتا ہے تمام فقراء اولیاء عامل اور تکوینی امور چلانے والے سب کے سب سلطان الفقر سے فیض پاتے ہیں جو

Marfat.com

سلطان الفقر کو نہیں مانتا اس سے عہدہ لے لیا جاتا ہے اور اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ گویا سلطان الفقر نائب رسول، محی الدین و مجدد دین ہوتا ہے اور پورے نظام باطن تکوینی امور و اختیار اور روحانیت کے میدان میں شہ سوار، نور الہدیٰ صاحب جمعیت، قطب الاقطاب، شیخ المشائخ اور مظہر ذات ہوتا ہے۔ سلطان الفقر ہستی کا فیض ہر زمانے میں ہوتا ہے۔ (زمانہ کی مدت متعین نہیں)

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''چونکہ اسم اللہ ذات جامع جمیع صفات و منبع جمیع کمالات ہے لہٰذا وہ اصل تجلیات اور رب الارباب کہلاتا ہے۔ اس کا مظہر جو عین ثانیہ ہوگا۔ وہ عبداللہ عین الاعیان ہوگا۔ عبداللہ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور رب الارباب اور اسم اعظم ہے ہر زمانے میں ایک شخص قدم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر رہتا ہے جو اپنے زمانے کا عبداللہ ہوتا ہے۔ اس کو قطب الاقطاب و غوث کہتے ہیں۔ جو عبداللہ یا محمدی المشرب ہوتا ہے۔ وہ بالکل بے ارادہ، تحت امر اور قرب فرائض میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کچھ کرنا ہوتا ہے۔ اس کے توسط سے کرتا ہے۔ (فصوص الحکم: 232)

اسی طرح حضرت شیخ موید الدین جندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اسم اعظم وہ ہے جس کا ذکر مشہور ہو چکا ہے، جس کی خبر چار سو پھیل گئی ہے، جس کا چھپانا لازم اور ظاہر کرنا حرام ہے۔ وہ حقیقتاً و معناً عالم حقائق و معنی سے ہے اور سورۃ و لفظاً عالم صورت و الفاظ سے ہے جمیع حقائق کما لیہ سب کی سب احادیث کا نام حقیقت ہے اور اس کے معنی وہ انسان کامل ہے جو ہر زمانہ میں ہوتا ہے یعنی وہ قطب الاقطاب اور امانت الٰہیہ کا حامل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور اسم اعظم کی صورت ولی کامل کی ظاہری صورت کا نام ہے۔'' (تفسیر روح البیان)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''فقر ایک صورت نور ہے جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت نصیب رہتی ہے۔ یہ ایک فیض بخش صورت ہے جس کا نام سلطان الفقر ہے۔ سلطان الفقر کا نور آفتاب سے زیادہ

Marfat.com

روشن اور اس کی خوشبو کستوری و گلاب و عنبر و عطر کی خوشبو سے زیادہ فرحت بخش ہے۔ جو شخص دوران خواب سلطان الفقر کی زیارت کر لیتا ہے۔ وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور حضور اس خوش نصیب کو باطن میں دست بیعت کر کے تلقین فرماتے ہیں۔'' (کلید التوحید کلاں)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(ترجمہ) ''اللہ تعالیٰ ہر صدی کی ابتدا میں ایک ایسا بندہ مبعوث فرمائے گا جو دین کی تجدید فرمائے گا۔'' (روح البیان مرواہ ابوداؤد فی سنہ)

ایسی ہستی کامل (مرشد کامل) کو صورت و سیرت سے پہچانا جاتا ہے۔ بشرطیکہ دل میں سچی طلب ہو کیونکہ جو پورے جذبہ ذوق و شوق سے مرشد کی تلاش کرتا ہے تو کبھی مایوس نہیں لوٹتا اور جس کے دل میں معمولی کجی (ٹیڑھ) ہوتی ہے وہ اس تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''جس نے اپنے زمانے کے امام کو ادراک قلب سے دریافت نہیں کیا پس تحقیق وہ جہالت (کفر) کی موت مرے گا''۔

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کیست کافر بے خبر ز ایمان شیخ

کیست مردہ بے خبر ز جان شیخ

ترجمہ: ''(یعنی) کافر ہے وہ جو شیخ (مرشد) کی قوت ایمانی سے ناواقف ہے اور مردہ ہے وہ شخص جو کامل مرشد کی روحانی طاقت سے بے خبر ہے'' حدیث قدسی:

من طلبنی فقد وجدنی۔ ''جو میری طلب کرتا ہے وہ مجھے پالیتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ چونکہ نہ زمین میں سما سکتا ہے اور نہ آسمانوں میں بلکہ بندہ مومن کے دل میں سما جاتا ہے جہاں اس کی سمائی ہے وہاں سے انوار و صفات کا اظہار ہوتا ہے جن سے طالب پہچان حاصل کر لیتا ہے۔ مرشد کامل کو مندرجہ ذیل صفات سے پہچانا جاتا ہے:

Marfat.com

مرشد کامل کی پہلی صفت ونشانی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو حق ذات کی پہچان ومعرفت وقرب کی دعوت دے گا اور اس کی صحبت میں رہنے والے طالب (مرید) دونوں جہان سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے یعنی وہ طالب دنیا و طالب عقبیٰ سے طالب مولیٰ بن چکے ہوں گے۔ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی مرشد کے کمال کا اندازہ اس کے طالب (مریدین) سے لگایا جاتا ہے اگر اس کے طالب (مریدین) دنیا کی طرف توجہ رکھتے ہیں تو مرشد بھی اہل دنیا سے ہے۔ اگر طالب عقبیٰ کی خواہش رکھتے ہیں تو مرشد اہل جنت سے ہے اگر طالب (مریدین) ماسویٰ اللہ کے کسی کو طلب نہیں کرتے تو سمجھ لیں ان کا مرشد کامل ہے۔ یعنی مرشد کامل کی دعوت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اس کی تعلیم وتلقین و نظر نگاہ سے ایک عام آدمی طالب مولیٰ بن جاتا ہے۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

دوسری شناخت کہ جس کا سلسلہ طریقت آخر میں یا درمیان میں یا شروع میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع ہو فیض محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم اور گمراہ ہوتا ہے۔ ایسا مرشد جتنا بھی کمال ظاہر کرے بالآخر اس کا طالب گمراہی و جہالت کے گڑھے میں جا گرتے ہیں اور روسیاہ رہتے ہیں۔ مرشد کمال جامع جمعیت، صحیح العقیدہ، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند اور باطنی رابطہ واتصال رکھتا ہو۔ جو مرشد شریعت اور سنت مبارکہ پر صدق دل سے عامل نہیں اس کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔

''اگر تم کسی شخص کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھو یا آگ کھاتا ہوا دیکھو یا پانی پر چلتا ہوا دیکھو اور وہ میری سنتوں میں سے کسی ایک سنت کا تارک ہو تو اسے جوتے مارو کہ وہ شیطان ہے اور اس سے جو کچھ صادر ہو رہا ہے وہ محض استدراج ہے۔'' (المرید ازعین الفقر)

حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''اے عاقل اے طالب دیکھ یہ مشائخ طریقت وارباب حقیقت سب کے سب شریعت مطہرہ کی تعظیم کر رہے ہیں اور کیوں نہ کریں کہ وہ اصل نہ ہوئے مگر اسی تعظیم اور اسی سیدھی راہ پر چلنے کے سبب ان سے یا ان کے سوا اور اولیاء کاملین کے سرداروں میں سے کسی سے بھی منقول نہیں ہے کہ اس نے شریعت مطہرہ کے کسی حکم کی تحقیر کی ہو یا اس کے مقبول کرنے سے باز رہا ہو بلکہ وہ اس اس کے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں اور اپنے باطنی علوم کی بنیاد سنت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھتے ہیں۔'' (تصوف و طریقت)

اکمل ہستی کی ظاہری صورت پر اسم اللہ ذات کا رنگ چڑھا ہوتا ہے ایسے بے مثل رنگ کی کوئی مثال وتشبیہ نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ''یہ اللہ کا رنگ ہے اور بھلا اللہ کے رنگ سے بڑھ کر اور کس کا رنگ بہتر ہے۔'' (البقرہ)

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب ونفس اور جسم کا رنگ ولی کامل کے قلب قالب اور جسم پر چڑھ جاتا ہے اور یہی صبغۃ اللہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ رنگ بلا واسطہ صحبت رسول اللہؐ سے حاصل ہوا اور تابعین کو یہ ایک یا چند واسطوں کے بعد حاصل ہوا۔'' (قرب الٰہی)

حدیث شریف میں ہے:

''اللہ کے بعد بندے ایسے ہیں جو نہ انبیاء علیہم السلام ہیں اور نہ شہداء لیکن قیامت میں ان کے درجات کو دیکھ کر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔ عرض کی گئی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سے حضرات ہوں گے ہمیں ان کا تعارف کروائیے اور ان کے اعمال بھی بتائیے۔ (تاکہ ہم بھی اس زمرہ میں شامل ہو سکیں) یا کم از کم ان سے محبت کر سکیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ہیں جو رشتہ داری اور مال و دولت کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کریں گے بخدا ان کے چہرے انوار سے چمکتے ہوں گے اور نور کے منبروں پر بیٹھیں ہوں گے اور قیامت کے

Marfat.com

دن جب اور لوگ خوفزدہ ہوں گے انہیں کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا اور جب لوگ غم سے مر رہے ہوں گے وہ ہر قسم کے غم سے محفوظ ہوں گے۔'' (روح البیان)

حضرت عبداللہ سلمٰی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اولیاء کرام کی کوئی علامت ہے جس سے ہم انہیں پہچان سکیں کہ واقعی یہ اولیاء اللہ ہیں۔ فرمایا: ان کا کلام نرم اور خلق حسن میں یکتا اور چہرے پر بشاشت ٹپکتی ہے اور وہ سخاوت کرتے ہیں اور ہر ایک سے شفقت سے پیش آتے ہیں اور ہر ایک کا عذر قبول کر لیتے ہیں۔

مرشد کمال کی صورت دیکھ کر ہر بندہ اس کے دام محبت میں آ جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: اے جبرائیل میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ تو جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتا ہے۔ پھر آسمان میں منادی کرتے ہیں: اے اہل آسمان اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر سب اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر زمین میں اس نیک بندے (مرشد کامل) کی مقبولیت کا چرچا ہو جاتا ہے اور زمین والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ (مسلم شریف)

تفسیر مظہری میں حضرت اسماء بنت یزید سے نقل ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: کیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو سب سے بہتر ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتایئے۔ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جب ان کا دیدار ہو خدا یاد آ جائے کیونکہ ان کا دل ایسا آئینہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا عکس پڑا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: ''وہ لوگ ہیں جن کو دیکھنے سے اللہ کی یاد آئے۔'' (بغوی)

شیخ ابو مدین قدس سرہ نے فرمایا کہ شیخ کامل وہ ہے جو سالک کو سیرت حسن کی تصویر بنا

Marfat.com

دے اور ہر قدم راہ راست پر پہنچا دے اور معرفت الٰہی کے انوار سے قلب کو منور فرما دے، غیوبیت سے ہٹا کر مشاہدہ میں لگا دے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مرشد کامل طالب اللہ کو تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے معرفت و دیدار کا سبق دیتا ہے اور دنیائے جیفہ مردار سے بیزار کر کے ہزار ہا بار توبہ کراتا ہے مرشد کامل وہ ہے جو تصور اسم اللہ ذات سے معرفت دیدار منکشف کرتا ہے اور پھر اسم اللہ ذات میں لوٹ آتا ہے کیونکہ ابتداء و انتہا کا کوئی مرتبہ بھی اسم اللہ ذات سے باہر نہیں۔'' (نور الہدیٰ)

آپ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''جو فقیر مکمل طور پر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے وہ مرشد کامل ہوتا ہے ایسا مرشد کامل طالب صادق کو پہلے ہی روز علم دیدار کا سبق دیتا ہے۔'' (نور الہدیٰ)

حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرشد کامل کو تین نشانیوں سے پہچانا جاتا ہے۔

1- جب مرشد کامل کی صورت (چہرہ) پر پہلی نظر پڑے تو گواہی دے اور اس قدر اطمینان ہو کہ دل یہ خواہش کرے اس نورانی چہرے کو بس دیکھتا ہی رہوں۔

ایہہ تن میرا چشماں ہووے میں مرشد ویکھ نہ رجاں ہو

2- جب مرشد کامل کی گفتگو سنے تو پھر اس کے دل میں خواہش پیدا ہو کہ ایسی پر لطف گفتگو ہوتی رہے اور میں سنتا رہوں۔

3- اگر وہ مرشد کامل کی صحبت میں بیٹھے تو اس میں خواہش پیدا ہو کہ اس کی صحبت میں ہی رہوں۔

مرشد کامل کی شخصیت اس قدر مسحور کن اور نورانی ہوتی ہے کہ طالب اس کے حلقہ میں آ کر فرحت، آسودگی، آزادی اور خوشی محسوس کرتا ہے طالب اللہ کو مرشد کامل پہلے ہی روز سبق دیتا

Marfat.com

ہے کہ اپنے نفس کو طابع فرمان کر کے اہل صفا میں سے ہو جایا یہ کہ نفس کی انانیت و ہستی کو فنا کر دے یہ کام اسم اللہ کی حاضرات کے سبب تکمیل پاتا ہے ہر آدمی کے وجود کا ایک مرتبہ ہے اور ہر مرتبہ کے آدمی یعنی اہل نفس، اہل قلب، اہل روح، اہل سر اور اہل توفیق نور الٰہی کی اپنی الگ الگ صورت ہے جس سے اس کی پہچان ہوتی ہے چنانچہ نفس امارہ والے کی صورت کو اس سے جاننا چاہئے کہ وہ ترش اور بدخو ہوگا جو بات کرے گا جہالت کی کرے گا چاہے وہ کتنا ہی پڑھا لکھا کیوں نہ ہو یعنی اس کی گفتگو میں قہر غضب اور غصہ ہوگا۔ صاحب قلب صفا دل ذاکر کی صورت اس بات سے پہچانی جائے گی کہ اس میں محبت ہوگی اخلاص ہوگا اور اس کی گفتگو میں وہ تاثیر ہوگی کہ سننے والے کو لذت آئے گی اور وہ روشن ضمیر ہو جائے گا اہل روح ذاکر کی صورت کو اس بات سے پہچاننا چاہیے کہ اس کا ہر بول پر اخلاص اور منافقت سے پاک ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ سے یگانگی کی تاثیر بخشے گا۔ صاحب سر کی صورت کو اس بات سے پہچانا جائے گا کہ صاحب سر کی زبان کے ہر بول میں مشاہدہ اسرار ربانی کا بیان ہوگا اس کا جسم دنیا میں ہوتا ہے مگر جان لامکان میں اس کی گفتگو میں وہ تاثیر ہوتی ہے کہ سننے والے کے وجود میں حیا اور ادب پیدا ہوتا ہے اور صاحب توفیق (مرشد کامل اکمل) کی صورت کو اس بات سے پہچاننا چاہئے کہ وہ ہمیشہ طاعت و بندگی میں عاجزی وانکساری سے سر جھکائے پورے صدق کے ساتھ اپنے معبود کے سامنے سجدہ ریز رہتا ہے اس کی بول چال میں وہ تاثیر ہوتی ہے کہ جس سے یہودی صفت نفس امارہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ یہ سب صورتیں وجود میں جمع ہو جاتی ہیں تو مجموعی طور پر وجود نیک سیرت ہو جاتا ہے اس میں مشاہدے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے وجود میں صورت نور الٰہی ظاہر ہوتی ہے۔ صورت نور الٰہی لازوال کو اس بات سے پہچاننا چاہئے کہ اس (طالب) کے منہ سے نکلنے والی ہر بات سے مشاہدہ ربانی و قرب و حضور کی بدولت نور الٰہی جھلکتا ہے۔ (کلید التوحید خورد)

اللہ تعالیٰ کے بعض محبوب بندے اس طرح رہتے ہیں کہ ان کی پہچان عام علامات سے کرنا ناممکن ہوتا ہے۔

Marfat.com

اس فکری انحطاط اور پرفتن غیر آسودہ ماحول میں جہاں انسان کی حقیقت کو پامال کیا جا رہا ہے اس کی حالت پس خوردہ اور لاغر کردی گئی اس کی ترقی باطن کو کمال عرفان کی بجائے فلسفہ اور جادو زہد، خلوت، ریاضت کو بدعت قرار دیا گیا ہے۔ تصرف پر بے شمار و خطرناک حملوں اور پر حوادث ماحول بنانے میں جن مخالفین کا ہاتھ ہے ان میں ایسے لوگ بھی شمار ہیں جو پیر شیخ کے روپ میں اس پر عظمت اور اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرم بندوں کے منصب و مقام کو بدنام کر رہے ہیں یہ لوگ راہبر کی صورت میں راہزن، سادہ کی صورت میں چور، خیر خواہ کی صورت میں دشمن جان، بزرگ کی صورت میں اصل شیطان اور خطرناک ترین ہیں۔ (بحوالہ مرشد کامل مؤلف ڈاکٹر محمد ایوب خاں)

صحبت شیخ کے متعلق محدثین وفقہاء اور صوفیاء کرام نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ فقیہہ محدث احمد شہاب الدین بن حجر ہیثمی فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں کہ سالک کے لئے بہتر ہے کہ ان معارف کو حاصل کرنے سے قبل ان امور پر کاربند رہے جن کا حکم اس کے شیخ کامل نے دیا ہے کیونکہ اس کا شیخ ہی طبیب اعظم ہے وہ ہر ایک کو اس کی بیماری اور مزاج کے مطابق دوا تجویز کرتا ہے اور اسے وہی غذا دیتا ہے جو اس کے لئے فائدہ مند ہو۔

شیخ الاسلام ابراہیم باجوری رحمۃ اللہ علیہ ''جوہر توحید'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ''یعنی اخلاق کے ساتھ متصف ہو جا جن پر بہترین لوگ کاربند رہے۔''

پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی شیخ کے ہاتھ پر ریاضت کی منازل طے کرنا زیادہ منافع بخش ہے کیونکہ صوفیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قول ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک ہزار آدمیوں کے لئے ایک مرد کامل کا حال ایک آدمی کو ہزار آدمیوں کے وعظ سے بہتر ہے۔ سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے شیخ کامل کی اتباع کرے جو قرآن وسنت کو جاننے والا ہو یعنی بیعت کرنے سے پہلے اسے پرکھ لے۔ اگر وہ قرآن وسنت پر عمل پیرا ہو تو اس کی صحبت کو لازم پکڑے اس کے حضور مؤدب رہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی توبہ سے اس کا دل صاف ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت

Marfat.com

کا داعی ہے۔

1- سالک کو چاہئے کہ وہ شیخ عارف کی صحبت اختیار کرے جو اس کو ہلاکتوں سے بچائے۔

2-اس کے دیدار سے خدایاد آتا ہو اور بندہ کو مولیٰ تک پہنچائے۔

3-اپنے ہر ہر سانس کا محاسبہ کرے اور اپنے خواطر کا ترازو میں وزن کرے۔

4-فرائض جو کہ راس المال ہیں ان کی حفاظت کرے اور نوافل جو کہ سراسر نفع ہیں ان پر مواظبت اختیار کرے۔

5-خالی الذہن ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور ان تمام امور نوافل میں اعانت مولیٰ اس کے شامل حال ہو۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ عالم اگرچہ علم میں تبحر ہو اور اپنے زمانہ کا یکتائے روزگار بن جائے تو بھی اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے علم پر اکتفا کرے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ اہل طریقت کی بارگاہ میں حاضر ہوتا کہ وہ اس کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کریں یہاں تک کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جائے جن کے تصفیۂ باطن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں الہام فرماتا ہے۔اسے چاہئے کہ وہ دنیاوی آلائش سے چھٹکارا حاصل کرے اور اس کے علم میں جو حرص وہوا اور نفس امارہ کی آلائش ہو چکی ہے اس سے اجتناب کرے تا کہ اپنے دل کو علم لدنی سے فیض یاب کرنے کے لئے تیار کرے اور مشکوٰۃ نبوۃ کے انوار حاصل کرنے کے قابل ہو جائے۔یہ عموماً ایسے شیخ کامل کی خدمت میں حاضر ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔ جو نفسانی امراض کے علاج اور نفس کو معنوی نجاست سے پاک کرنے کا طریقہ جانتا ہو تا کہ وہ اسے نفس امارہ کی رعونت اور اس کی خفیہ فریب کاریوں سے نجات دلائے۔

اہل طریقت کا اجماع ہے کہ انسان پر کسی شیخ طریقت کی بیعت کرنا واجب ہے جو اسے ان صفات کو زائل کرنے کا طریقہ بتائے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضوری سے مانع ہوں۔

Marfat.com

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفیائے کرام کی جماعت میں داخل ہونا فرض عین ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی شخص قلبی امراض اور عیوب سے خالی نہیں۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ میں ابتداء میں احوال، صالحین اور مقامات عارفین کا منکر تھا حتیٰ کہ میں اپنے مرشد یوسف نساج کی صحبت سے فیض یاب ہوا۔ وہ مجاہدہ کے ساتھ میرے دل کی صفائی کرتے رہے یہاں تک کہ میں واردات سے مشرف ہوا اور میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ اے ابو حامد! اپنی مشغولیات کو چھوڑ دو اور اس قوم کی سنگت اختیار کرو جن کو میں نے زمین میں اپنی توجہ کا مرکز ٹھہرایا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے میری محبت میں دارین (دنیا و آخرت) کا سودا کر دیا۔ میں نے عرض کی: باری تعالیٰ مجھے ان کے بارے میں حسن ظن عطا فرما۔ فرمایا: میں نے عطا فرما دیا۔ دنیا کی محبت میں مشغول نہ ہونا یہی تیرے اور ان کے درمیان دیوار ہے اس کی محبت سے خود بخود دستبردار ہو جا۔ قبل اس کے کہ تجھے مجبوراً اس سے ہاتھ اٹھانا پڑے۔ اے غزالی! میں نے تجھ پر جوارِ اقدس سے اپنے انوار کی بارش کر دی۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ میں خوشی خوشی بیدار ہوا اور شیخ یوسف نساج کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب ذکر کیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا: اے ابو حامد! یہ تو ہمارے ابتدائی اشارے ہیں اگر تو نے ہماری صحبت جاری رکھی تو تیری بصیرت کو تائید الٰہی کا سرمہ لگا دیا جائے گا۔

شیخ ابن عطاء اللہ سکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص طریقت اور راہِ سلوک کو اپنانے کا پختہ عزم رکھتا ہو اسے چاہئے کہ کسی شخص کی تلاش کرے جو اہل تحقیق میں سے ہو اور طریقت کے اسرار و رموز سے واقف اور نفس کا تابع نہ ہو اسے مولیٰ کی بارگاہ میں حضوری حاصل ہو اور جب اسے ایسا مرشد مل جائے جو ان تمام صفات کا جامع ہو اسے چاہئے کہ وہ اس کی حکم کی اتباع کرے اور جن چیزوں کو ترک کرنے کا حکم دے ان سے رک جائے۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارا شیخ وہ نہیں جس سے تم نے کچھ سنا ہو بلکہ تمہارا شیخ وہ ہے جس سے تم نے کچھ حاصل کیا ہو۔

Marfat.com

تمہارا شیخ وہ نہیں جس کا کلام تم نے سنا ہو بلکہ تمہارا شیخ وہ ہے جس کا ایک اشارہ تم میں سرایت کر جائے۔ تمہارا شیخ وہ نہیں جو تمہیں دروازہ کی طرف بلائے بلکہ تمہارا شیخ وہ ہے جو تمہارے تمام حجابات اٹھا دے اور تمہارا شیخ وہ نہیں جو تمہیں اپنے حال سے بلند مقام پر فائز کر دے، تمہارا شیخ وہ ہے جو تمہیں حرص و ہوا کے قید خانہ سے باہر نکال کر مولیٰ سے ملا دے۔ فرماتے ہیں کہ تمہارا شیخ وہ ہے جو تمہارے دل کے آئینہ کو صیقل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں انوار الٰہی اور اس کی تجلیات کی بارش ہو جاتی ہے اور تجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک لے جائے اور اس سفر میں تمہارے ساتھ قدم بقدم چلتا رہے حتیٰ کہ بارگاہ قدسی کے انوار میں داخل کر کے کہے: یہ ہے تمہارا پروردگار۔ فرماتے ہیں کہ ایسے آدمی کی صحبت اختیار نہ کر جس کا حال تمہاری بلندی درجات کا سبب نہ ہو اور جس کا حال اللہ تعالیٰ کی طرف راہنمائی نہ کرے۔

امام ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشہور قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں:

☆ اگر تیرے لئے مقدر سازگار ہو اور قضا تجھے ایسے شیخ کامل کی بارگاہ میں لے جائے جو رموز حقیقت سے آشنا ہو تو۔

☆ تو اس کی خوشنودی میں مصروف ہو جا اس کے حکم کی اتباع کر اور ان تمام امور کو ترک کر دے جن میں پہلے جلد بازی کرتا تھا۔

☆ اور شیخ کے جن امور سے تو ناواقف ہو ان پر اعتراض نہ کر کیونکہ اعتراض کرنا لڑائی جھگڑے کے مترادف ہے۔

☆ حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ تیرے لئے کافی ہے جب انہوں نے بچہ کو قتل کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ان پر اعتراض کرتے تھے۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کا فائدہ یہ ہے کہ وہ مرید کے لئے ''وصول الی اللہ'' کے راستے کو مختصر کر دیتا ہے جو بغیر شیخ کے اس راستہ پر چلتا ہے وہ بھٹک جاتا ہے

Marfat.com

اور اپنی تمام عمر صرف کرنے کے باوجود بھی منزل مقصود کو حاصل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ شیخ اس گائیڈ کی مثل ہوتا ہے جو تاریک راتوں میں حاجیوں کی راہنمائی کرتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر اس منزل کا حصول بغیر شیخ کے صرف کتابوں کے مطالعہ سے ممکن ہوتا تو حجۃ الاسلام امام غزالی، امام عزالدین بن عبدالسلام رحمہم اللہ علیہم جیسے علماء کو شیخ کی ضرورت پیش نہ آتی۔ حالانکہ وہ طریقت میں داخل ہونے سے پہلے فرمایا کرتے تھے جو شخص بھی یہ گمان کرتا ہے کہ ہمارے اس طریقہ کے علاوہ بھی حصول علم کا کوئی راستہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے لیکن جب دونوں طریقت میں داخل ہو گئے تو فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے تو اپنی عمر کے کثیر ایام بے کاری اور حجاب میں گزار دیئے اور اس طرح انہوں نے صوفیاء کرام کے طریقہ کو ثابت کیا اور اسکی تعریف وتوصیف کی۔''

شیخ ابوعلی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص تمام علوم وفنون کا جامع ہو اور مختلف قسم کے لوگوں کے ساتھ اس کی صحبت ہو پھر بھی وہ صوفیائے کرام کے مقام ومرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا تاوقتیکہ وہ کسی شیخ سے تربیت حاصل نہ کرلے۔ جو شخص کسی شیخ کامل سے تربیت حاصل نہیں کرتا تصحیح معاملات میں اس کی اتباع جائز نہیں۔''

شیخ ابومدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''جو متادب شیوخ سے آداب حاصل نہیں کرتا وہ اپنے متبعین کے لئے خرابی عمل کا باعث بنتا ہے۔''

شیخ ابوزروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم وعمل کا مشائخ عظام سے حاصل کرنا دوسرے لوگوں سے حاصل کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

1۔ ترجمہ: ''بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں جو ان کے سینوں میں محفوظ ہیں جنہیں علم دیا گیا۔''
(العنکبوت:49)

Marfat.com

2- ترجمہ: ''اور پیروی کرو اس کے راستہ کی جو میری طرف مائل ہوا۔'' (لقمان:15)
''تو اس راستے پر بغیر کسی راہبر کے نہ چل جسے تو جانتا نہیں وگرنہ نشیب وفراز میں گر جائے گا۔''

کیونکہ راہبر اور مرشد سالک کو امن وامان کے ساحل تک پہنچاتا ہے اور اس کو پھسلنے اور راستہ کے خطرات سے بچاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسے راہبر کی راہنمائی میں اس راستہ پر چل چکا ہوتا ہے جو اس راہ کے پیچ وخم سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہے یہاں تک کہ اس کو مطلوبہ منزل تک پہنچا دیتا ہے اور پھر اسے دوسروں کی راہنمائی کے لئے اجازت دے دیتا ہے۔ شیخ معظم مربی عارفین محمد ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کسی ایسے شخص کے دست اقدس میں ہاتھ دو جو باحیات ہو، عارف باللہ، مخلص اور صادق ہو، علم صحیح اور ذوق سلیم کا مالک ہو، بلند ہمت اور مقبول حالت والا ہو۔ اس نے منازل سلوک کو مشائخ کرام کے ہاتھ پر طے کیا ہو۔ بزرگوں سے آداب حاصل کیے ہوں راستہ کے پیچ وخم جاننے والا ہو تا کہ تجھے ہلاک ہونے سے بچائے اور ماسوی اللہ سے فرار کی تجھے تعلیم دے۔ منازل سلوک میں تجھے اپنے ساتھ چلائے، یہاں تک کہ تجھے اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے اور اس کے ساتھ ساتھ تجھے نفس کے نقائص سے آگاہ کرے اور ان احسانات سے آشنائی کرائے جو تجھ پر اللہ کی طرف سے ہیں جب تجھے اس کا عرفان حاصل ہو جائے گا تو اس سے محبت کرنے لگے گا اور جب محبت کرنے لگا تو اس کے حصول میں مجاہدہ کرے گا تو وہ تجھے اپنی راہ دکھائے گا اور تجھے اپنی بارگاہ کے لئے منتخب کرے گا۔'' تصور کا تعلق محبت سے ہے جب طالب کا عشق مرشد سے انتہا کو پہنچتا ہے تو پھر مرشد کا تصور اس کے پورے وجود سے جھلکتا نظر آتا ہے۔ اس کی صورت وسیرت میں مرشد سے مشابہت ہو جاتی ہے۔ اسے مرتبہ فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔ اس سٹیج پر طالب اپنے مرشد کے تصور اور تصرف وتوجہ سے ایک لمحہ بھی دور ومحروم نہیں رہتا۔ حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

''طالب صادق مرشد کامل سے اتنی شدید محبت کرتا ہے کہ اس پر عاشقوں کا یہ قول صادق آتا ہے کہ میرا گوشت تیرا گوشت میرا خون تیرا خون وہ اپنے مرشد پاک کے سامنے عجز وانکساری سے خاک بن کر رہتا ہے۔ اس پر اپنی جان فدا کرتا ہے اور اس کی محبت میں اپنا دل چاک چاک کر دیتا ہے اگر طالب مرشد سے بے اخلاص و بے اعتقاد ہو کر اس سے روگردانی اختیار کرتا ہے اور اس کی مخالفت پر اتر آتا ہے تو خس کم جہاں پاک، وہ دنیا و آخرت میں ہلاک ہو جاتا ہے۔'' (نور الہدیٰ)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی صاحب صورت فنافی الشیخ طالب گناہ کی طرف مائل ہونے لگتا ہے تو صورت شیخ مانع ہو کر اسے گناہ سے روک لیتی ہے اور پوری قوت سے شہوت گناہ کا غلبہ توڑ دیتی ہے اگر کوئی صاحب صورت فنافی الشیخ طالب سوتا ہے تو توفیق الٰہی سے خواب میں وہ صورت اس کا ہاتھ پکڑ کر توحید ''الا اللہ'' کی معرفت میں غرق کر دیتی ہے۔ اگر کوئی صاحب صورت فنافی الشیخ طالب مراقبہ کرتا ہے تو وہ صورت اس کی دستگیری کرتی ہے اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری سے مشرف کر کے اسے مراتب و مناصب دلواتی ہے۔ یہ مرتبہ ہے باطن صفا فنافی الشیخ طالب کا ایسے ہی طالب کے لئے آیا ہے کہ ''سلام ہو اس پر جو ہدایت کی راہ چلا'' (نور الہدیٰ)

''مقام فنافی الشیخ یہ ہے کہ جوں ہی طالب اللہ اپنے شیخ کی صورت کو اپنے تصور میں لاتا ہے تو اسی وقت صورت شیخ حاضر ہو کر اس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے اور اسے معرفت الٰہی عطا کر دیتی ہے یا اسے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا دیتی ہے۔ ایسے شخص کو ''یحیی و یمیت (یعنی دل کو زندہ کرنے

Marfat.com

والا اور نفس کو مارنے والا) کہتے ہیں۔ (ارشاد الطالبین:95)

تصور شیخ نص و حدیث سے ثابت ہے۔ قرآن پاک کی سورۂ یوسف میں مذکور ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ارادہ کر لیا اور وہ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام بھی ارادہ کر لیتے اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے۔ اس آیت کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول تفسیر صاوی میں موجود ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی صورت ظاہر ہوئی جسے اس آیت میں رب کی برہان کہا گیا ہے اور اسی کے باعث آپ اس ارادے سے محفوظ و مامون رہے۔ اس آیت سے اولیاء و صوفیاء نے تصور شیخ یا رابطہ کا ثبوت لیا ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی روایت موجود ہے کہ انہوں نے اپنے ماموں ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ عنہ سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک پوچھا تا کہ اپنے ذہن میں محفوظ کر سکیں۔ یہ حدیث بھی تصور شیخ کی دلیل ہے۔ متعدد احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ صحابہ کرام حدیث بیان کرتے وقت فرماتے: کانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں۔ مواہب الدنیہ اور کتب فقہ میں بھی اس بات کی تصریح موجود ہے کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے وقت زائر کو چاہئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کا تصور کرے۔ ان تمام دلائل سے تصور شیخ کا ثبوت ملتا ہے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات جلد سوم میں فرماتے ہیں: تصور شیخ بلا کسی تکلف کے حاصل ہو جانا پیر و مرید کے درمیان نسبت کی علامت ہے جو فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور بارگاہ الٰہی میں پہنچنے کا کوئی راستہ اس سے زیادہ قریب کا نہیں ہے، جسے طریقت کی بڑی دولت ملی ہو اسے یہ سعادت بھی عطا کی جاتی ہے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فقرات میں ارشاد فرمایا: ''پیر کا سایہ ذکر الٰہی سے بڑھ کر ہے۔'' شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ القول الجمیل میں فرماتے ہیں کہ جب مرشد موجود نہ ہو تو اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان محبت و تعظیم سے خیال کرتا رہے پس اس کے تصور سے وہی فائدہ پہنچے گا جو اس

Marfat.com

کی صحبت سے پہنچتا ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت قدس سرہٗ ملفوظات حصہ میں فرماتے ہیں: خلوت میں صورت شیخ کا تصور کرے اور یہ خیال کرے کہ میرا شیخ میرے سامنے اور اپنے قلب کو شیخ کے قلب کے نیچے تصور کر کے اس طرح سمجھے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیوض وانوار شیخ کے قلب پر فائض ہو رہے ہیں اور وہاں سے چھلک کر میرے دل میں آ رہے ہیں اس تصور کو قائم کرے یہاں تک کہ تکلف کی حاجت نہ رہے۔ کچھ عرصہ بعد یہ حالت ہو جائے گی کہ شجر حجر اور در و دیوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی بلکہ کسی حال میں بھی جدا نہ ہوگی اور ہر کام میں مددگار ہوگی۔

عارف کامل حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ سراج العوارف میں فرماتے ہیں: اپنے مرشد کو ہر آن ہر وقت ہر حالت سے آگاہی اور خبردار جانے یعنی حقیقتاً اپنی صفت علیمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس مظہر یعنی برزخ شیخ میں جلوہ گر ہے وہ میرے حال سے واقف ہے۔ چنانچہ وہی تمام عالم میں مختلف مظاہر میں جلوہ گر ہے۔ یہاں بھی اپنی صفت ہدایت اور اپنے اسم ہادی کے ساتھ اس برزخ میں تجلی فرما ہو کر ہدایت فرماتا ہے اور شیخ اس کے اسم ہادی کا مظہر ہے۔

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ”راہ طریقت میں سب سے پہلی اور اہم بات مرشد کامل کا ملنا ہے۔ جسے مرشد کامل کی صحبت نصیب ہو گئی سمجھ لے اسے منزل مل گئی۔ اس لئے طالب مولیٰ پر یہ لازم ہے کہ بیعت کرتے وقت مشاہدہ حق تعالیٰ اور اطمینان قلب کے ساتھ یقین کامل رکھے کیونکہ اس کا ظاہری ہاتھ مرشد کے ظاہری ہاتھ پر ہوتا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں اس کی روح کا ہاتھ مرشد کامل کے انوار ذاتی کے ہاتھ پر ہوتا ہے کیونکہ مرشد وہ نہیں جو صرف ظاہری ہاتھ پکڑ کر نصیحت کر دے بلکہ مرشد کامل اپنی روحانی قوت وتصرف کے ہاتھ سے طالب کے دل پر کنٹرول کرتا ہے۔“

Marfat.com

جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(ترجمہ) ''ہاتھ تو اس کا ہوتا ہے اور اس سے پکڑنے والا میں (اللہ) ہوتا ہوں۔''

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست

دست او جز قبضہ اللہ نیست

ترجمہ: ''پیر کا ہاتھ غائب (باطن) تک پہنچتا ہے اس لئے اس کے ہاتھ پر بیعت ہونا گویا حق تعالیٰ ہی سے بالواسطہ عہد کرنا ہے۔''

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہاتھ ہے اللہ کا ، بندہ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفریں ، کار کشا و کار ساز

مرشد کامل روحانی تصرف وکمال اور انوار ذات کا مظہر ہوتا ہے اور طالب و مرید کے من پر تصرف کرتا ہے پھر اسے اپنے باطنی انوار سے سیراب کر کے کمال و عرفان پر پہنچاتا ہے۔ تعلیم وتلقین کا طریقہ رواجی وظاہری نہیں ہوتا بلکہ اسے اپنی صحبت میں رکھ کر نگاہ کرتا ہے جس سے طالب کے دل میں اللہ کی محبت اور نور پیدا ہوتا ہے۔

سلطان العارفین اس طریقہ کے متعلق فرماتے ہیں:

؎ الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ھو

(ترجمہ) ''میرے مرشد نے میرے من (باطن قلب روح) میں اسم اللہ ذات کی بوٹی لگائی ہے۔''

؎ باجھ فقیراں کسے نہ ماریا باھو ایہہ ظالم چور اندر دا ھو

مرشد چونکہ فیضان نظر سے قلوب کو منور کرتا ہے اس لئے اگر چاہے تو اپنے مریدین کو ایک ہی دم میں منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

Marfat.com

؎ ہک نگاہ جے عاشق ویکھے لکھ کروڑاں تارے ھو

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''قلندر کے من سے حق تعالیٰ کی خوشبو تلاش کر جب توفیق کامل سے تلاش کرے گا تو محرم راز ہو جائے گا۔''

''(خبردار) اللہ کے ولیوں کو خدا سے الگ جان بیٹھا ہے اگر تو نیازمندی کے خیال سے دیکھے تو خودبخود پتہ چل جائے گا کہ اولیاء اللہ کیا ہوتے ہیں۔''

چوں تو کردی ذات مرشد را قبول
ہم خدا در ذاتش آور ہم رسول
نفس نتواں کشت الا ذات پیر
دامن آں نفس کش محکم بگیر

ترجمہ: ''تو نے پیر (مرشد) کی ذات کو قبول کر لیا اس سے تجھے اللہ تعالیٰ بھی مل گیا اور رسول بھی اس نافرمان نفس کو پیر کی ذات کے سوا اور کوئی نہیں مار سکتا۔ تو اس نفس مارنے والے پیر کا دامن مضبوطی سے پکڑ۔''

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خودی کی خلوتوں میں کبریائی
خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
زمین و آسمان و کرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

مرشد کامل کا طریق ارشاد رسول اللہ کی سنت سے ہٹ کر کبھی نہیں ہوتا مرشد کامل طریق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ذات حق کی دعوت دے کر طالب مولیٰ کے باطن میں کامل نظر سے تزکیہ کی شمع روشن کرتا ہے اور پھر طالب کو کہتا ہے اپنے باطن میں زبان قلب سے پڑھ لا الہ الا

Marfat.com

اللہ یعنی اندر سے تمام غیر خواہشات وتصورات جو دراصل غیر اللہ ہیں ان پر ''لا'' کی تلوار چلا دے جب طالب مولیٰ تلقین وحکم مرشد کامل سے اس عمل کو دہراتا ہے تو اس کی باطنی آنکھ سے تمام پردے ہٹ جاتے ہیں اور اسے حی وقیوم ذات کے جلوے نظر آتے ہیں۔ چونکہ دل میں ہزاروں تخیلات وتصورات موجود ہیں اور انسان ان تصورات وتخیلات خواہشات ومحبتوں میں الجھ جاتا ہے۔ جو دراصل اپنی کثافت وکدورت سے باطنی علم کو ماند اور بصیرت کو اندھا کرتی ہیں یعنی بصارت کے باوجود انسان اندھا کہلاتا ہے۔

(ترجمہ) ''پس یہ ظاہری آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' (القرآن)

مرشد کامل کے پاس جب بھی کوئی طالب مولیٰ آتا ہے تو مرشد کامل سب سے پہلے اس کے دل کی تختی کا مطالعہ کرتا ہے اور اندازہ لگاتا ہے کہ اس میں کتنی طلب حق، عشق وفا اور تسلیم ورضا ہے۔ جان لے کہ مرشد کامل سب سے پہلے طالب کے وجود پر نظر ڈالتا ہے اور دیکھتا ہے کہ آیا اس کے وجود کا برتن درست اور پختہ ہے یا خام اور شکستہ ہے یا معرفت الٰہی کی نعمت اور نور وحدت ذات کی تجلیات کے مشاہدات کے قابل بھی ہے کہ نہیں یا وہ نفس وباطل کو چھوڑنے والا ہے کہ نہیں یا کم حوصلہ ہے کہ وسیع حوصلہ والا ہے وہ حاضرات اسم اللہ ذات سے پرکھ لیتا ہے کہ آیا طالب اللہ دریا نوش ہے یا معرفت الٰہی کے قریب ہی قطرے سے مست ہو کر خود نوش کرنے والا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

اگر طالب مولیٰ اپنی طلب میں کامل ہے تو مرشد کامل اسے ایک ہی نظر میں واصل باللہ فنا فی اللہ کر دیتا ہے۔

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر مرشد کامل مکمل طالب اللہ کو ریاضت کروانے اور زہد تقویٰ میں ڈالے تو تقریباً بارہ سال یا چوبیس سال یا چالیس سال کا عرصہ لگ سکتا ہے اور اگر عطا کرے تو بے ذکر وفکر، بے زہد وتقویٰ پل بھر میں وصال عطا کر دے

Marfat.com

کیونکہ جہاں لازوال استغراق فنا فی اللہ اور بقا باللہ وصال کے احوال ہیں
وہاں مشقت سالہا سال کی کیا حاجت۔'' (عین الفقر)

البتہ طالب کو لوازمات طریقت سے متعارف کرایا جاتا ہے۔ چونکہ ہر انسان میں شعور و لاشعور کی کیفیتیں اور صلاحیتیں موجود ہیں شعور کا تعلق تربیت اور لاشعور کا تعلق ودیعت سے ہے۔ حاضر و موجود کا علم، ہنر، تجارت، سیاست و حکومت وغیرہ جیسے علوم کا تعلق شعور سے ہے۔ جس طرح لاشعور کی صلاحیت ودیعت پر منحصر ہے اسی طرح شعور بھی تربیت اور تجربہ کے مرہون منت ہے کیونکہ علماء، صلحاء، دانشور، شعراء، ڈاکٹرز، انجینئرز اور دیگر علوم و فنون کے ماہرین کی کوشش، تربیت اور اصلاح سے شعور پیدا ہوتا ہے جبکہ لاشعور میں مثبت تبدیلی کوئی

ماہر روحانی طبیب (مرشد اکمل) ہی اپنے تصرف سے لاسکتا ہے۔ مادی واسطہ کے بغیر ایسے عمل کو ودیعت کہا جاتا ہے چونکہ ہر انسان دو مختلف حقیقتوں کا مجموعہ ہے جسم و روح، تن اور من، ظاہر و باطن مرشد چونکہ جسم، تن اور ظاہر کی بجائے روح، من اور باطن پر اپنا تصرف کرتا ہے۔ اس لئے حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

؎ الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ھو

جب سالک مرید (طالب مولیٰ) مرشد کامل کی صحبت اختیار کرتا ہے تو مرشد کامل اسے تصور اسم اللہ ذات میں مشغول کر دیتا ہے۔ جیسے کہ قرآن پاک و حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سانس کے ساتھ کیا جائے۔

(ترجمہ) ''اور اپنے رب کا ذکر کرو اپنے سانس کے ساتھ خفیہ طریقہ سے۔'' (القرآن)

اور دوسری جگہ فرمایا:

(ترجمہ) ''جب اپنی نمازیں ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے ہو کر، بیٹھ کر اور کروٹ کے بل (یعنی ہر حال میں) کرو۔'' (القرآن)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سانس گنتی کے ہیں جو سانس بھی اللہ کے ذکر

Marfat.com

کے بغیر نکلا وہ مردہ ہے۔'' چونکہ محبت اور ذکر صحبت سے مشروط ہے اس لئے سفر طریقت میں مرشد و مربی کی طلب و تلاش پہلی شرط ہے۔ دست بیعت، مشق، ریاضت، توجہ اور تلقین کے بارے میں سلطان العارفین فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ تلقین وارشاد اور دست بیعت، ہدایت لینا اور پیرو مرشد اختیار کرنا فرض عین ہے اور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت عظیمہ ہے اور یہ بات صراط مستقیم، واجب، اجابت اور مستحب ہے تلقین اور ہدایت سلک وسلوک سے معرفت، قرب اور مشاہدہ ربانی نصیب ہوتا ہے۔'' (توفیق الہدایت)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جاننا چاہئے کہ ظاہری علم استاد سے اور باطنی علم مرشد سے حاصل کرنا چاہئے، بشرطیکہ مرشد صاحب راز ہو اور اسے حی وقیوم کے علم سے کما حقہ واقفیت حاصل ہو اور وہ قرآن وحدیث کے مطابق دنیا، نفس اور شیطان کا دشمن ہو۔''

مرشد کے عطا کردہ مشق اور تصور کے متعلق فرماتے ہیں:

''طریق کی مشق باعث قرب حق ہے۔ کیونکہ یہ اسم اللہ ذات کے تصور سے برحق ہے جسے طریق قادری کی مشق حاصل نہیں اسے معشوقی اور محبوبی کا طریقہ کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ مشق وجود میں وہی عمل کرتی ہے جو سیاہی کاغذ پر کرتی ہے۔'' (توفیق الہدایت)

ریاضت کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ریاضت باطنی راز ہے۔'' (توفیق الہدایت)

مزید فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ مرشد عارف فقیر کامل صاحب توجہ ہوتا ہے۔ جو مرشد صاحب توجہ نہیں وہ ناقص، خام اور ناتمام ہے توجہ معرفت اور توحید الٰہی کی چابی ہے بے توجہ مرشد تقلیدی (نقال) ہے۔'' (توفیق الہدایت)

گویا مرشد کامل کی توجہ اور اس کے عطا کردہ تصور کی مشق کے بغیر بے تلقین ریاضت سے

Marfat.com

کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ کثرت عبادت سے صرف عادت پختہ ہو جاتی ہے۔ جبکہ اصل مقصد سے ہمیشہ کے لئے دوری مقدر نظر آتی ہے۔ عالم لاہوت میں ہزاروں سال گزارنے اور وہاں عشق ومحبت کے اظہار میں امانت الٰہیہ قبول کرنے اور اسے نبھانے کے وعدہ کے باوجود انسان نے دنیا میں آ کر اس عارضی محبت میں اپنی اصلی چیز کھو کر نفس و دنیا کی محبت وخواہش کو اپنے اوپر وارد کرلیا ہے۔ جیسے یہ اس کے جسم کا حصہ ہوں جزو بدن بننے والی ان مجسم خواہشوں اور محبتوں کو آپ پر سے ''لا'' کی تلوار سے کاٹنا یقیناً تکلیف دہ مرحلہ ہے۔

جیسے فرمان حق تعالیٰ ہے:

(ترجمہ) ''پھر وہ تمہیں مارے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا اور پھر تم اس کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔'' (البقرہ)

اس مشکل ترین کام کو مرشد یمیت نفس ویحی القلب کر کے آسان کر لیتا ہے کیونکہ مرشد کامل ایسی حکمت عملی سے طالب کے جسم سے ان غیر محبتوں کو نکال کر حق تعالیٰ کی محبت وارد کرتا ہے جس طرح ایک سرجن ڈاکٹر مریض کے بیمار اور متعفن حصے کو نکال کر جسم میں تندرستی اور صحت داخل کرتا ہے۔ ان غیر محبتوں اور نفسی خواہشوں کو قرآن مجید میں غیر اللہ اور شرک بتایا گیا ہے۔ (ترجمہ) ''اے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی نفسانی خواہشوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔'' (القرآن)

اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(ترجمہ) ''ہر وہ چیز جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ مشغول کرے پس وہی تمہارا بت ہے۔'' (الحدیث)

مرشد کامل، ان غیر محبتوں اور نفسانی خواہشوں کے ختم ہو جانے پر محبت الٰہیہ طالب کے دل میں وارد کر دیتا ہے اب جو طالب، طلب اور محبت کے کمال کو پہنچتا ہے وہی محبت کے انعام سے نوازا جاتا ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق بہترین طلب اللہ ہی کی طلب ہے۔

Marfat.com

طلب الخیر طلب اللہ و ذکر الخیر ذکر اللہ۔

(ترجمہ) ''سب سے اچھی طلب اللہ ہی کی ہے اور سب سے بہترین ذکر اللہ ہی کا ذکر ہے۔''

جب طالب کامل کو مرشد اکمل کی محبت مل جاتی ہے تو وہ مرشد کامل طالب کو تلقین توحید و تصور اسم اللہ ذات عطا کر کے تسلیم و رضا کی تعلیم کے لئے ریاضت میں ڈال دیتا ہے اور اسے کہتا ہے اب تو ہر وقت و حال، ظاہر و باطن میں اس کی توحید کا مطالعہ کر۔

حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ز ہر حرف توحید بینی ہر سطر توحید بین
باش دائم در مطالعہ تاشوی حق الیقین

(ترجمہ): ''تو ہر حرف اور ہر سطر میں ہمیشہ توحید کا مطالعہ کرتا کہ تجھے حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔''

تسلیم و رضا ہی چونکہ وہ بنیادی نقطہ ہے جس میں طالب کی کامیابی کا راز مضمر ہے اور محبت کاملہ کے صادق جذبوں کی علامت بھی یہی ہے۔

فرمان حق تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اور ہم آزماتے ہیں تمہیں خوف، بھوک و پیاس مالوں اور اولاد کے نقصان سے اور خوشخبری دو صبر کرنے والوں کو، کہ جب ان پر آزمائش کے لئے کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں بے شک ہم تو صرف اللہ کے لئے رہ رہے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جائیں گے۔'' (القرآن)

محبت کے بغیر کوئی بھی مشکل اور تکلیف برداشت نہیں ہوتی جیسے جیسے محبت و ریاضت کا دورانیہ بڑھتا رہا اتنا ہی مرشد سے محبت بڑھتی گئی۔ یہ تقاضائے فطرت ہے کہ ریاضت اور خلوت سے محبتیں، تصورات اور غالب تاثیریں آہستہ آہستہ زائل ہو جاتی ہیں۔ جس طرح دیار غیر جانے سے

Marfat.com

وقت کے ساتھ ساتھ انسان سابقہ تعلقات و تصورات بھولنے لگتا ہے اور موجودہ تعلقات و محبتیں غالب آ جاتی ہیں۔ اسی طرح انسان عالم ارواح سے اپنا تعلق اور انوار حق تعالیٰ کی محبت کو بھلا بیٹھا ہے جبکہ مرشد کامل طالب کو ریاضت میں رکھ کر اس کو اپنے اصلی وطن کی یاد دلاتا ہے

اور اس میں حقیقی محبت اجاگر کرتا ہے۔ جب طالب میں وہ محبت غلبہ کرتی ہے تو اسے سب سے پہلے مرشد کمال کا مقام معلوم ہوتا ہے جس نے اسے یہ سبق پڑھایا پھر مرشد ہی اس کے درد محبت کا درماں نظر آتا ہے۔ تب وہ مرشد کی ہر آزمائش کو بخوشی قبول کرتا ہے جس طرح مریض صحت یابی کے لئے کڑوی دوائی کو بخوشی پی جاتا ہے۔

مرشد کامل طالب مولیٰ کو "موتوا قبل ان تموتوا" موت سے پہلے مرنے (اختیاری موت) کی عملی تربیت دیتا ہے یعنی اس کے دل سے حب دنیا، خواہشات نفس اور وساوس شیطانی ختم کرنے کے لئے ایک مدت تک ریاضت میں رکھتا ہے پھر جب یہ چیزیں ختم ہو جاتی ہیں اس پر مہربانی کر دی جاتی ہے کیونکہ اس اختیاری موت کے بعد ہی دیدار حق تعالیٰ روا ہے۔

اس لئے ریاضت سے سخت تر امتحان اور کوئی نہیں کیونکہ مرشد وہ کرتا ہے جو طالب نہیں جانتا جس کی مثال حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہم السلام کے بیان میں موجود ہے اس لئے اکثر ناقص طالب مرشد کے امتحان اور ریاضت میں قتل و نامراد ہو جاتے ہیں اور ان کی ساری ریاضت و محنت رائیگاں جاتی ہے۔

حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

؎ عاشق ہوئے ہزاراں باھو پر عشق نصیب کہیں دے ھو

اس لئے راہ طریقت میں استقامت اور مرشد کی اتباع و رضا پر عمل پیرا ہونا شرط ہے۔

حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مرشد وانگ سنارے ہووے جیہڑا گھت کٹھالی گالے ھو

پا کٹھالی باہر کڈھے بندے گھڑے یا والے ھو

Marfat.com

کنیں خوباں دے تدوں سہاون جدوں کشٹے پا اجالے ھو

نام فقیر تنہاں دا باھو جھڑا دم دم دوست سنبھالے ھو

صاحب تفسیر روح البیان لکھتے ہیں:

''نبی اور ولی اللہ روحانیت کے اسباب ہیں کہ وہ انوار نبوت وولایت اپنے ہر مرید کے قلب میں ڈالتے ہیں پھر ان کی تربیت کرتے ہیں یہاں تک کہ عالم ملکوت میں قلب میں ایک راز پیدا ہوتا ہے چنانچہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام سے خبر دی کہ ملکوت السموت والارض میں وہ ہر شخص داخل ہوسکتا ہے جو دوبارہ پیدا ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام اور ولی کامل عالم ارواح واعلیٰ علیین اور مقام قرب کے اسباب ہیں اور والدین انسانی اجساد اور عالم اشباح واسفل سافلین مقام بعد کے اسباب ہیں۔'' (تفسیر روح البیان۔ [illegible])

بارگاہ مرشد سے طالب مولیٰ کو سب سے پہلے تلقین حق اور لوازمات طریقت کی تعلیم دی جاتی لوازمات طریقت میں رضا، صبر، شکر، توکل، مجاہدہ، ریاضت، اکل حلال، قیام اللیل، تقویٰ زہد اور جملہ گناہوں نافرمانیوں کفر وشرک سے توبہ شامل ہے۔

سلطان العارفین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرشد کی بارگاہ سے طالب کو آٹھ چیزیں عطا ہوتی ہیں جن کی بدولت وہ خطا نہیں کرتے اور اگر اس سے خطا سرزد ہو بھی جائے مردود نہیں ہوتا۔

آٹھ چیزیں یہ ہیں: (ان میں سے) چار چیزیں ظاہری کی ہیں جن سے طالب اللہ کا وجود پاک ہوتا ہے، وہ چیزیں یہ ہیں:

1- صدق المقال یعنی سچ بولنا۔

2- اکل الحلال یعنی حلال روزی کھانا۔

3- اطاعت یعنی فرمانبرداری

4- ہمت توفیق۔

Marfat.com

ہمت توفیق شریعت کی ممنوعہ چیزوں کے ترک کرنے کا نام ہے اور چار چیزیں طالب کے باطن میں پائی جاتی ہیں۔

1-ذکر زوال: ذکر زوال اس ذکر کو کہتے ہیں کہ جس کی بدولت مشرق و مغرب کی تمام مخلوق ذاکر کی طرف رجوع کرے اور ہر خاص و عام اس کا طالب و مریدین بن جائے تمام اہل دنیا اور بادشاہ دنیا اور اس کی ساری رغبت اور اس کے تمام امراء و وزراء سب کے سب اس کے حکم کے غلام اور فرمانبردار بن جائیں یہ ابتدائی مراتب ہیں اور فقیر کی نظر میں کمتر دکمینے اور حقیر ہیں۔

2-ذکر کمال: ذکر کمال اس ذکر کو کہتے ہیں کہ جس کے اثر سے آسمانوں اور زمین کے تمام فرشتے عرش اور چاروں طرف مقرب فرشتے سب کے سب اللہ کے حکم سے ذاکر کے زیر فرمان آ جاتے ہیں اور اسے بذریعہ الہام راحت کی بشارتیں دینے لگتے ہیں تحقیق وہ لوگ جنہوں نے عہد کرلیا کہ ہمارا معبود و مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس بات پر ثابت قدم رہے ان لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو انہیں خوشخبری اور بشارت دیتے ہیں۔ (سورۃ حم سجدہ) اور وہ باطنی توجہ کے ساتھ اپنے اردگرد فرشتے اور ہزاراں ہزار غیبی لشکر دیکھتا ہے۔ یہ عطا بھی اللہ لطف و کرم اور مرشد کامل کی بارگاہ سے حاصل ہوتی ہے۔

3-ذکر حال: اس ذکر کو کہتے ہیں کہ جس کی بدولت ذاکر روز ازل پیدا ہونے والی جملہ ارواح سے ہر ایک کے ساتھ مصافحہ کرتا ہے اور ہر ایک سے مجلس وملاقات کرتا ہے۔

4-ذکر احوال: ذکر احوال اس ذکر کو کہتے ہیں کہ جس میں ذاکر نور ذات کی لازوال تجلیات کے مشاہدہ میں غرق ہو کر اپنی جان سے گزر جاتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے جمال الٰہی کو دیکھتا ہے۔ (کلید التوحید خورد)

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جس طالب مولیٰ پر مرشد مہربانی فرماتا ہے پہلی نظر سے اسے قید نفس سے آزاد کر دیتا ہے۔ طالب چڑیا کے بچہ کی طرح ہے جو (نفس) عقاب کے

Marfat.com

پنجہ میں ہوتا ہے اور مرشد کامل اسے (عقاب) کے پنجہ سے چھڑا کر مشاہدات حق میں ڈال دیتا ہے۔''

مرشد کامل کی خدمت میں آنے والے طالب تو کثیر تعداد میں ہوتے ہیں لیکن کامل فیض خاص الخاص بلکہ اخص لوگوں کے حصہ میں آتا ہے اور جب کسی پر عنایت کی جاتی ہے اس وقت نہ ظواہر اور لوازمات پر انحصار کیا جاتا ہے اور نہ یہ چیزیں رکاوٹ بنتی ہیں۔

شہباز عارفاں سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ فرماتے:

''قادری فقیر (مرشد کامل) کامل تصرف کا مالک ہوتا ہے اس کی نگاہ نشانہ پر لگنے والے تیر کی مثل ہوتی ہے یعنی جتنا بھی بڑا مجمع ہو اور وہ جس کو چاہے فیض سے نواز دے اسے حجروں میں چھپنے کی ضرورت نہیں۔''

(بحوالہ "مرشد کامل" (ڈاکٹر محمد حبیب خاں)

Marfat.com

اسم اللّٰہ ذات کیا ہے؟

آپ نے گزشتہ ابواب میں حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اسم اللہ ذات کا تذکرہ پڑھا۔ یہ وہ ''گنجینہ معرفت'' ہے جسے وہ اپنے مریدین کو بطور خاص عطا فرمایا کرتے تھے اور یہی وہ اسم اللہ ذات ہے جسے انہوں نے اپنی نگاہ فیض سے اپنے ہزاروں مریدین کے دلوں پر اس طرح نقش کر دیا کہ پھر ان کے لئے تمام نقوش باطل ہو گئے ان کے دل اجلے ہو گئے، تاریکیاں چھٹ گئیں اور ان کے رگ و پے میں ایک ایسی مستی ایک ایسا جذب وشوق سما گیا کہ وہ ہمیشہ کے لئے اپنے محبوب ومطلوب یعنی خالق کائنات کا قُرب و وِصال پا گئے۔ اسم اللہ ذات سے متعلق تفصیلات حاضر ہیں۔

''اَللّٰہُ'' اسم ذات ہے اور ذات سبحانی کے لئے خاص الخاص ہے علماء راسخین کا قول ہے کہ یہ اسم مبارک نہ تو مصدر ہے اور نہ مشتق یعنی یہ لفظ نہ تو کسی سے بنا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی لفظ بنتا ہے اور نہ اس اسم پاک کا مجازاً اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے اسماء مبارک کا کسی دوسری جگہ مجازاً اطلاق کیا جاتا ہے۔ گویا یہ اسم پاک اس قسم کے کسی بھی اشتراک اور اطلاق سے پاک، منزہ ومبرا ہے۔ اللہ پاک کی طرح اسم ''اللہ'' بھی احد، واحد اور ''لم یلد ولم یولد'' ہے۔ یہ اَللّٰہُ کا ذاتی نام ہے جس کے ورد سے بندے کا اپنے رب سے خصوصی تعلق قائم ہوتا ہے۔

Marfat.com

یہ اسم پاک قرآن پاک میں دو ہزار تین سو ساٹھ مقامات پر آیا ہے عارف باللہ فقراء کے نزدیک یہی اسم اعظم ہے۔ یہ نام تمام جامع صفات کا مجموعہ ہے کہ بندہ جب اللہ کو اس نام سے پکارتا ہے تو اس میں تمام اسمائے صفات بھی آ جاتے ہیں گویا وہ ایک نام لے کر اسے محض ایک نام سے نہیں معناً تمام اسمائے صفات کے ساتھ پکار لیتا ہے یہی اس اسم کی خصوصیت ہے جو کسی اور اسم میں نہیں ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نکتہ کی وضاحت بہت خوبصورت الفاظ میں کی ہے:

''بے شک جب تو نے اللہ تعالیٰ کو صفتِ رحمت کے ساتھ پکارا یعنی رحمٰن یا رحیم کہا تو اس صورت میں تو نے صفتِ رحمت کا ذکر کیا صفتِ قہر کا نہیں یونہی صفتِ علم کے ساتھ یا علیم کہہ کر پکارا تو صرف صفتِ علم کا ذکر کیا صفتِ قدرت کا نہیں لیکن جب تو نے اللہ کہا تو گویا تمام صفات کے ساتھ اسے پکار لیا کیونکہ اللہ ہوتا ہی وہ ہے جو تمام صفات سے متصف ہو۔'' (تفسیر کبیر)

کسی چیز کی پہچان اور اس سے رابطے کا ذریعہ اس کا نام ہوتا ہے۔ نام بھی دو قسم کے ہوتے ہیں:

1- ذاتی

2- صفاتی

ایک شخص جس کا نام ''ساجد'' ہے۔ اگر اس نے حکمت کا علم سیکھ رکھا ہے تو وہ حکیم ساجد کہلائے گا۔ اگر اس نے قرآن مجید حفظ کر رکھا ہے تو وہ حافظ ساجد کہلائے گا اور اسی طرح اگر اس نے حج کر رکھا ہے تو حاجی ساجد کہلائے گا۔ غرض جتنی صفات سے وہ متصف ہوتا چلا جائے گا اتنے ہی صفاتی نام اس کے اصل نام ''ساجد'' کے ساتھ لگتے چلے جائیں گے اس صورت میں ساجد اس کا ذاتی نام ہے اور حکیم، حافظ، حاجی وغیرہ اس کے صفاتی نام ہیں کیونکہ یہ نام بعد میں اس کے ساتھ اس وقت لگے جب وہ ان صفات سے متصف ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ صفاتی نام، صفاتی ذکر اذکار کا جامع ہوتا ہے اور ذاتی نام تمام صفاتی ناموں کا جامع ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اَللّٰہُ'' ہے اور کریم، رحیم، غفور، غفار جیسے باقی تمام نام صفاتی ہیں اور یہ سب صفاتی نام اسم

Marfat.com

اللہ ذات میں جمع ہیں۔ انسان جب اللہ تعالیٰ کو اس کے ذاتی نام ''اللہ'' سے یاد کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کو اس کی جملہ صفات سے یاد کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اسی اسم یا صفت سے تمہاری طرف تجلی فرماتا ہے جس اسم یا صفت سے تم اسے یاد کرتے ہو۔'' (سورہ یوسف: 18)

انسان کے اندر اسم اللہ ذات اور اسماء صفات کی استعداد روزِ اول سے فطری طور پر بالقوی موجود ہے۔ لہٰذا انسان جس اسم اور جس صفت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے وہ اپنے اندر اسی اسم اور اسی صفت کی استعداد کو بالفعل جاری کرتا ہے۔ اسی کو اپنے سے نمودار کرتا ہے اور اسی کا نور اس کے دل میں چمکتا ہے مثلاً بندہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر اسم ''رحمٰن'' سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی صفت رحمٰن کی تجلی فرماتا ہے اور اسم رحمٰن کا نور ذاکر کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جو صفت رحمانیہ تمام کائنات میں جاری و نافذ ہے اور جس کی وجہ سے تمام مخلوق کے درمیان رحم و شفقت قائم ہے وہ اپنی استعداد کے مطابق اس سے فیض یاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیہ سے متصف ہو جاتا ہے اور انفس و آفاق میں اسم رحمٰن کے عمل کا عامل بن جاتا ہے۔ اسی طرح بندہ جب اللہ تعالیٰ کے اسم ''سمیع'' یا اسم ''بصیر'' کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات ''سمیع و بصیر'' سے اپنی استعداد کے مطابق فیض یاب ہوتا ہے اور اسے ظاہری حواس کی سماعت و بصارت کے علاوہ باطنی حواس کی سماعت و بصارت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ جن سے وہ اَن سنی باتیں بذریعہ الہام سنتا ہے اور اَن دیکھے باطنی مقامات اور غیبی روحانی واقعات دیکھتا ہے۔ اسی طرح تمام صفات کو قیاس کر لیا جائے لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ کو اس کے ذاتی نام یعنی اسم اللہ ذات سے یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات (جو اس کی تمام صفات و اسماء کی جامع ہے) سے اس کی طرف تجلی فرماتا ہے جس سے ذاکر اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار کا اپنے اندر مشاہدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذاتی جلوے، مشاہدے اور دیدار سے مشرف ہوتا ہے اور ذاکر کا وجود اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار

Marfat.com

(جو تمام صفات کی جامع ہیں) سے منور ہو جاتا ہے۔

اسم اللہ ذات اپنے مسمّی ہی کی طرح یکتا، بے مثل اور اپنی حیرت انگیز معنویت و کمال کی وجہ سے ایک منفرد اسم ہے۔ اس اسم کی لفظی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے حروف کو بتدریج علیحدہ کر دیا جائے تو پھر بھی اس کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور ہر صورت میں ''اسم ذات'' ہی رہتا ہے۔ اسم ذات اللہ کے شروع سے پہلا حرف ''الف'' ہٹا دیں تو لِلّٰہ رہ جاتا ہے اور اس کے معنی ہیں ''اللہ کے لئے'' اور یہ بھی اسم ذات ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

(ترجمہ) ''اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے''

اور اگر اس اسم پاک کا پہلا ''ل'' ہٹا دیں تو ''لَہٗ'' رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں ''اس کے لئے'' اور یہ بھی اسم ذات ہے۔ جیسے ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ: ''اسی کے لئے بادشاہت اور حمد و ستائش اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اور اگر دوسرا ''ل'' بھی ہٹا دیں تو ''ھُو'' رہ جاتا ہے اور یہ اسم اشارہ ہے اور اس کے معنی ہیں وہ اور یہ بھی اسم ذات ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

(ترجمہ) ''وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہ۔''

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ترجمہ) ''اللہ (اسم اللہ ذات) زمین و آسمان کا نور ہے۔'' (النور:35)

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اسی نور سے کل مخلوقات نے ظہور پایا اور یہی نور تمام مخلوقات کا رزق بنا۔'' (عین الفقر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ''ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور ہر چیز کے اسم کا جوہر اللہ تعالیٰ کے اسم ذات سے ہے۔''

Marfat.com

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی کتاب مرأۃ العارفین میں فرماتے ہیں:

''اور ظاہر کیا حقیقت ازل کو حدوث (مخلوق) کے سبب اور حدوث کو قدم (اپنی ذات سے) اور مندرج ترتیب کو بکھیرا اور اس چیز کو لکھا چھپی ہوئی کتاب میں ظاہر ہونے والی سیاہی کے ساتھ جو متکلم کے باطن میں پوشیدہ تھی۔ حروف اور کلمات سے پورا اور مکمل کیا اور ان دونوں کو اس میں ثابت کیا اور نظم وضبط سے جوڑا اس تمام وکمال کو جو کتاب میں مفصل ہے فاتحہ میں رکھا اور جو کچھ فاتحہ میں درج اور پوشیدہ ہے وہ بسم اللہ میں ہے۔ یہ فاتحہ الکتاب جامع ہے واسطے ان تمام مراتب وعوالم کے جو کتاب جامع کے بیچ ہیں اسی واسطے اس کا نام ''اُمّ الکتاب'' رکھا گیا ہے اور بسم اللہ جس کا نام ''اُمّ الامّ'' ہے سو یہ بھی دو قسم میں تقسیم ہے۔ اس میں ایک وہ جس کا تعلق ذات سے ہے وہ ''بسم'' ہے اور دوسری قسم جس کا تعلق صفات سے ہے وہ رحمٰن اور رحیم ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے (یعنی اسم اللہ) سو وہ جامع ہے۔''

زمین وآسمان کے درمیان بظاہر کوئی ستون نہیں آتا جس نے انہیں سہارا دے رکھا ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ''اسم اللہ ذات'' ہی کی برکت سے زمین وآسمان بغیر ستون کے استادہ ہیں۔ ہر چیز کا اسم الگ ہے اور ذات الگ ہے مگر اللہ تعالیٰ چونکہ وحدہٗ لاشریک ہے اس لئے وہ اسم میں بھی اور ذات میں بھی واحد اور احد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب عالمِ وحدت سے عالمِ کثرت کی طرف ظہور فرمایا تو اپنی پہچان ''اسم اللہ ذات'' کے ذریعے کرائی۔ حدیث قدسی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ترجمہ) ''میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔''

پوشیدہ خزانہ سے مراد یہ ہے کہ ذات الٰہی ''ذات'' اسماء وصفات سمیت پوشیدہ ومخفی تھی۔ پھر ''ذات'' کے اندر ایک جذبہ پیدا ہوا جس کی طرف بظاہر فاحببت کے مادہ سے لفظ کے ذریعہ اشارہ کیا گیا ہے ''تو میں نے چاہا'' مگر یہ محبت اور چاہت اس شدت کے ساتھ ظہور میں آئی کہ

Marfat.com

صوفیاء کرام نے اسے عشق سے تعبیر کیا ہے۔ محبت میں اگر ''شدت'' پیدا ہو جائے تو وہ ''عشق'' بن جاتا ہے اور یہ جذبہ عشق ہی تھا جس سے انسان کی تخلیق ہوئی اور یہ کائنات وجود میں آئی اور انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ پاک کی پہچان اور معرفت کا حصول ٹھہرا۔

سلطان الفقر حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''جب حق سبحانہ وتعالیٰ نے چاہا (کہ اس کی پہچان ہو، اسے کوئی پہچاننے والا ہو) تو خود سے اسم ذات جدا کیا (خود کو اسم اللہ ذات کی صورت میں ظاہر فرمایا) اور اس سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور اپنی قدرت توحید کے آئینہ (نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میں دیکھا تو نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی اپنے آپ پر مشتاق و مائل و فریفتہ ہوا اور اپنی ہی بارگاہ سے رب الارباب حبیب اللہ کا خطاب پایا اور نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھارہ ہزار عالم کی کل مخلوقات کو پیدا کیا۔'' (عین الفقر)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی آئینہ قدرت میں خود کو صورت احمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں دیکھا تو اپنے اس روپ پر خود ہی عاشق اور فریفتہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا یہی عشق نور احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا جوہر خاص بنا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ''امر کن'' فرما کر نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھارہ ہزار عالم کی کل مخلوق کی ارواح کو پیدا فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(ترجمہ) ''میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور مبارک سے جب تمام ارواح کو پیدا کیا گیا تو عشق الٰہی کا جوہر خاص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ارواح انسانی کے حصے میں آیا اور جب اپنے حسن و جمال کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم کی مخلوق کی جملہ ارواح کو اپنے روبرو صف آرا فرمایا تو خود کو اسم اللہ ذات کی صورت میں جلوہ فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اس لئے وہ اسم ذات میں بھی واحد اور احد ہے۔ تمام ارواح اللہ تعالیٰ کے حسن بے مثال ولا

Marfat.com

محدود کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں اور حسن مطلق کی تعریف و ذکر میں محو ہو گئیں۔ یہی تعریف، ذکر اسم اللہ ذات اور دیدار الٰہی جملہ ارواح کا رزق بنا اور وہ اسی رزق پر پلنے لگیں۔ اظہارِ جمال کے بعد مزید شفقت و مہربانی فرمائی اور اس کے متعلق قرآن میں بیان بھی فرما دیا تا کہ مخلوق اپنے خالق کی مکمل پہچان اور معرفت حاصل کر لے۔

الست بربکم.

(ترجمہ) ''کیا میں تمہارا پالنے والا نہیں (یعنی کیا تم میرے حسن و جمال کے جلوؤں، دیدار اور میرے ذکر پر پل نہیں رہے ہو)؟'' (پ:9 سورۃ الاعراف:172)

اس وقت تمام ارواح کی آنکھیں نور اسم اللہ ذات سے منور اور مدہوش تھیں اور ہر کدورت اور آلائش سے پاک تھیں۔ سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا:

قالوا بلی.

ترجمہ: ''کہا! ہاں کیوں نہیں (تو ہی پالنے والا ہے)'' (پ:9 سورۃ الاعراف:172)

یعنی ہاں! اے ہمارے رب ہم تیرے حسن و جمال کے جلوؤں، تیرے دیدار اور تیرے ذکر پر نہیں پل رہے ہیں تو اور کہاں سے پل رہے ہیں؟

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے صوفیاء کرام روح کی حقیقت ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو سب نے بیک زبان جواب دیا: ہاں یا اللہ تو ہی ہمارا رب ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ کسی بھی سوال کے جواب دینے کے لئے کان، سوچ، سمجھ اور زبان کا ہونا ضروری ہے اور اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روح کا مکمل وجود ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں بارہا ذکر ہے۔

فرمان حق تعالیٰ ہے:

''پس یہ آنکھوں کے اندھے نہیں بلکہ دل کے اندھے ہیں جو ان کے سینے میں ہیں۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''گونگے، بہرے اور اندھے ہیں انہیں شعور نہیں۔''

اس معذوری کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرتے ہیں ہم ان کی روزی تنگ کر دیتے ہیں اور قیامت کے دن انہیں اندھا اٹھایا جائے گا۔''

ان چند آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ظاہری بصارت، گویائی کے علاوہ بھی انسان کے پاس ایک نگاہ موجود ہے۔ بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
کہ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

اس سوال و جواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے عشق کی نہایت ہی بھاری امانت کی مشقت ان پر ڈالنی چاہی اور فرمایا: ''کون میرے عشق کی امانت کا بار اٹھائے گا؟ کون میرا عاشق بنتا ہے؟'' لیکن ارواح انسانی کے سوا سب ارواح نے اس بار امانت کے اٹھانے سے اپنی عاجزی ظاہر کر دی کیونکہ عشق الٰہی کی امانت کوئی معمولی امانت نہیں ہے۔ اس میں تو جان سے جانا پڑتا ہے۔ صرف انسان ہی تھا جو عشق الٰہی کی آگ میں کود گیا۔ اس واقعہ کو قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا:

ترجمہ: ''ہم نے بار امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ سب نے اس کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اٹھالیا۔ بے شک وہ اپنے نفس کے لئے ظالم اور نادان ہے۔''

صوفیائے کرام رحمہم اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہ امانت اسم اللہ ذات ہے۔ مثال کے طور پر عالم خلق میں کسی بھی چیز کو پہچاننے کے لئے دو نوروں کی ضرورت ہوتی ہے ایک آنکھ کا نور یعنی بینائی اور دوسری روشنی اگر ان دونوں میں سے ایک ختم ہو جائے تو انسان کسی چیز کو نہیں پہچان سکتا، اندھا ہو جائے یا گھپ اندھیرا ہو دونوں صورتوں میں پہچان حاصل نہیں ہو سکتی اسی طرح عالم ارواح میں دو نور موجود تھے ایک روح کی آنکھ جو پہلے ثابت کی گئی ہے دوسرا نور اللہ تبارک وتعالیٰ

Marfat.com

کے نام کا نور ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے:

''اللہ (اسم ذات) نور ہے زمین و آسمان کا۔''

''اللہ (اسم ذات) دوست ہے ایمان والوں کا، نکالتا ہے ظلمت (اندھیرے) سے لے جاتا ہے نور کی طرف۔''

یعنی اللہ وتبارک وتعالیٰ کے نور میں اس کا دیدار کیا تھا اور یہی نور بطور امانت انسان کے سینے میں پاک پردوں میں لپیٹ کر رکھ دیا گیا پھر انسان نے جب اللہ تعالیٰ کے روبرو سرِ محفل اس کے عشق کا دم بھر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ہجر و فراق کی بھٹی میں ڈال کر اس کے جذبۂ عشق کی صداقت کو پرکھنا چاہا اور انسان کو عنصری جسم دے کر اس دنیا کے دارالامتحان میں لا کھڑا کیا اور اسے احسن تقویم سے اسفل السافلین میں اتارا اور اس کی فطرت نورانی میں نارِ شیطانی خواہشات نفسانی اور کدورت و آلائش دنیا فانی ملا دی اور ارواح کی طاقت، ایفاء، اخلاص، وعدہ بلیٰ اور قوت اقرار عبودیت کی پوری پوری پرکھ اور آزمائش فرمائی اور ان ارواح کو بہشت قرب وصال اور جنت حضور سے نکال کر نفس اور شیطان کے ہاتھوں میں اس کی ڈوریں دے دیں اور اسے دنیا کے کمرۂ امتحان میں لا کھڑا کیا۔

انسان جب دنیا کے دارالامتحان میں اترا تو اسے بالکل نئے اور اجنبی ماحول کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی اصل پر ایک پردہ ڈال دیا ہے جو اسے محفوظ بھی رکھتا ہے اور اس کی پہچان کا ذریعہ بھی ہے۔ اس پردے کو اس چیز کا ظاہر اور اس کی اصل کو اس چیز کا باطن کہا جاتا ہے۔ مثلاً بادام کو لے لیجئے۔ اس کی اصل (یعنی مغز) پر لکڑی کا ایک سخت غلاف چڑھا دیا گیا جو اس کا ظاہر ہے۔ یہ ظاہر اس کی حفاظت بھی کرتا ہے اور اس کی پہچان کا ذریعہ بھی ہے۔ اسی طرح مالٹے اور کیلے کی اصل پر ایک غلاف چڑھا ہوا ہے جس کی ساخت کا مادہ (Material) اس کی اصل کے مادہ سے مختلف ہے۔ یہ غلاف ان کی اصل کی حفاظت اور پہچان کا ذریعہ ہے۔ اگر دنیاوی زندگی میں چیزوں کی اصل پر یہ حفاظتی پردے نہ ہوں تو چیزیں ضائع و برباد ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

اسی طرح اِنسانی رُوح سے بھی یہی سلوک کیا گیا ہے کہ اسے دنیا کے مادی سفلی جہاں کا مادی عنصری سفلی جسم دے دیا گیا ہے جو اس کے لطیف روحانی جسم کے لئے بمنزلہ پوست، چھلکے یا لباس کے ہے اور اس مادی دنیا میں اس کے رہنے سہنے، چلنے پھرنے اور کام کرنے کے لئے سواری کا کام دیتا ہے اور اس سواری کی باگ ڈور انسان کے لطیف روحانی جسم کے حوالے کر دی گئی ہے۔ ساتھ ہی اس پر تین شکاری (نفس امارہ، شیطان اور دنیا) چھوڑ دیئے گئے جو اس کو گھیر کر اس سے اللہ تعالیٰ کی امانت ضائع کرانے کے درپے ہیں۔ اگر انسان اپنی سواری (ظاہری عنصری حیوانی جسم) کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے تو بلاشبہ صراط مستقیم پر رہے گا اور اپنے مقصد حیات کو پالے گا۔ اس کے برعکس اگر شیطان و نفس اور دنیا جیسے دشمنوں نے اس پر غلبہ پا کر سواری کی باگ ڈور اس سے چھین لی تو وہ اس امتحان میں یقیناً ناکام ہو جائے گا اور ہمیشہ کی ذلت سے دوچار ہو جائے گا۔

اس دنیا میں انسان دو جسموں کا مجموعہ ہے ایک مادی عنصری جسم ہے جس کی پیدائش انسانی نطفہ سے ہے اور یہ عالم خلق کی چیز ہے۔ دوسرا علوی لطیف روحانی جسم ہے جسے روح کہا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے عالم امر کی چیز ہے ہر دو جسموں کا میلان اور رجحان اپنی اصل کی طرف رہتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔

(ترجمہ) ''ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔'' (حدیث نبوی ﷺ)

مادی حیوانی جسم کی بناوٹ و ترکیب چونکہ مادی دنیا کی اشیاء اور مادی عناصر (ٹھوس، مائع، گیس) سے ہے اس لئے اس کا میلان و رجحان دنیا اور مادی غذاؤں کی طرف رہتا ہے جو کہ عام حیوانات کا خاصہ ہے۔ ان سب مادی سفلی غذا کھانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ''دابۃ'' کہہ کر پکارا ہے اور اس حیوانی جسم کے رزق کے متعلق فرمایا ہے:

ترجمہ: ''نہیں ہے زمین میں کوئی حیوان مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔''

حیوانی جسم کا یہ رزق اللہ تعالیٰ نے ازل سے ہی مقرر فرما دیا ہے اور عام حالات میں اس میں کمی یا بیشی نہیں ہوتی۔ چاہے اس کے لئے جتنی بھی کوششیں اور جتن کر لئے جائیں جتنے مکرو

Marfat.com

فریب وحیلے کر لئے جائیں۔ یہ رزق نہیں بڑھتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے ریا خرچ کرنے سے روزی دس گناہ سے ستر گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔ اس روزی کی سپلائی کا انتظام بھی مکمل ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ یہ رزق بندے کو اس طرح تلاش کر کے پہنچتا ہے جس طرح کہ موت۔ جب تک بندہ اپنے حصے کی روزی اس دنیا میں وصول نہیں کر لیتا اسے موت نہیں آتی۔ اس روزی کی ترسیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو راستے رکھے ہیں۔ ایک راستہ توکل کا ہے اور دوسرا راستہ مشقت کا ہے جو شخص روزی کے بکھیڑوں اور تفکرات سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طلب اور جستجو میں یہ سوچ کر لگ جاتا ہے کہ روزی کا ذمہ تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ جیسے اور جس طرح چاہے گا پہنچاتا رہے گا مجھے اس کے لئے سرگردانی کی ضرورت نہیں ہے تو وہ شخص متوکل ہے لیکن جس شخص کا ایمان کمزور ہے اور وہ اللہ پر بھروسہ اور توکل نہیں کر سکتا۔ اور اس کی نظر اسباب پر لگی رہتی ہے تو اس کے متعلق فرمان حق تعالیٰ ہے:

(ترجمہ) ''اور غور کرو کہ جانور اپنی روزی اپنے ساتھ ساتھ نہیں اٹھائے پھرتے اللہ انہیں روزی دیتا اور تمہیں بھی روزی دینے والا ہے (یعنی تم اللہ پر بھروسہ کیوں نہیں کرتے؟)''

اِسی لئے کسی عارف نے کیا خوب کہا

جنہاں نوں تقویٰ رب تے اُنہاں نوں رزق ہمیش
پلّے خرچ نمیں بنھدے پنچھی تے درویش

اب جو مشقت کی راہ سے روزی وصول کرتا ہے اس کے لئے مشقت کی کروڑوں قسمیں پیدا کر دی گئی ہیں۔ جس قسم کی مشقت کی طرف رجوع کرے گا اسی طرح سے روزی بھیج دی جائے گی۔ کھیتی باڑی کرے، ملازمت کرے، تجارت کرے یا دستی مزدوری کرے اسے ہر قسم کے انتخاب کی آزادی ہے۔ پھر مشقت کے بھی دو راستے ہیں۔ ایک حرام کا راستہ اور دوسرا حلال کا۔ اگر حلال کی طرف رجوع کرے گا تو حلال کے تمام ذرائع و اسباب اسے مہیا کر دیئے جائیں گے اور حرام کی طرف رجوع کرے گا تو حرام کے تمام ذرائع اور اسباب اسے مہیا کر دیئے جائیں گے

Marfat.com

اس طرح اس کی اپنی پسند کے ذرائع سے روزی پہنچائی جاتی ہے۔ مشقت کی راہ بہر حال اچھی نہیں ہے کہ اس میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''رزق حلال پر حساب ہے اور رزق حرام پر عذاب ہے۔''

دوسری طرف انسان کا لطیف روحانی جسم چونکہ اللہ تعالیٰ کے عالم امر کی چیز ہے اس لئے اس کا طبعی میلان اور رجحان اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب، وصال اور محبت الٰہی کی طرف رہتا ہے اور اس کی روزی ذکر الٰہی (ذکر اسم اللہ ذات) ہے جس کی طرف قرآن وحدیث میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ اس لطیف روحانی جسم کی سب سے اعلیٰ روزی ذکر و تصور اسم اللہ ذات ہے کیونکہ صرف قیل وقال یا ظاہری تقلید اور ظاہری اشغال سے نہ اللہ تعالیٰ کی پہچان ہو سکتی ہے اور نہ ہی ظاہری کتابی علم سے نبی ﷺ کی نبوت اور رسالت اور اس کی مخصوص روحانی قوت یا معجزات کا پتہ لگ سکتا ہے اور نہ ہی ''وحی'' کی حقیقت اور ''معراج'' کی کنہہ اور حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔ اسی لئے تو ظاہری علماء نبی کے علم غیب، دنیا میں دیدار الٰہی، معراج کی حقیقت اور معجزات وغیرہ اور دیگر مسائل کے بارے میں تمام عمر جھگڑتے رہتے ہیں ان تمام حقائق اور باطنی رموز سے پردہ اٹھانے کے لئے سب سے بہترین اور آسان راستہ ذکر و تصور اسم اللہ ذات ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب، مشاہدہ، وصال الٰہی اور دیدار کا راستہ بغیر ذکر و تصور اسم اللہ ذات ہرگز نہیں کھلتا جو دل کی زندگی کا باعث ہے۔

قرآن وحدیث میں بار بار اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

ترجمہ: ''کثرت سے ''اسم اللہ'' کا ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑی مغفرت اور عظیم اجر تیار کر رکھا ہے۔'' (پ22-آیت78-ب35)

اس کے برعکس ''ذکر اللہ'' سے گریز کرنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

ترجمہ: ''پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص سے کنارہ کشی اختیار فرمالیں جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی اور اس نے محض دنیا کی زندگی کو ہی اپنا مقصد بنایا یہی اس نادان کے علم کی پہنچ ہے لیکن آپ کا رب راستہ بھٹکنے والوں اور سیدھا چلنے والوں کو خوب جانتا ہے۔''
(النجم:29-30)

''اسم اللہ'' کا ذکر ایسا عمل ہے جو انسان کے دل میں نورِ ایمان پیدا کرتا ہے۔ اس لئے ذکر اللہ سے غافل انسان کو گمراہ قرار دیا گیا ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ: ''جس شخص کا سینہ اللہ (اسم اللہ ذات) کے ذکر نے اسلام کے لئے کھول دیا وہ شخص اپنے رب کی طرف سے نور اور روشنی میں آ گیا (اس کے برعکس) ہلاکت و بربادی ہے اس شخص کے لئے جس کا دل اتنا سخت ہے کہ ذکر اللہ میں نہیں لگتا وہ صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔''
(الزمر:22)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ زندگی کا مقصد یعنی معرفت الٰہی حق تعالیٰ کے حصول کے لئے، روح کی ترقی و بالیدگی کے لئے، قلبِ سلیم واطمینانِ قلب کے لئے، اپنے اندر نورِ بصیرت کی تکمیل کے لئے، رضائے الٰہی و معراج کے لئے، اسم اللہ ذات کی طلب کرنا اور اس کا عامل بننا ہر مومن و مسلم کے لئے لازم ہے۔ اس کے بغیر نہ تو کوئی راستہ ہے اور نہ کوئی مقصد و منزل۔

فرمان حق تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اور جو کوئی اللہ (یعنی اسم اللہ ذات) کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے پس تحقیق وہ صراطِ مستقیم پر ہدایت پا جاتا ہے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ترجمہ: ''بہترین طلب اللہ کی طلب ہے اور بہترین ذکر اللہ (یعنی اسم اللہ ذات) کا ذکر ہے۔''

اس لئے ذکر اللہ کی تاکید اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمائی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

Marfat.com

ترجمہ: ''خبردار! ذکر اللہ (اسم اللہ ذات کے ذکر) ہی سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔''
(الرعد:28)

مزید فرمان حق تعالیٰ ہے۔

واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون.

ترجمہ: ''اور کثرت سے ''اسم اللہ'' کا ذکر کیا کرو تا کہ تمہیں چھٹکارا و خلاصی حاصل ہو۔''

نیز فرمایا

فاذکرونی اذکرکم. (پ2: البقرہ:152)

ترجمہ: ''تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

(ترجمہ) ''سانس گنتی کے ہیں اور جو سانس ذکر اللہ کے بغیر ہو، وہ مردہ ہے۔''

؎ جو دم غافل سو دم کافر سانوں مرشد ایہہ فرمایا ھو

عارف باللہ فقراء کے نزدیک ذکر اللہ سے مراد اسم اللہ ذات کا ذکر ہے۔ ''اسم اللہ'' کا ذکر ہی وہ دائمی نماز ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

حفظوا علی الصلوت والصلوۃ الوسطی. (2، البقرہ 238)

ترجمہ: ''اپنی نمازوں (یعنی پنجگانہ نمازوں) کی حفاظت کرو اور خاص کر وسطی نماز (قلبی ذکر اللہ) کی۔''

قلبی ذکر اللہ کی اس دائمی نماز کی غرض و غایت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ

(ترجمہ) ''ہر چیز کے لئے صیقل (صفائی کرنے والی چیز) ہے اور دل کی صیقل اسم اللہ کا ذکر ہے۔''

گویا دل کی صفائی اور پاکیزگی کے لئے ذکر اللہ کو فرض کیا گیا ہے اور دل ہی تو وہ آئینہ

Marfat.com

ہے جس میں دیدارالٰہی کے جلوے ہویدا ہوتے ہیں۔لہٰذا ہمیں ہر وقت ذکر''اسم اللہ'' میں مشغول رہ کر اپنے دلوں کو روشن رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ قالوابلیٰ کا وعدہ ایفاء ہو سکے۔

مزید فرمان الٰہی ہے:

(ترجمہ) ''بے شک شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب و جوا کے ذریعہ تم کو ایک دوسرے کا دشمن بنائے اور تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض پیدا کردے اور وہ تمہیں ذکراسم اللہ سے روکے اور نماز سے روکے۔'' (المائدہ:91)

نماز کا''ظاہر'' الفاظ کا مجموعہ ہے جسے مخصوص آداب کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔لیکن نماز کا باطن دیدارالٰہی اور قرب الٰہی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الصلوٰۃ معراج المؤمنین.

ترجمہ:''نماز مومنوں کی معراج ہے۔''

معراج اللہ تعالیٰ کے قرب و دیدار کا نام ہے۔شیطان کا مقصد یہی ہے کہ وہ مومن کو ''ذکراسم اللہ ذات سے روکے۔جب انسان''ذکراللہ'' سے اعراض کرتا ہے تو اس کے وجود پر نفس اور شیطان اپنا قبضہ جمالیتا ہے اور دل و دماغ کو اپنے قبضے اور تصرف میں لے لیتا ہے اور سارے وجود پر اس طرح پھیل جاتا ہے جس طرح''آکاس بیل'' پورے درخت کو گھیر لیتی ہے۔انسان کے رگ و ریشے اور نس نس میں شیطان گھس جاتا ہے اور اس کی باطنی روزی (یعنی روح کی غذا) تنگ ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:''جس شخص نے میرے ذکر سے اعراض کیا پس اس کی (باطنی) روزی تنگ کر دی جاتی ہے اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔'' (124:طٰہٰ)

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق محض اس غرض سے کی کہ اس کی پہچان ہو۔اس کے جلال و

Marfat.com

جمال کے جلوے آشکار ہوں اور اس کے حسن و جمال پر مر مٹنے والا کوئی عاشق ہو۔ سو انسان کی پیدائش کی اصل غرض و غایت اللہ کی معرفت اور پہچان ٹھہری اور کسی چیز کی پہچان کا سب سے عمدہ اور اعلیٰ ذریعہ آنکھ اور بصارت ہے اور ''دیکھنے'' سے کسی بھی چیز کی پوری پوری پہچان ہو جایا کرتی ہے دیگر حواس اور اعضاء شناخت کے معذور اور ناقص آلے ہیں۔ اس لئے آنکھ سے کیا جانے والا ذکر اور تصور سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ صرف یہی ذریعہ معرفت اور وسیلہ دیدار پروردگار ہے۔ سو ''تصور'' سے اسم اللہ ذات کو اپنے دل پر نقش کرنے سے یہ انسان کی باطنی شخصیت پر اثر انداز ہو کر اسے زندہ اور بیدار کرتا ہے اور اس طرح تصور اور ذکر اپنے ''حقیقی مقام'' پر مرکوز ہوتا ہے اور دوسرے طریقوں پر ذکر کرنے سے ذاکر اپنے اصلی مقصد اور حقیقی غرض سے بہت دور ہوتا ہے گویا ذکر کا اصل مقصد ''باطنی آنکھ'' کو بیدار کرنا ہے اور جب سالک کی باطنی آنکھ کھل جاتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی جلوے اور مشاہدے میں محو ہو جاتا ہے ورنہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(ترجمہ) ''جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔'' (بنی اسرائیل:172)

Marfat.com

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا؟

اس حقیقت سے انکار ہرگز ممکن نہیں کہ آج کی جدید زندگی سے پیدا لاینحل مسائل کا واحد اور جامع حل یہی ہے کہ انسان روحانیت میں پناہ تلاش کرے۔ پریشان کن صورت احوال نے عام آدمی کو نارمل سے ابنارمل بنا دیا ہے۔ تناؤ بڑھنے لگا ہے اچھا بھلا تندرست انسان دنوں میں مریض بن کر رہ جاتا ہے اور جو عارضہ ایک مرتبہ لاحق ہو جائے وہ پھر قبر تک کا ساتھی بن جاتا ہے۔ انسان خواہشات کا غلام بن کر رہ گیا ہے یا اسے بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ انسانی معاشرہ انسانوں کے بجائے وحشیوں اور درندوں کا جنگل بن کر رہ گیا ہے۔ جہاں ہر جانور اپنی اپنی فطرت اور استعداد کے مطابق شکار کھیل رہا ہے اور اپنے ہی بھائی بندوں کا خون پی رہا ہے۔

اس قحط الرجال میں آخر روحانیت کے علاوہ اور کوئی پناہ گاہ ہے بھی کہاں؟ شاید یہی وجہ ہے کہ ان بدترین حالات میں بھی مساجد اور خانقاہوں کی رونقوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ گردش حالات ہی اس کا سبب سہی لیکن مسلمانوں کا دین کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے۔ مسجدیں آباد ہو رہی ہیں اور لوگ اللہ کی طرف اپنے معاملات کی اصلاح کے لئے رجوع کرنے لگے ہیں۔ ہر شخص کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ اسے کوئی ایسا روحانی راہنما، پیر، مرشد، ہادی مل جائے جس کے سامنے وہ کم از کم اپنا کیتھارسس ہی کر سکے لیکن ہوتا کیا ہے؟ لوگ بڑے

Marfat.com

خلوص سے بڑے ارمانوں سے ان پیروں کی طرف لپکتے ہیں اور چند دنوں، ہفتوں یا مہینوں بعد وہاں سے بدظن اور گمراہ ہو کر لوٹ آتے ہیں۔ ان میں اطاعت کی بجائے بغاوت اور خودسری جنم لینے لگتی ہے۔ احتجاج بڑھنے لگتا ہے۔ معاشرتی ٹوٹ پھوٹ بڑھنے لگتی ہے۔ انتشار فکری میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ منفی سرگرمیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔

کیا گردش حالات سے خوفزدہ، گھبرائے اور بوکھلائے ہوئے انسان نے روحانیت میں پناہ ڈھونڈنے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ غلط تھا؟ جی نہیں...... اس بیچارے نے تو مسلمان ہونے کے ناطے یا بہ تقاضائے بشریت احسن عمل ہی کیا تھا اسے کیا خبر کہ بڑے بڑے مشائخ عظام دراصل راہبروں کے روپ میں ایسے راہزن ہیں جو انسان کی فطری کمزوری یعنی مذہب کے نام پر اپنی دکانداری چمکا کر اسے لوٹ رہے ہیں۔ اس کی مجبوری، بے بسی اور بے کسی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس پریشان کن صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب فرماتے ہیں۔

''عصر حاضر کے جو مشائخ ہیں انہوں نے ایک پاک اور لطیف شعبہ جو کہ اسلام کی بنیاد ہے جسے ہر دور میں مضبوط رکھنا ضروری تھا اور ہے اور ہوگا، وہ تھا تصوف اور روحانیت کا شعبہ۔ اس کو انہوں نے اتنا ضعیف کر دیا ہے کہ اب اس کا تصور ہی تبدیل ہو گیا ہے اور اس کی پاکی کو اتنی غلاظتوں میں ڈال دیا ہے کہ اب منشیات کے بڑے اڈے بھی درگاہوں اور خانقاہوں کو سمجھا جاتا ہے اور اس لطیف شعبے کو اتنی بے چینی اور بے سکونی میں ڈال دیا ہے۔ لوگ اس میں آ کر بھی افیون، چرس بالخصوص سبز پانی یعنی بھنگ تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اب مشائخ اپنے آپ کو معالج شعبدے باز اور شیطانی عملیات پر کامل، مکمل اور اکمل ظاہر کر رہے ہیں۔ معالج شعبدے باز اور شیطانی عملیات پر عبور سے کیا مراد ہے؟ جبکہ مندرجہ بالا سے کوئی بھی چیز پیر یا مرشد میں نہیں ہونی چاہیے۔ اگر ہو تو جان لو کہ وہ مرشد ناقص و نامکمل اور راہزن ہے۔

اب جو مرشدوں نے اپنا کام بنایا ہوا ہے یعنی معالج جو بنے ہوئے ہیں اتنے تھرڈ کلاس اور گھٹیا

Marfat.com

معالج بنے ہیں کہ سن کر بھی شرم کے طوطے مر جائیں یعنی ایک مرید آتا ہے پیر کے پاس کہ پیر صاحب میری گائے دودھ نہیں دیتی۔ آپ دعا کریں یا توجہ کریں تا کہ میری گائے دودھ دینے لگ جائے تو پیر صاحب نے اپنی پیری کا ڈھنڈورا پھیلانے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز دم کر کے دیتے ہیں تا کہ یہ گائے دودھ دینے لگ جائے ایک اور مرید آتا ہے کہتا ہے کہ پیر صاحب میری بھینس کو حمل نہیں ٹھہرتا ہے آپ مہربانی کریں تا کہ میری بھینس کو حمل ٹھہر جائے تو پیر صاحب اپنی پیری کا لوہا منوانے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز دم کر دیتے ہیں تا کہ اس کی بھینس کو حمل ٹھہر جائے۔ ایک اور مرید آتا ہے پیر صاحب میری بکری کے بچے مر جاتے ہیں آپ کوئی چیز دیں تا کہ میری بکری کے بچے نہ مریں تو پیر صاحب اپنی پیری کی دھاک بٹھانے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز دم کر دیتے ہیں تا کہ اس بکری کے بچے نہ مریں۔ ایک اور مرید آتا ہے کہ پیر صاحب میری مرغی انڈے نہیں دیتی کوئی چیز دم کر دیں تا کہ میری مرغی انڈے دینے لگ جائے تو پیر صاحب اپنی پیری کو مزید اوج ثریا پر لے جانے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز دم کر دیتے ہیں تا کہ یہ مرغی انڈے دینے لگ جائے۔ ایک اور چیلا آجاتا ہے کہ پیر صاحب میرا بٹیر صحیح نہیں لڑتا کوئی چیز دم کر دیں تا کہ میرا بٹیر صحیح لڑنے لگ جائے تو اب یہ تمام عمل ہو گئے تو مرید بڑے اکڑ کر چلیں گے اور اپنے پیر کی پیری کو چمکانے کے لئے وہ پورے علاقے کو ایسی باتیں بھی بتائیں گے کہ میری گائے دودھ نہیں دیتی تھی یا میری بھینس کو حمل نہیں ٹھہرتا تھا یا میری بکری کے بچے مر جاتے تھے یا میری مرغی انڈے نہیں دیتی تھی یا میرا بٹیر نہیں لڑتا تھا۔ میں نے اپنے پیر صاحب سے دم کروایا تھا تو اب ہر چیز ٹھیک ہے۔ سینہ تان کر اور تڑیاں لگا لگا کر بتاتے ہیں جیسے ان کے پیر صاحب نے چاند توڑ کر ان کو تحفے میں دے دیا ہو۔

آپ ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچیں کہ کیا پیر کا کام گائے کا دودھ نکلوانا یا بھینس کو حمل ٹھہرانا یا مرغیوں سے انڈے لینا رہ گیا ہے کہ کیا پیروں کا کام اتنا گھٹیا ہے۔ حالانکہ ہماری جان اور ایمان کے مالک محبوب خداوند تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ میری امت میں جو مرشد ہوں گے وہ ایسے ہوں گے جیسے نبی اپنی امت میں ہوتا ہے تو یہی اب کام رہ گیا ہے مرشد کا کہ وہ دو نمبر معالج

Marfat.com

بن کر پھرتا ہے، نہیں، نہیں! یہ کام مرشد کا نہیں ہے۔

شعبدہ بازی اپنا کر یہ اپنی روزی کما رہے ہیں اور اسلام کی روح پاش پاش کر دینے والے حیلے کر رہے ہیں۔ اسلامی طور طریقوں سے بھی امت مسلمہ کو محروم کملی گمراہی میں ڈال کر 72 گروہوں میں شامل کرنے کے خواہاں بن چکے ہیں کہ جن کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے 71 فرقے تھے جن میں ایک نجات والا تھا باقی ستر گمراہ ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے 72 فرقے تھے جن میں ایک نجات والا تھا اور باقی 71 گمراہ ہو گئے۔ میری امت کے 73 فرقے ہونگے جن میں ایک نجات والا اور باقی 72 فرقے گمراہ ہوں گے۔

یہ لوگ پیری کا روپ دھار کر لوگوں کو صراط مستقیم سے روک رہے تھے۔ حالانکہ حقیقی معنوں میں مرشد کا کام بھی صراط مستقیم پر چلنا اور چلانا ہے کیونکہ مرشد خلیفۃ اللہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی نیابت کا حامل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کا ہر قول اور ہر فعل میرا قول اور فعل ہوتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو پہلے جو اللہ کے خلیفہ (نائب) تھے وہ انبیاء کرام علیہ السلام تھے اور جب آخری نبی، ہمارے نبی، پیارے نبی، ایسے نبی جو اپنی پیدائش سے لاکھوں سال پہلے بھی نبی تھے ، جو اللہ تعالیٰ کی نیابت کے حامل رہتے ہیں اور اب بھی ہیں۔ مرشد کی بھی جو تعریف قرآن سے ملتی ہے وہ یہ ہے کہ مرشد تمام ترپلیدیوں سے اور ناپاکیوں سے نکال کر بحر معرفت میں ڈال دے۔ جہاں پر مرید اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا بلا حجاب مشاہدہ کرتا ہے۔ لیکن شعبدے باز پیر اس کام سے روکتے پھر رہے ہوتے ہیں اور پیسوں کے بھاؤ اپنی پیری کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی سے ہمکنار کرنے کے لئے ایسی طرف گامزن کر دیتے ہیں کہ پیسے دو اور خلافت لو۔

جن کو یہ پتہ ہی نہیں کہ مرشد کیا ہے؟ اور مرید کیا ہے؟ اپنے آپ کو مرشد اعظم کہلواتے پھر رہے ہیں اور اپنے کرتب کا مظاہرہ کر کے سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان پر تیزاب پھینک کر مسلسل مسخ کر رہے ہیں مثلاً کئی پیر یہ کہتے ہیں کہ آنکھیں بند کرو تمہیں مدینہ نظر

Marfat.com

آ ئے گا، تمہیں خدا نظر آ ئے گا، تم اس مقام پر پہنچ جاؤ گے، تم فلاں مقام تک پہنچ جاؤ گے حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ صرف یہ تاثر دے رہے ہوتے ہیں کہ ہم اتنے بڑے پیر ہیں اگر کوئی مرید یہ کہہ دے کہ پیر صاحب مجھے کچھ بھی نظر نہیں آیا تو فقط یہ کہہ دیتے ہیں کہ تمہارا وضو ٹھیک نہیں تھا یا تمہارا عقیدہ ٹھیک نہیں ہے اور کئی لوگ اور طریقے بھی اپناتے ہیں یعنی کوئی مرید بے چارہ جو تبخیر کا مریض ہو کہہ دیتے ہیں کہ اس پر جنات کا سایہ ہے اور اس غریب کی پٹائی شروع ہو جاتی ہے اور ایک طریقہ یہ بھی اپنی پیری بڑھانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ مرید کو حکم ہوتا ہے کہ تم فلاں وظیفہ کرو تمہارے پاس اتنے پیسے آئیں گے یہ ہو جائے گا وہ ہو جائے گا۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ بندہ تو پہلے ہی دنیا میں اتنا غرق ہے کہ ان مرشدوں کے پاس آتا ہے کہ اسے اللہ کی ذات سے وصل نصیب ہو جائے۔ مرشد الٹا اس کو ایسی راہ پر ڈال دیتا ہے کہ وہ دور ہی دور ہو جاتا ہے۔ آخر ایک دن وہ آ جاتا ہے جب وہ پیروں کو ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔ پیر کی صحیح اصطلاح اور تشریح بھی یہی ہے جو حضور سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے کر دی ہے آپ اپنے پنجابی کلام میں ارشاد فرماتے ہیں:

نہیں فقیری جھلیاں مارن سُتے لوگ جگاون ھُو
نہیں فقیری وانڈھی ندی سکیاں پار لگاون ھُو
نہیں فقیری وچ ہوا دے مصلیٰ پا ٹھہراون ھُو
نام فقیر تنہاں دا باہو جیہڑے دل وچ یار ٹکاون ھُو

حضور حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے قرآن و حدیث کی روشنی میں ہمیں وہ درس ایمانی و سبق سلطانی نصیب ہوتا ہے۔ وہ بھی یہی ہے بلکہ آپ اپنی تصنیف میں ارشاد فرماتے ہیں: ''فقیر باہو کہتا ہے کہ راہِ فقر میں استقامت کی ضرورت ہے نہ کہ ہوائے نفس و کرامت کی ضرورت ہے کیونکہ استقامت مرتبہ خاص ہے اور کرامت مرتبہ حیض و نفاس ہے۔ سن اے یار طالب اللہ کا کیا کام حیض و نفاس سے۔'' (عین الفقر)

Marfat.com

اب ہم پر یہ حقیقت بنور آفتاب واضح ہوگئی کہ تمام شعبدے بازیوں سے ہٹ کر اور شعبدے باز مرشد کی بجائے ایسا مرشد تلاش کرنا چاہئے کہ جو اپنی نظر کے ساتھ اپنے مرید کو استقامت عطا فرمائے۔ ''شیطانی عملیات کے عامل پیر'' جیسے عنوانات کے ساتھ آئے روز اخبارات کے اندر، دیواروں پر لکھی گئی عبارات سے اور مختلف پمفلٹ اور چھوٹے چھوٹے کتابچوں سے ان جعلی پیروں کی مشہوری ہو رہی ہوتی ہے۔ اشتہار بازی ہو رہی ہوتی ہے صرف ایک رات کے عمل سے ہر مسئلے کا حل، جو چاہو سو پوچھو، سنگدل محبوب آپ کے قدموں میں، ستاروں کی چال کے ماہر، علم نجوم کے بے تاج بادشاہ، بنگال کا کالا جادو، افریقہ کا کالا جادو، شوہر کو راہِ راست پر لانا، چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات، 5 لاکھ نقد انعام اس عامل کو جو میرے عمل کی کاٹ کرے، کالے اور سفلی عمل کی کاٹ کے ماہر جناب عامل نجومی فلاں فلاں، یورپ میں شہرت کے بعد اب آپ کے شہر میں۔ ایسے ناقص اور جاہل مرشد جو کہ صرف عملیات کر کے اپنے مریدین سے پیسے بٹور رہے ہیں اور اپنا الو سیدھا کر رہے ہیں اور دروازے کے باہر ریٹ لسٹ آویزاں کر کے اپنی کمائی کے لئے اپنا بھی اور عوام الناس کا بھی ایمان اپنے پاؤں تلے روندر ہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان گوہر فشاں سے ارشاد فرمایا:

الشیطان الانسان اشد من الشیطان الجن.

ترجمہ: ''انسان شیطان جن شیطان سے زیادہ سخت ہے۔''

آج ہم یہ سوچیں کہ ہماری اپنی ملت یعنی ملت اسلامیہ کیوں کھلی گمراہی میں جا رہی ہے اور لوگ کیوں جوق در جوق سامنے نظر آنے والی گمراہی کی آگ کی طرف کھینچے جا رہے ہیں اور بڑھ چڑھ کر اپنے آپ کو سب سے بڑا گمراہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر ایک نظر ہم ملکی و بین الاقوامی فرقہ پرستی کی طرف اٹھائیں تو باقی مذاہب کو ہم اگر اس میں ملوث کرنے کی بجائے مستثنیٰ کر دیں۔ صرف اسلام کے اوپر نظر پھیریں تو بے شمار لوگ، بے شمار باتیں اور بے شمار فرقوں

Marfat.com

کی صورت میں امت مسلمہ میں انگریز کا باقاعدہ منصوبہ بندی سے چلایا گیا مشن بڑا کھل کر سامنے آتا ہے میں یہ کہوں گا کہ جو لوگ یہ باتیں کرتے ہیں بے شک وہ کھلی گمراہی میں تو ہیں ہی لیکن اس جرم بے پایاں میں وہ لوگ سب سے زیادہ جوابدہ اور ملوث ہیں، جن لوگوں نے خانقاہوں کو اور آستانوں کو شدید نقصان اپنے ملنگوں یعنی منشیات کے عادی لوگوں اور بھنگ بکثرت استعمال کرنے والوں کو چارج دے کر پہنچایا اور ان کے ساتھ ساتھ میں اپنی پوری قوم کو اس میں ملوث سمجھوں گا جنہوں نے ایسے ڈبے پیروں کو آگے لا کر یہ تباہی پھیلانے کا موقع دیا اگر آج بھی ہم یہ تہیہ کرلیں کہ ہم نے اپنی فلاح کی طرف جانا ہے۔ اپنی منزل یعنی اپنے مقصد حیات کو پانا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا:۔

فخلقت الخلق لاعرف.

''میں نے مخلوق کو اپنی پہچان کے لئے پیدا فرمایا ہے۔''

تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر ہم پلک بعد میں جھپکیں گے لیکن اس گوہر مقصود تک پہلے پہنچ جائیں گے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ من طلبنی فقد وجدنی ''جو مجھے طلب کرتا ہے وہ مجھے پالیتا ہے۔'' من وجدنی فقد عرفنی ''جو مجھے پالیتا ہے وہ مجھے پہچان لیتا ہے۔'' (بحوالہ جعلی پیر اور مرشد کامل..... صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب مدظلہ العالی)

سبحان اللہ! سبحان اللہ! ایسے پر مغز اور راست فکری پر مبنی خیالات کا اظہار صاحبزادہ سلطان احمد علی مدظلہ العالی کی زبان مبارک ہی سے ہو سکتا ہے۔ اسے کہتے ہیں ''فیضان نظر کا کمال'' وہی فیضان نظر جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ''آداب فرزندی'' سے آگاہی دی تھی۔ روحانیت کی آڑ میں کی جانے والی اس دہشت گردی کا پردہ اتنی جرأت سے صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب ہی چاک کر سکتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انسان صرف یہی سوچ کر کہ

خداوندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

Marfat.com

راہِ فرار اختیار کر لے یا پھر اس گمراہی اور ضلالت کو مشیت ایزدی جان کر قبول کر کے بیٹھا رہے۔ جی نہیں! یہ مسئلے کا حل نہیں۔ یہی دراصل امتحان کی گھڑی ہے، یہی آزمائش ہے اور اس آزمائش سے سرخرو ہونے والا مسلمان پھر ''بندۂ مومن'' بن جاتا ہے۔ اسے اسلاف کا ''قلب ونظر'' عطا ہو جاتا ہے۔ میں جب ایک عام آدمی کی حیثیت سے سائیں سلطان اصغر علی صاحب کی چلائی ہوئی تحریک کا مطالعہ کرتا ہوں تو مجھ پر بڑے انوکھے راز کھلتے ہیں کہ آپ کی تحریک میں روحانیت اِتنی واضح اور بھرپور ہے کہ ہر کارکن، ہر عہدہ دار اور ہر صدر ایک زندہ جذبہ اور زندہ سوچ وفکر کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے اور یہ تبھی ممکن ہے جب اَسلاف کا قلب وجگر کسی نگاہِ کامل سے میسّر آ جائے۔ آپ کی تحریک سے وابستہ لوگوں کو پہلے ہی دِن احتساب کی تعلیم دی جاتی ہے کہ اپنا اور مُرشِد کا احتساب کرو۔ اپنا اِس لئے کہ اپنے مقاصِد واضح ہو جائیں کہ میں کیا چاہتا ہوں اور کیا لینے یہاں آیا ہوں؟ مُرشِد کا اِس طرح تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ وہ میری طلب پر مجھے پہنچا بھی سکتا ہے یا نہیں؟۔

جب یہ سوچ پہلے ہی دِن ایک مُرشِد اپنے سالک کے دِل میں ڈال دے تو اُس مرشد کا نفسیاتی تجزیہ کرتے ہوئے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اُس میں ''کچھ ہے'' جو اُسے اِتنا اعلیٰ اعتماد عطا کر دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مُرید وطالِب کے احتساب میں جوابِدہ اور کامِل وکامیاب پاتا ہے۔ یہ اعتماد اور یقین فقط کسی مرشدِ کامل ہی میں ہو سکتا ہے۔

سائیں سلطان محمد اصغر علی صاحب ایک صاحبِ نظر اور صاحبِ فیض مُرشد تھے جنہوں نے اپنی طلب کامل اور جذبِ صادِق سے اپنے والد ومُرشِد کی بارگاہ سے یہ حِصّہ لیا تھا۔ آپ کے کمال کی ایک نشانی آپ کے چہرے پر بھی واضح تھی کہ آپ کی رِیش کی ترتیب اِس طرح تھی کہ جیسے اِسمِ ''اللہ'' لکھا ہوا ہو

☆☆☆

Marfat.com

اس ناچیز کی رائے یہ ہے کہ کسی بھی مرشد کامل، پیر کامل کی پہچان ان تعریفی اور توصیفی تحریروں اور تقریروں سے نہیں ہو سکتی جو ایسے پیران تسمہ پا باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت اپنے تنخواہ دار مریدین سے لکھواتے، چھپواتے اور لوگوں کو سناتے ہیں۔ میدان صحافت کی گزشتہ بیس برسوں سے آبلہ پائی کرتے ہوئے خاکسار نے ایسے درجنوں پیروں، فقیروں، صوفیوں، مشائخ اور عالموں کو دیکھا، جانا اور سمجھا ہے جنہیں خود ستائشی کا کینسر لاحق ہو چکا ہے جنہوں نے پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا میں اپنے ایجنٹ بھرتی کر رکھے ہیں جو کسی بھی موقع پر متعلقہ پیر صاحب کی تصویر، بیان تقریر، تعریف شائع کرنے کی تنخواہ پاتے ہیں۔

میرا خیال ہے کسی اللہ کے ولی کو جاننے کے لئے اس کے اعمال و افعال کا محاسبہ ہی ایک ایسی کسوٹی ہے جو اس کے غلط صحیح ہونے کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ یہی عزم لے کر میں نے ایسے درجنوں سابقہ جرائم پیشہ، راہزنوں، ٹھگوں، چوروں، بدمعاشوں سے ملاقاتیں کیں جو آج اپنے مرشد کامل حضرت سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ فیض کے صدقے انسانیت کے اعلیٰ ترین مدارج پر فائز ہیں۔ ملک صفدر حسین صاحب چکوال کے ایک بنک میں منیجر ہیں اور بڑے سنجیدہ پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ انہوں نے بتایا میرے دوست ملک الیاس صاحب کا تعلق سرگودھا سے تھا۔ بڑے عیاش آدمی تھے۔ بڑے زمیندار تھے۔ شراب و شباب کے رسیا۔ میں کچھ عرصہ ان کے ساتھ سرگودھا رہا۔ ہماری دوستی ہو گئی پھر میں سرگودھا سے تبادلہ کے بعد خوشاب آ گیا۔ کافی عرصہ ہماری ملاقات نہ ہوئی۔ طویل عرصہ بعد ملاقات ہوئی تو میں الیاس کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ مسلسل شراب نوشی نے اسے جسمانی ہی نہیں دماغی مریض بھی بنا دیا تھا۔ اس دوران میں نے حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کر لی تھی اور میری زندگی میں انقلاب آ چکا تھا۔

دوستی کا تقاضا یہ تھا کہ میں اپنے دوست کو تباہی اور بربادی سے بچاؤں۔ میں نے اسے راغب کرنے کی کوشش کی تو الیاس نے کہا ''چھوڑ دیار میں ان فضول چکروں میں نہیں پڑتا۔'' میں بضد ہوا کہ کم از کم ایک مرتبہ تم میرے حضور سے مل تو لو۔ میرے اصرار پر الیاس رضامند ہو گیا۔

Marfat.com

میں اسے حضور کی خدمت میں لے گیا اور عرض گزاری کہ میرے اس دوست پر توجہ فرمائیں۔ آپ نے صرف ایک نظر الیاس کی طرف دیکھا۔ حیرت انگیز طور پر الیاس اپنی جگہ قریباً اچھل کر آپ کے قدموں میں گرا اور بچوں کی طرح سسکیاں لے لے کر رونے لگا، حضور نے اسے تسلی دی اور میں الیاس کو باہر لے آیا۔ میں باہر آیا تو الیاس بضد ہوا کہ مجھے فوراً حضور کے بیعت کراؤ۔ میں نے کہا ابھی ٹھہر جاؤ لیکن وہ کہاں ٹھہرنے والا تھا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا ''صفدر! تم کتنے عرصے سے بیعت ہو؟'' میں نے کہا ''چار سال سے'' الیاس نے کہا ''تمہیں چار سال میں کچھ نظر نہیں آیا، کچھ دکھائی نہیں دیا۔ مجھے تو جب حضور نے ایک نظر دیکھا تو زمین سے آسمان تک سب کچھ مجھ پر روشن ہو گیا تھا۔'' میں خاموش رہا۔ الیاس کی کیفیت یک لخت بدل گئی بیعت کے لیے بضد تھا۔ میں نے دوبارہ عرض گزاری کہ حضور سے بیعت کر لیں۔ آپ نے ظہر کے بعد کا وقت دیا اور الیاس کو بیعت کر لیا۔ جب الیاس بیعت ہوا تو اس کی آنکھوں پر قریباً آخری نمبر کی عینک لگی تھی۔ عجیب و غریب دورے پڑا کرتے تھے۔ شراب کے بغیر ایک پل زندہ رہنا اس کے لئے ناممکن تھا۔ لیکن حیرت انگیز طور پر بیعت کے فوراً بعد وہ نارمل ہو گیا۔ اب سولہ سال ہونے کو آئے ہیں۔ آپ اُسے مل لیں۔ عینک اتر گئی داڑھی رکھ لی۔ چہرہ نورانی ہو گیا۔ تمام جسمانی بیماریاں ختم ہو گئیں اور اب وہ ایک مکمل بدلا ہوا انسان ہے۔ کوئی دیکھے تو یقین نہیں آتا خود الیاس کو یقین نہیں آتا یہ ہے میرے مرشد کی نگاہ کامل کا کمال۔

ملک صفدر حسین صاحب نے مجھے حضرت سخی سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کی ایک رباعی سنائی جس کا مطلب کچھ اس طرح ہے کہ ''حق کا طالب میرے پاس آئے میں ایک سانس میں اس کی کایا پلٹ دوں گا۔'' میں نے حضرت سخی سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کے اس کلام کو ان کی اولاد پاک میں اپنے مرشد کے ذریعے حقیقت بنتے دیکھا ہے اور ایک نگاہ سے کئی سیاہ کاروں کی کایا پلٹتے دیکھی ہے۔ صفدر حسین صاحب کہتے ہیں۔

''میں اپنے مرشد سے کھل کر کبھی کوئی فرمائش نہیں کرتا تھا کیونکہ میرا ایمان ہے کہ وہ

Marfat.com

ہمارے دلی معاملات سے آگاہ ہیں۔ میری شادی کو کافی عرصہ ہو گیا اور کوئی اولاد نہیں تھی۔ میں نے اسے اپنی قسمت جان کر قبول کر لیا اور کبھی اس طرف قیاس ہی نہ گیا۔ ایک مرتبہ جب میری قائد آباد میں تعیناتی تھی تو میرے مرشد پاک میرے ہاں تشریف لائے میرے ساتھ میرا ایک بھتیجا موجود تھا۔ آپ نے فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کی کہ میرا بھتیجا۔ آپ نے پوچھا تمہارا بیٹا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں حضور۔ فرمایا کہ بتایا ہی نہیں تم نے...... میں نے عرض کی حضور آپ سے کیا پوشیدہ ہے؟ اس پر آپ نے توقف فرمایا۔ حاضرین پر نگاہ ڈالی اور کہا کہ سب مل کر دعا کرو اللہ صفدر حسین کو بیٹا عطا فرمائے۔ سب نے دعا کی آپ نے آمین کہا اور آپ کی روانگی کے ایک ہفتہ بعد اللہ نے مجھے اس میڈیکل ٹیسٹ کے ذریعے اس خوشخبری کا یقین دلا دیا۔

میں اپنے ایک دوست میاں صاحب کے ساتھ علاقے کے مکین وڑائچ صاحب کے پاس بیٹھا تھا کہ جو علاقے کے بڑے زمیندار تھے اور میاں صاحب کے ذریعے ان سے میرا پہلی مرتبہ تعارف ہوا تھا۔ باتوں باتوں میں وڑائچ صاحب نے کہا۔ میں پہلے شکار کھیلا کرتا تھا لیکن کسی نے کہا کہ یہ ظلم ہے تو میں نے چھوڑ دیا۔ خدا جانے مجھے کیا ہوا کہ غصہ آ گیا۔ میں نے کہا آپ نے چھوڑ دیا آپ کا فیصلہ تھا لیکن اسے ظلم نہ بتائیں کیونکہ میرے مرشد پاک بھی شکار کھیلتے ہیں۔ وڑائچ صاحب وہاں سے چلے گئے۔ میں اور میاں صاحب اپنے گھر واپس آ گئے۔

گھر پہنچے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ دروازے پر آہٹ ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا اور سامنے حضرت سخی سلطان اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو موجود پایا۔ میں حیران رہ گیا کہ اچانک آمد اور وہ بھی اس طرح۔ حضور تشریف فرما ہوئے اور یقین کیجئے بغیر کچھ کہے سنے آپ نے شکار کے حوالے سے بات شروع کر دی۔ قرآن پاک کی آیات کا حوالہ دینے لگے اور فرمایا کہ فلاں آیت دیکھو۔ فلاں آیت دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے شکار کی اجازت دی ہے۔ پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا۔

''صفدر صاحب جب اللہ تعالیٰ ایک کام کی اجازت دے رہے ہیں تو اُسے کرنے والا ظالم ہے یا اس سے روکنے والا؟'' میں چپ رہا۔ میاں صاحب کو پسینہ آ گیا کیونکہ ہم دونوں ہی

Marfat.com

تھوڑی دیر پہلے وڑائچ صاحب کے ساتھ موجود تھے۔ حضور سے بھی کچھ نہ کہہ سکے۔ گفتگو مکمل کرنے کے بعد حضور نے فرمایا کہ انہیں فوراً واپس جانا ہے۔ ہم مزید حیران ہو گئے۔ بات مکمل کر کے آپ چلے گئے تھے۔ آپ کی روانگی کے بعد میں نے میاں صاحب سے کہا جو خود بھی بہت اللہ والے ہیں کہ قرآن پاک کی متعلقہ آیات دیکھیں۔

جب ہم نے وہ آیات دیکھیں تو یقین کیجئے لفظ بلفظ وہی لکھا تھا جو میرے مرشد پاک ہمیں فرمانے کے بعد رخصت ہو گئے تھے۔

''پپلاں (میانوالی)'' میں میرے ایک ہمسائے بڑے اچھے دوست تھے وہ ذرا پڑھے لکھے آدمی تھے اور میں ان کے سامنے اکثر اپنے حضور کے فضائل بیان کرتا رہتا تھا۔ ایک روز مجھے کہنے لگے کہ ''صفدر صاحب آپ کی باتیں تو ٹھیک ہیں لیکن یہ پیر لوگ خلاف شرع بہت کام کرتے ہیں اپنے مریدین سے سجدے کرواتے ہیں۔''

میں نے کہا کہ آپ ایک مرتبہ میری درخواست پر میرے مرشد سے مل تو لیں وہ صاحب راضی ہو گئے۔ ہم دونوں آپ کی خدمت میں دربار شریف پہنچے۔ میں نے مہمان کا تعارف کروایا اور ابھی صرف ان کا نام ہی بتایا تھا کہ ایک مرید اندر آ گیا اور اُس نے واقعی جھکتے ہوئے حضور کو سلام کیا۔ آپ نے اُسے کندھے سے پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا کہ

''یاد رکھو کہ سجدہ صرف اللہ کے سامنے کیا جاتا ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنا کفر ہے۔''

میرا ساتھی حیران رہ گیا کیونکہ ہم نے مرشد پاک سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ اُس نے میرے کان میں سرگوشی کی اور درخواست کی کہ اسے ابھی حضور کی بیعت کرواؤں۔

میں نے عرض گزار کی اور حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے بیعت فرمالیا۔

Marfat.com

صحبت یار آخر شُد

موت سے بڑی سچائی اور زندگی سے بڑا جھوٹ اور کیا ہوگا! مومن کی زندگی ہی دراصل سفرِ موت کی تیاری کا نام ہے۔ اس دنیا میں روزانہ لاکھوں کا قیام اور کوچ ہوتا رہتا ہے لیکن کبھی کبھی ایسے انسان اس دارِ فانی سے اٹھ جاتے ہیں جن کی کمی پوری نہیں ہوا کرتی جنہیں زمانہ برسوں یاد کرتا ہے جن کی جدائی پر ایک عالم اشک بہاتا ہے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات بابرکات ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں سے ایک تھی جنہیں 14 اگست 1947ء کو اللہ تعالیٰ نے رُشد و ہدایت کا عظیم مشن سونپ کر دنیا میں بھیجا اور جنہوں نے ہوش سنبھالتے ہی اس خدائی فریضے کو احسن طریقے سے نبھانا شروع کیا۔ اپنی زندگی کی ہر سانس کو انہوں نے یادِ الٰہی اور رشد و ہدایت سے مزین کیا۔ دنیاوی آلائشوں کو ٹھکرا کر روایتی صاحبزادوں اور پیرزادوں کے بجائے خود کو حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد ہونے کا عملی نمونہ بنا کر پیش کیا اور ایسے پر پیچ، خاردار اور پُر از مشکلات راستے کا انتخاب کیا جہاں قدم قدم پر آزمائشیں تھیں۔ امتحان تھے، حسد، کینہ، بغض تھا، مخاصمت تھی، مخالفت تھی لیکن آپ ہر آزمائش سے سرخرو ہو کر نکلے۔ تزکیہ نفس سے، اعمال صالحہ سے، اخلاق حسنہ سے اور سب سے بڑھ کر اسم اللہ ذات سے آپ نے قدم قدم پر اپنی شخصیت مبارکہ کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

Marfat.com

یہ نقوش آپ کے ارادت مندوں کے دلوں پر ایسے نقش ہیں کہ اب کوئی چاہے بھی تو کبھی انہیں مٹا نہیں پائے گا۔ دنیا کے کونے کونے میں موجود لاکھوں راہ گم کردہ انسانوں کو صراط مستقیم پر گامزن کر کے ان کے دلوں میں عشق حقیقی اور عشق مصطفیٰ کی شمع فروزاں کر کے بالآخر 26 دسمبر 2003ء جمعۃ المبارک کو صبح 5 بج کر 7 منٹ پر رُشد وہدایت کا یہ آفتاب اس دارفانی کو خیر باد کہہ کر کامیابیوں، کامرانیوں اور سرخروئیوں کو اپنے دامن میں سمیٹے لاکھوں ارادت مندوں کی آہوں سسکیوں کے ساتھ راہی ملک عدم ہوا۔

حیف در چشم زدن محبت یار آخر شد

بوئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

اللہ تعالیٰ اپنے ان برگزیدہ بندوں کو خصوصاً کسی پروگرام اور پلان کے تحت دنیا میں بھیجتے ہیں۔ اُن سے جو کام لینا ہوتا ہے مکمل ہونے پر اپنے ان پیاروں کو اپنے پاس بلا لیتے ہیں کیونکہ اللہ سے زیادہ محبت کرنے والا اور کوئی نہیں۔

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے درجنوں مریدین نے مجھے ایک بات بڑے ہی دکھی لہجے میں بتائی ان کا کہنا تھا کہ حضور نے اپنے مرشد والد گرامی کی تمام سنتیں پوری کیں اس لئے جب وہ کبھی دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرتے تو ہمارے دل اس لئے مطمئن رہتے کہ انشاء اللہ آپ اپنے مرشد پاک کی طرح 63 سال کی عمر پائیں گے لیکن آپ کے اپنے مرشد سے عشق کی انتہا تھی کہ ان جتنی عمر کی تمنا بھی نہ کی اور 56 سال کی عمر میں ہی دارفانی کو خیر باد کہہ گئے۔

صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب نے اپنے والد مرشد کے آخری ایام کی یادیں تازہ کرتے ہوئے بتایا کہ حضور سے آخری ملاقات قریباً 15 دن پہلے ہوئی تھی میں چکوال میں تعلیم حاصل کر رہا تھا اور حضور کی یہ شدید خواہش تھی کہ ہمارے گھرانے میں کوئی وکیل ہونا چاہئے۔ میں گھر پر آیا ہوا تھا۔ حضور ملتان تشریف لے جا رہے تھے۔ اسی روز ہمیں فرمایا۔

"آج مجھ سے رج کے مل لو۔"

Marfat.com

ہم حیران ہوئے کہ حضور نے کیوں فرمایا ہے پھر فرمانے لگے (ایک خاندانی مسئلے کا حوالہ دے کر کہا میں اس سے بچنا چاہتا ہوں۔ اپنا چہرہ چھپا رہا ہوں) اس کے بعد خاموش ہو گئے اور فرمانے لگے۔

؎ سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

ہم باادب بیٹھے تھے۔ اس روز میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ حضور کو چھوڑ کر جاؤں۔ مجھے چکوال جانے کا حکم دیا تو میں خاموش رہا۔ اس پر فرمانے لگے۔

''احمد علی صاحب اگر پڑھنا ہے تو مکمل اور دل لگا کر پڑھو۔''

میں نے اطاعت میں گردن جھکا دی۔ اس ملاقات میں حضور نے اپنے ساتھیوں اور گھوڑوں سے متعلق خصوصی ہدایات دیں اور فرمایا جب تک تمہارے پاس گھوڑے رہیں گے دین و دنیا کی نعمتیں حاصل رہیں گی۔

آخری دنوں میں حضور نے اپنے خاندانی مسائل حل کرنے کے لئے خاندان کے تمام لوگوں کو ایک جگہ جمع کیا کیونکہ اس سے پہلے اخبارات میں خبریں آ چکی تھیں اور گدی نشینی کے مسئلے پر اختلافات بڑھ چکے تھے۔ آپ نے سب سے کہا کہ میں نہیں چاہتا سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد پاک دنیا کے سامنے تماشا بنے اور ہمارے مسائل خاندان کے اندر ہی حل ہونے چاہئیں۔ آپ کی اس تجویز کو سب نے بہت پسند فرمایا اور آپ نے وہاں ''دستگیر کونسل'' کی بنیاد رکھی خاندان والوں نے اس کی صدارت بھی آپ کو سونپی اور یہ فیصلہ بھی ہوا کہ ہر معاملے پر آپ کے فیصلہ کو حکم مان کر عمل کیا جائے گا کیونکہ آپ تمام خاندان کے نزدیک غیر متنازعہ اور بابرکت شخصیت ہیں۔ آپ نے خاندان کے کچھ لوگوں کو وہاں فرائض بھی سونپے اور خصوصاً یہ ڈیوٹی کہ سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات پر ریسرچ، اشاعت اور ترویج کا اہتمام کیا جائے۔ یہ کونسل آپ نے وصال سے دو ماہ پہلے بنائی تھی۔

صاحبزادہ سلطان احمد علی نے فرمایا کہ ہمارے ہاں ایک روایت ہے کہ عید کے روز ہم

Marfat.com

لازماً ایک دوسرے کے گھر عید ملنے جاتے ہیں۔ عموماً حضور ہم دونوں بھائیوں کو بھیج دیا کرتے تھے لیکن آپ آخری عید پر خود فرداً فرداً سب سے ملے۔ سب کے گھروں میں گئے ایسا پہلی بار ہوا تھا۔

میرے درخواست کرنے پر صاحبزادہ سلطان احمد علی نے حضور کی آخری لمحات سے متعلق بتایا کہ میں چکوال میں تھا۔ صبح ساڑھے 5 بجے جگایا گیا میں نے دیکھا کہ صاحب خانہ میرا سامان باندھ رہے تھے مجھے شک گزرا لیکن دل نہیں مانتا تھا میں نے صاحب خانہ جن کے ہاں میں ٹھہرا ہوا تھا سے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا آپ نماز ادا فرما لیں، خیر ہے۔

میں نے وضو کیا، نماز ادا کی۔ دوران نماز مجھے صاحب خانہ کے رونے کی آواز نے بتا دیا کہ وہ خبر آ گئی جس کے نہ آنے کی ہم دعا کیا کرتے تھے۔ نماز میں نے اطمینان سے مکمل کی اور رضائے الٰہی جان کر اس پر صاد کیا۔ اس کے بعد ہم نے حضور کے کچھ متعلقین کو فون کئے اور میں دربار شریف روانہ ہو گیا۔ مجھے یاد آیا کہ ایک روز او چھالی شریف میں حضور نے کہا تھا۔

''احمد علی صاحب آپ کے دادا سائیں بلا رہے ہیں۔''

میں نے عرض کیا کہ حضور ہمارا کیا بنے گا؟ ہمیں پہلے بھیج دیں تا کہ استقبال کی تیاریاں کر سکیں۔

اس پر فرمایا ''اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اپنا یقین مضبوط رکھو۔''

ملک اعجاز صاحب نے بتایا کہ حضور سے ہمارا تعلق بہت پرانا تھا۔ کچھ رشتہ داری بھی ہے۔ میرے والد صاحب فوج میں کرنل تھے اور ریٹائرمنٹ کے بعد زیادہ عرصہ حضرت سلطان العارفین کے آستانہ سے ہی منسلک رہے۔ ایک مرتبہ نوشہرہ (وادی سون) ہمارے نزدیکی گاؤں تشریف لائے وہاں بارش نہیں ہوئی تھی۔ لوگوں نے کہا حضور بارش کی دعا فرمائیں۔ آپ نے کہا کرنل صاحب پر پانی ڈالیں اللہ بارش کر دے گا۔ لوگوں نے والد صاحب پر پانی ڈالا لیکن بارش نہ ہوئی۔ اگلے دن عرض کی تو فرمایا تم لوگوں نے پانی کم ڈالا ہو گا۔ ہم نے والد پر خوب پانی ڈالا اور اگلے روز ایسی موسلا دھار بارش ہوئی جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے سننے میں نہیں آئی تھی۔ اللہ کی

Marfat.com

مشیت کچھ عرصہ بعد والد صاحب سرگودھا تشریف لائے اور وہاں ان کی وفات ہوگئی۔ حضور والد صاحب کی وفات کے کچھ دنوں بعد اس علاقے میں گئے تو نزدیکی گاؤں کے لوگ آ گئے اور بارش کی دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہیں بارش کا نسخہ دے دیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ والد صاحب تو اب دنیا میں نہیں رہے۔ آپ نے فرمایا ان کی قبر پر دو سو گھڑے پانی ڈالو۔ ہم نے ایسا ہی کیا اور وہاں بھی موسلا دھار بارش ہوگئی اور تین دن بارش ہوتی رہی بعد میں لوگوں کے ہاتھ میں یہ نسخہ آ گیا وہ حضور کے پاس آتے اور اجازت لے کر کرنل محمد حسین صاحب کی قبر پر پانی ڈالتے تو بارش ہو جاتی۔

صاحبزادہ سائیں سلطان محمد علی مدظلہ العالی نے یادیں تازہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حضور کے ساتھ 15 دسمبر سے سفر کا آغاز کیا۔ ملتان سے لاہور تک میں حضور کی خدمت میں رہا۔ پھر حضور نے مجھے ایک کام کا حکم دے کر روانہ کر دیا اور میں پھر 23 دسمبر کو حضور کی خدمت میں ڈیرہ اسماعیل خان پہنچ گیا تو فضل کریم خان کنڈی کے گھر موجود تھے۔ ان سے حضور کو بہت محبت تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ آپ کے بیٹے فیصل خان کنڈی کو الیکشن لڑانا ہے۔ اگر زندگی رہی تو ہم خود آئیں گے۔ نہ رہے تو ہمارے بیٹے آئیں گے۔ پھر مجھے فرمایا کہ ہم نے تو فضل کریم خان کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارا ہے آپ اس سلسلے کو میری زندگی کے بعد جاری رکھیں۔

24 دسمبر کو حضور کی تکلیف اچانک بڑھ گئی اور وہاں سے ہسپتال لے جانا پڑا جہاں حضور کی خدمت کا موقع رات ایک بجے تک مجھے ملا۔ مجھے حکم دیا کہ اب آپ آرام کریں۔ میں فضل کریم خان کے گھر کے نزدیک گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔ پونے پانچ بجے مجھے ایک ساتھی بلانے آئے کہ حضورؒ کی طبیعت کچھ خراب ہے۔ میں فوراً وہاں پہنچا حضور عالم غنودگی میں تھے۔ آپ نے 5 بج کر 7 منٹ پر دنیا سے پردہ فرمالیا۔ آپ نے آخری رات گھر فون کیا اور کہا کہ ہم صبح 10 بجے پہنچ جائیں گے۔ ہمیں کہا کہ فضل کریم خان کے آتے ہی فوراً چل دینا ہے حالانکہ کوئی پروگرام نہیں تھا۔ لیکن آپ کا پروگرام طے ہو چکا تھا اور لفظ بہ لفظ اس پر عمل ہوا۔

Marfat.com

میں نے صاحبزادہ سخی سلطان محمد علی صاحب سے درخواست کی کہ جانشینی عطا کرنے کا واقعہ تفصیلاً بیان فرمائیں۔

انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ آپ نے پیر بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر مجھے، احمد علی صاحب، فتح محمد صاحب اور معروف سلطان صاحب کو بیعت فرمایا تھا یہ شاید 1998ء کے آغاز کی بات ہے۔ اس وقت بھی حضور نے ہم چاروں بھائیوں کو بلا کر بیعت فرمایا۔ آپ نے ہم چاروں بھائیوں کو دستار پہنائی اور فرمایا کہ ''جو دستار میرے حضور پاک نے میرے سر پر رکھی تھی وہ میں نے اپنے صاحبزادے محمد علی کے سر پر رکھی ہے۔''

دوسری مرتبہ آپ نے ایک سال بعد پھر وہیں دربار پاک پر بیعت کیا۔ اس مرحلے پر آپ کے چہرے مبارک پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔ اس روز آپ کمرے میں تشریف لائے تو جو بھی آتا بڑی خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے اسے مبارک باد دیتے کہ میں نے صاحبزادوں کو بیعت کیا ہے۔ پھر آخری مرتبہ 14 اپریل 2003ء کو دربار حضرت سُلطان باھُو پر حکم بھیجا کہ بیٹا سلطان محمد علی اور شریف سلطان سے کہو کہ وضو کر کے میرے پاس محل پاک (حضرت سُلطان باھُو کی خانقاہ) میں آئیں۔ ہم حاضر ہوئے سلام کیا۔ آپ نے بائیں طرف سلطان شریف کو اور مجھے دائیں طرف بٹھایا اور ہم دونوں کو خلافت کی دستار عطا فرمائی اور کہا کہ مجھے سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کا حکم ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میری دستار بھی ہے اور حضرت سلطان عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی دستار بھی ہے۔ حضور کی رحلت کے بعد ہم پر الم کا پہاڑ ٹوٹا لیکن آپ کا دست شفقت ہمیشہ ہمارے سروں پر رہا اور صدمے کو جھیلنے کی اللہ نے توفیق عطا فرمائی۔ سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''ولی دنیا میں رہ کر 9 حصے اللہ کی بارگاہ میں اور ایک حصہ دنیا میں گزارتا ہے۔ وصال پانے پر 9 حصے اپنے مریدین کو سنبھالتا ہے اور ایک حصہ اللہ کی بارگاہ میں رہتا ہے۔''

آپ نے آخری وقت تک ہمیں کبھی احساس نہیں ہونے دیا کہ حضور مرشد تیاری فرما

Marfat.com

رہے ہیں۔ آپ نے 1999ء سے مجھے اپنے ساتھ رکھنا شروع کر دیا تھا اور روحانی تربیت فرماتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے مجھے ''اصلاحی جماعت'' اور'' عالمی تنظیم العارفین'' کی خدمت پر مامور فرمایا اور اپنی زندگی میں ہی ہماری تربیت فرمادی تھی۔

میں نے سوال کیا کہ آپ بیٹے سے تعلق کے حوالے سے کچھ فرمایئے۔ سلطان احمد علی صاحب نے فرمایا کہ ہم نے کبھی اپنے والد کو اس نگاہ سے دیکھا ہی نہیں۔ ہمیشہ یہی سمجھا ہے کہ یہ ہمارے مرشد ہیں ہم طالب ہیں اور حضور نے بھی شفقت فرمائی کہ ہم پر مریدین کی طرح نوازشات فرماتے رہے۔

اپنے جذبات کا اظہار فرماتے ہوئے صاحبزادہ سلطان محمد علی صاحب نے فرمایا کہ حضور کے وصال مبارک پر ذمہ داری، دکھ اور یہ جذبہ غالب رہا کہ آپ کے مشن کو انشاء اللہ آگے بڑھانا ہے۔ اس جذبے نے بہت حوصلہ دیا اور اس پر گامزن بھی رہے۔

پروفیسر سلطان الطاف علی صاحب نے آپ کی وفات کو روحانیت کا بڑا خلاء بتایا اور کہا کہ اس سے سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کی نشر و اشاعت کا جو پروگرام حضور نے جاری فرمایا تھا اسے زبردست دھچکا لگا ہے ان کا کہنا تھا کہ آپ کی وفات سے خاندان بیس سال پیچھے چلا گیا۔

معروف افسانہ نگار محسن سلطان صاحب نے کہا کہ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کا احیاء اور ترویج ہے خصوصاً اسم ذات شریف کے حوالے سے آپ کو بے پناہ تصرف حاصل تھا۔ لاہور جب میرے گھر تشریف لائے تو بھی آپ نے تمام گفتگو اسم ذات شریف کے حوالہ سے کی اور آپ کا عشق، آپ کو مطالعہ اور مشاہدہ دونوں پر کمال حاصل تھا۔ ہمارے خاندان میں صرف چند ایسی شخصیات ہیں۔ آپ کے جنازہ مبارک پر لوگوں نے اپنی آنکھوں سے ایسے ایسے مظاہر دیکھے جنہیں دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ آپ نے اپنے مریدین کو ایک خصوصی ڈسپلن دیا ہے اور'' اصلاحی جماعت'' کے لوگ اپنی انفرادیت کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔ اس ڈسپلن کا مظاہرہ ہم نے آپ کے جنازے میں دیکھا۔ ہزاروں کا مجمع

Marfat.com

لیکن مکمل ڈسپلن کے ساتھ موجود تھا کیا مجال جو کوئی دھکم پیل دیکھنے کو ملے۔

محسن سلطان صاحب نے مزید بتایا کہ پاکستان سے آپ کو عشق تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ گھڑ سواری میں پاکستانی اتنا کمال حاصل کریں کہ بھارت کو ہرا دیں۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کا ہر مرید پکا سچا مسلمان پاکستانی بن جائے۔ کبھی آپ نے عملی سیاست میں حصہ نہیں لیا لیکن آپ کی یہ کوشش اور خواہش رہتی تھی کہ دیانتدار اور محب وطن لوگ ہی منتخب ہو کر اسمبلیوں میں جائیں۔

شریف سلطان صاحب نے بتایا کہ ''دستگیر کونسل'' کا قیام آپ کا ایسا کارنامہ ہے جسے سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے لوگ ایک احسان کی طرح مانتے ہیں۔ اللہ کرے آپ کا مشن مکمل ہو جائے کیونکہ آپ آپس کے جھگڑوں کو آپس میں ختم کرنے کے قائل تھے۔

خلیفہ محمد نصر اللہ صاحب جو سلطان الفقر ششم کے قریبی خدمت گار تھے۔ انہوں نے مجھے اپنی کہانی سنائی اور بتایا کہ وہ 1982ء میں بیعت ہوئے اور آپ کی خدمت کی سعادت انہیں جلد ہی حاصل ہو گئی۔ اپنے مرشد کے آخری لمحات کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

24 دسمبر 2003ء کو ہم ڈیرہ اسماعیل خان فضل کریم کنڈی کے بنگلے پر قیام پذیر ہوئے۔ حضور وہاں اس روز تشریف لائے تھے۔ 24 دسمبر کو حضور کو تکلیف ہوئی۔ غسل فرمانے کے بعد آپ کو تکلیف کا آغاز ہوا تھا۔ میں نے چارپائی پر لٹایا، ڈاکٹر کو بلایا۔ جس نے چیک کیا، بلڈ پریشر بہت High تھا۔ ڈاکٹر نے دوائی دی تو بہت Low ہو گیا۔ جس پر ڈاکٹر نے ہمیں ہسپتال لے جانے کے لئے کہا۔

26 دسمبر کو ہم حضور کو ہسپتال لے گئے۔ ہسپتال پہنچے تو حضور نے سب سے پہلے نماز کی تلقین فرمائی کہا نصر اللہ جلدی کرو نماز ادا کریں۔ ہم نے جائے نماز بچھا دی۔ حضور نے بڑی تکلیف کی حالت میں بڑے پرسکون انداز سے نماز ادا فرمائی اور ہم نے سہارا دے کر پلنگ پر لٹا دیا۔ اس مرحلے پر آپ نے اچانک ہماری طرف رخ کیا اور کہا۔

''میرے مرشد (حضرت سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ) پر جب وقت نزاع آیا تو

Marfat.com

آپ نے مجھے فرمایا کہ مجھے اسم اللہ ذات کا نظارہ کرواؤ اور میں نے آپ کو اسم اللہ ذات دکھایا تھا۔ نصر اللہ صاحب آپ مجھے اسم اللہ ذات کی زیارت کراؤ۔''

میں نے آپ کو اسم اللہ ذات کی زیارت کروائی آپ نگاہ جمائے مستغرق رہے اور ہمارے دل ڈوبنے لگے کہ ہمارے مرشد پاک نے یہ کیا فرمادیا ہے؟ میرے دل ودماغ میں واقعہ آ گیا تھا۔ مجھے فوراً یاد آ گیا کہ آپ نے ڈیرہ اسماعیل خان پہنچنے کے فوراً بعد مجھے کہا تھا۔ ''جب میں اپنے مرشد پاک کے قدموں میں پہنچ جاؤں گا تو سارے مسئلے خود بخود حل ہو جائیں گے۔''

اسم اللہ ذات کی زیارت کرنے کے بعد آپ نے خاموشی اختیار کی پھر ہسپتال کے عملے سے باتیں کرنے لگے انہیں تبلیغ فرمانے لگے اور ڈاکٹر غلام محمد صاحب سے پوچھا کہ آپ نے کس کی بیعت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کے بھائی صاحب کی بیعت کی ہوئی ہے۔

اس کے بعد مرشد پاک ہماری طرف متوجہ ہوئے اور قرآن پاک کی آیت پڑھی۔

واعتصمو بحبل الله جميعا و لا تفرقو

ترجمہ: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور فرقوں میں نہ بٹ جانا (القرآن)

فرمانے لگے کہ ایک تفرقہ تو وہ ہے جو بظاہر دنیا میں دکھائی دیتا ہے اور ایک فرقہ انسان کے اندر ہے ہمیں ان سب تفرقوں کو مٹا کر ایک ہو جانا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے گھوڑوں سے متعلق گفتگو فرمائی۔ ڈانسر گھوڑوں کی باتیں کرتے رہے پھر فرمایا کہ ڈانسر گھوڑوں کا سب سے اچھا سوار ''ممتاز بیکانیریا'' ہے۔

26 دسمبر کی صبح تقریباً پونے پانچ بجے آپ باتھ روم میں گئے۔ باتھ روم میں جانے سے پہلے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا۔

''میں نے 10 بجے غسل کرنا ہے۔ پانی گرم ہونا چاہئے اور میرے لئے وہ کپڑے تیار رکھنا جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہ پہنے ہوں کیونکہ میں یہ کپڑے پہن پہن کر تنگ آ چکا ہوں۔''

ہم نے سر تسلیم خم کیا۔ اس وقت دھیان اس طرف گیا ہی نہیں۔ صرف یہ حیرانگی تھی کہ

Marfat.com

کوئی پروگرام بھی طے نہیں ہوا کہیں جانے کا پھر ہمارے مرشد پاک روانگی کا حکم کیوں دے رہے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ سب اکٹھے جائیں گے اور انشاء اللہ دس بجے صبح تک وہاں پہنچ جائیں گے۔آپ باتھ روم تشریف لے گئے۔واپس آئے تو تکلیف بڑھنے لگی تھی۔ہم نے بیڈ پر لٹا دیا۔ آپ نے ہماری طرف دیکھا پھر ڈاکٹر کی طرف دیکھا اور آنکھیں بند کر کے منہ ہی منہ میں قرآنی آیات کی تلاوت فرمانے لگے۔اسی دوران آپ نے دنیا سے پردہ فرمالیا۔ہم آپ کے وصال پر سکتے کے عالم میں تھے۔ہمیں تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔لیکن یہ سچ تھا اور ہم نے اس دکھ کو برداشت کرنا تھا۔ہم نے دل پر جبر کر کے دربار شریف پر اطلاع کی اور آپ کا جسد مبارک لے کر یہاں پہنچ گئے جب ہم دربار شریف پہنچے تو ٹھیک دس بجے کا وقت تھا اور یہ ہمارے مرشد پاک نے فرمایا تھا۔

خالد صاحب بھی ان مریدین میں شامل ہیں جنہیں حضور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ زندگی کے آخری لمحات تک رہنے کا شرف حاصل رہا۔انہوں نے بتایا۔

”میں 13 اپریل 1994ء میں بیعت ہوا۔1997ء سے میں حضور کی خدمت میں رہتا تھا اور دیکھ بھال کی ذمہ داریاں ادا کر رہا تھا۔بظاہر آپ ہر وقت گلاب کے پھول کی طرح کھلے نظر آتے تھے لیکن اندرونی تکلیفات کا کسی کو علم نہیں تھا۔میرے مرشد اپنے آخری دنوں میں ایک شعر گنگنایا کرتے تھے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

ہمیں یہ سن کر دکھ کا احساس ہوتا تھا لیکن حضور مسکرا کر ہمیں تسلی دے دیا کرتے تھے۔
ایک روز فرمانے لگے کہ میرے والد مرشد نے اپنے وصال سے دو سال پہلے مریدین کو مطلع کر دیا تھا اس پر ہم دکھی ہو گئے لیکن آپ نے ہمیں مطمئن کر دیا۔

Marfat.com

آخری دنوں میں جب ہم ڈیرہ اسماعیل خان پہنچے تو میں نے دربار شریف سے سامان وغیرہ لانے کی اجازت طلب کی اور دربار شریف آ گیا۔ یہاں ایک رات قیام رہا تھا۔ ہمیں اطلاع ملی کہ حضور کی طبیعت ناساز ہے اور آپ کو ہسپتال لے جایا گیا ہے یہ سن کر میں فوراً ڈیرہ اسماعیل خان روانہ ہو گیا۔ وہاں علم میں آیا کہ بلڈ پریشر بہت Low ہے میں نے کہا اللہ خیر کرے گا ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ کے بیڈ کے نزدیک ڈاکٹر معائنہ کر رہے تھے مجھے دیکھ کر فرمایا ''آ گئے بیٹا''۔ میں نے عرض کی جی حضور اور دربار شریف کا حال بتانے لگے۔ پھر گھوڑوں سے متعلق دریافت کیا میں نے بتایا اور پھر ایک گھوڑے سے متعلق دریافت کیا کہ اس کا سوار کون ہے میں نے عرض کی ''نکا نازو'' پر محمد شریف۔ فرمانے لگے کہ وہ گھوڑا تو سلطان بہادر عزیز دوڑائیں گے۔ اسے منع کر دو اور شریف سے کہو وہ اسے ٹہلائی کروایا کریں لیکن اس پر سواری صرف سلطان بہادر عزیز صاحب نے ہی کرنی ہے پھر ڈانسنگ گھوڑوں سے متعلق باتیں کرنے لگے۔ میں نے ''بیکانیریا'' کے متعلق بتایا تو فرمانے لگے اسے بلا لو۔ اس دوران کھانا آ گیا۔ ڈیرہ کی ایک سوغات ہے ''ثوبت'' یعنی شوربے میں روٹی بھگو کر سالن بنایا جاتا ہے میں نے دریافت کیا اگر اجازت ہو تو منگوالیں۔ آپ نے پسند فرمایا۔ ہم نے ''ثوبت'' پیش کی۔ آپ نے بہت مختصر کھانا کھایا۔ اُس کے بعد پھر طبیعت خراب ہو گئی۔ آپ کبھی کبھی کوئی بات نامکمل کہہ دیا کرتے تھے۔ جب ہم نے ''صحبت'' پیش کی تو فرمایا اس سے گوشت کی بوٹیاں نکال لو۔ پھر فرمانے لگے ''لوگ کیوں بوٹیوں کے لئے مرتے ہیں ہم تو......'' فقرہ نامکمل چھوڑ دیا اور خاموش ہو گئے۔

میں نے عرض کی حضور آپ نے بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر کھانا کھایا ہے۔ کچھ تو اور کوشش فرمالیں۔ اس پر فرمانے لگے ''بس! جو قسمت کا تھا کھالیا......'' میں خاموش ہو گیا۔

رات کے بارہ بجے تھے ہمارے ساتھ نارمل موڈ میں گفتگو کرتے رہے پھر لیٹ گئے۔ آپ کروٹیں بدلتے رہے پھر فرمایا کہ ''نیند نہیں آ رہی'' اور فرمایا میں واش روم جاؤں گا۔ واپسی پر پھر طبیعت خراب ہو گئی۔ ڈاکٹر نے بیڈ سے اترنے سے منع کیا لیکن آپ نے فرمایا ہمارے لئے

Marfat.com

ممکن نہیں اس طرح طہارت برقرار نہیں رہتی اور کرسی پر بیٹھ کر واش روم جاتے رہے۔ ہمیں بھی پاکیزگی کی تلقین کرتے رہے۔

قاری نصر اللہ صاحب کو میں نے کچھ دیر آرام کرنے کے لئے باہر بھیج دیا۔ حضور بستر پر لیٹے تھے۔ کروٹیں بدلتے رہے۔ تہجد کا وقت تھا جب اُٹھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ سب لوگ وضو کر لیں اور نماز کی تیاری کریں۔ پھر مجھے مخاطب کر کے کہا کہ ''آج ہم دربار شریف جا رہے ہیں۔ وہاں پانی گرم کرنے کے لئے فون کر دو۔ میں ساری رات سو نہیں سکا۔ میں گاڑی میں سوتا ہوا جاؤں گا۔''

ایک روز پہلے ہمارے ڈرائیور نے آپ کو پھولوں کا ہار پہنایا تھا۔ جس پر آپ مسکرائے اور اس سے کہا کہ ''ہار تو پہنا دیا، کل دربار شریف بھی لے جاؤ گے''

میں نے کہا حضور آپ صحت یاب ہو جائیں انشاء اللہ ضرور دربار شریف جائیں گے۔

دو روز پہلے آپ نے خود دربار شریف فون کر کے بتایا کہ آپ وہاں پرسوں تشریف لائیں گے۔

ہسپتال میں 26 دسمبر کی صبح ہو رہی تھی۔ ہمیں وضو کی تلقین فرمانے کے بعد آپ نے کرسی پر بیٹھے بیٹھے پانی طلب کیا۔ میں نے پیش کیا تو بمشکل ایک گھونٹ لے کر فرمایا ''بس کافی ہو گیا۔'' اس کے ساتھ ہی طبیعت بگڑنے لگی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا بیڈ پر لٹا دیں۔ ہم نے لٹا دیا۔ آپ کے ہاتھ پاؤں بالکل سفید ہو رہے تھے۔ ڈاکٹروں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ ہم بے بسی سے اپنے مرشد کے وصال کا منظر دیکھتے رہے۔ آپ نے کلمہ شریف پڑھا پھر کچھ قرآنی آیات پڑھتے رہے جو ہمیں سمجھ نہیں آ رہی تھیں اور ٹھیک 5 بج کر 7 منٹ پر دنیا سے پردہ فرما گئے۔

دو سال پہلے کی بات ہے حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صلی اللہ علیہ ہمارے ساتھ اوچھالی شریف میں تھے جہاں آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے مرشد پاک حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی تمام سنتیں پوری کر دی ہیں۔ کوئی کام باقی تو نہیں رہ گیا۔ یہ سن کر نیازی صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جس پر آپ نے انہیں تسلی دی اور کہا کہ میں ابھی نہیں جا رہا۔

Marfat.com

خالد صاحب بتا رہے تھے کہ ہم اسی لئے مطمئن ہو گئے کہ ہمارے دادا مرشد پاک حضور سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے 63 سال عمر لپائی تھی اور ہمارے مرشد پاک ابھی ہمیں نہیں چھوڑیں گے لیکن انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا۔ خالد صاحب کی آواز بھر آئی اور خاموش گئے۔ ھُو

خالد صاحب نے بتایا کہ آخری سفر پر جب ہم ملتان پہنچے تو حضور نے نیازی صاحب سے کہا کہ میرے ہاتھوں کے ناخن تراش دو حالانکہ دو دن پہلے ہی آپ کے ناخن تراشے تھے۔ اسی طرح نیازی صاحب سے حضورؒ کے والد حضرت سلطان عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ناخن ترشوائے تھے۔ ہمارے مرشد پاک نے اپنے مرشد پاک کی تمام ترسنتیں پوری کر لی تھیں اور اب کوئی کام بظاہر باقی نہیں رہا تھا لیکن ہم یہی سمجھتے رہے کہ حضور ہمیں چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔

خالد صاحب نے کہا کہ آپ کی وفات میں بھی آپ نے اپنے مرشد کی سنت پوری کی اور عین اسی وقت انتقال فرمایا۔ آپ کا دستور تھا کہ جب سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لے جاتے تو قرآن پاک کی سورۃ یٰسین کھول کر ایک شعر پڑھا کرتے۔

وقت نزاع دے کولوں
آپے پڑھیں جنازہ میرا
قبر حشر وچ ساتھی ہوویں
سب تیڈوں خصماں واں

یعنی آپ حضور سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ سے یہ عرض کیا کرتے تھے۔

آپ نے آخری لمحات میں ہمیں فرمایا تھا: ''دیر نہ کرنا ہمیں جلدی دربار شریف پر پہنچا دینا۔''

آپ کا جنازہ رات 9 بجے دربار سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ پر پڑھا گیا جو تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ ہم نے دیکھا رات کے ساڑھے نو بجے محل پاک کی دیوار پر کبوتر قطار لگا کر کافی دیر سے سوگوار بیٹھے تھے۔ جب آپ کا جنازہ مبارک وہاں رکھا گیا تو تمام کبوتر آپ کے جنازے مبارک پر پھڑ پھڑانے لگے۔ لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ کبوتروں نے آپ کے جنازہ

Marfat.com

مبارک پر سایہ کر دیا تھا پھر انہوں نے جنازے کے چکر لگائے اور دوبارہ جا کر دیوار پر بیٹھ گئے۔ (سلطان محسن صاحب نے اپنی گفتگو میں اِسی واقعے کی جانب اِشارہ کی تھا) جب حضور کو لحد مبارک میں اتارا جا رہا تھا سلطان شریف صاحب لحد میں کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ کو تازہ خون لگا۔ جب ہم نے جسد مبارک کے نیچے سے چادر نکالی تو اس پر تازہ خون کے دھبے موجود تھے۔ آپ آج بھی دیکھ لیں، اس چادر سے ایسی خوشبو نکلتی ہے جس سے سارا کمرہ مہک جاتا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ غسل مبارک کے وقت جسم پر خون کا کوئی نشان نہیں تھا۔

صاحبزادہ سلطان احمد علی مدظلہ العالی نے بتایا کہ حضور نے اپنی زندگی میں اپنی قبر مبارک تیار کروائی تھی اور اپنے مرشد پاکؒ کے پہلو میں مخصوص جگہ کی نشاندہی فرما کر کہا تھا کہ انہیں اسی جگہ آسودہ خاک کیا جائے۔

مائی صاحبہ نے ہماری درخواست پر حضور سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے آخری حج مبارک کا واقعہ بیان فرمایا کہ آپ نے اپنے ساتھ جانے والے مریدین کو حکم دیا کہ میرے کفن خرید کر لاؤ۔ مریدین گھبرا گئے کہ حضور کفن منگوا رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں یہیں چھوڑ جائیں۔ ساتھی بار بار جاتے اور آ کر کہہ دیتے کہ کپڑا نہیں مل رہا۔ حضور اس پر محبت سے ناراضگی کا اظہار بھی فرماتے لیکن مریدین بار بار جا کر پھر بھی یہی جواب دے دیتے۔ مائی صاحبہ نے بتایا کہ حضور کمرے میں تشریف فرما تھے وہاں ایک اجنبی شخص آیا اور اس نے آپ سے متعلق دریافت کیا پھر باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ آیا اور آپ کو کفن کا کپڑا دے گیا حالانکہ ہم نے اس سے ذکر نہیں کیا تھا۔ مائی صاحبہ نے بتایا کہ حضور جب آخری سفر پر ملتان روانہ ہو رہے تھے تو ہم سے کہا کہ کوئی خبر ملے تو رونا نہیں۔ ہم خاموش رہے۔ حضور نے پھر وہی مصرعہ پڑھا۔

؎ سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

اس کے بعد آپ ہم سب سے خلاف معمول بڑی محبت اور شفقت سے مل کر رخصت ہو گئے۔

Marfat.com

حضور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب کی زندگی ایک باعمل مجاہد، صوفی اور ولی کی زندگی تھی۔ آپ نے لاکھوں راہ گم کردہ انسانوں کے دلوں میں اسم اللہ ذات کی شمع روشن کر کے انہیں راہ حق کا مسافر بنایا۔ 26 دسمبر 2003ء کی صبح بالآخر اللہ نے اپنے اس برگزیدہ بندے کو اپنے پاس بلا لیا۔

آپ نے اپنی زندگی میں اپنے بڑے صاحبزادہ حضرت سخی سلطان محمد علی مدظلہ العالی کو اپنا جانشین مقرر فرما دیا تھا اور اب وہی آپ کی جانشینی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ گڑھ مہاراجہ میں حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے کچھ فاصلے پر آپ آسودہ خاک ہیں اور آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے جہاں ہر سال ذیقعد کے پہلے جمعہ کو عرس شریف ہوتا ہے جس میں دنیا بھر سے جوق در جوق مریدین اور ارادت مند شامل ہوتے ہیں اور دین و دنیا کی سرفرازیاں حاصل کرتے ہیں۔

Marfat.com

العارفین (رجسٹرڈ) پبلیکیشنز لاہور۔پاکستان

ہیڈ آفس: دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ ضلع جھنگ (پنجاب) پاکستان

فون نمبر: 0092-47-5320594, 5320694

پوسٹل ایڈریس: پی۔او۔بکس نمبر 11، جی پی او، لاہور فون: 37509009-42-92+

ویب سائٹ: www.alfaqr.net ای میل: alarifeenpublication@hotmail.com

ISBN 978-969-9290-02-2

9789699290022

Rs.220/-

صاحب لولاک

طارق اسمٰعیل ساگر